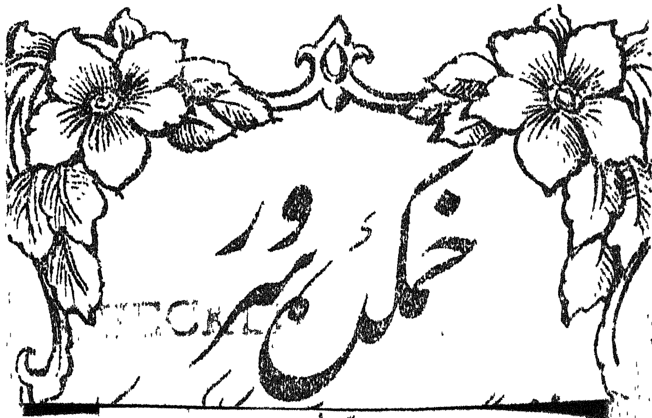


مرتبہ

قاضی محمد غوث صاحب عفی عنہ حیدرآبادی

متوطن ضلع محبوب نگر

تعارف

عمدہ کلام کی پہچان کے لیئے ملٹن نے تین شرطیں قرار دی ہیں یعنے یہ کہ اصلیت پر مبنی ہو۔ سادہ ہو۔ اور جوش سے بھرا ہوا ہو۔ سرور کے کلام میں ان کی آخری شرط بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ کوئی شعر یا کوئی نظم ایسی نہیں جسمیں جوش کا دریا لہریں نہ لیتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں ایک حسّاس اور درّاک دل تھا۔ کائنات کی ہر شئے سے متاثر ہوتا تھا۔ اور اوسکی حیات کے حالات کو دلچسپ تماشا سمجھکر اُنسے لطف اُٹھاتا تھا۔ سرور کی زبان نہایت شستہ اور بیان لطیف ہے۔ بندشیں درست اور بہیں دلکش لیکن خیال میں کسیقدر نزاکت پائی جاتی ہے۔ ایک نظم میں صرف ایک خیال کو متعدد پہلوؤں سے باندھا ہے تاہم آنجہانی نے بعض عاشقانہ شعر اچھے نکالے ہیں۔ انکی ایک غزل جو قریب قریب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گائی جا چکی ہے انکی مقبولیت کا بہت سچا ثبوت ہے۔ وہ غزل یہ ہے ؎

اے مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا	کہ گذر گئی شب آدھی دلِ بیقرار سو جا

(باقی اشعار کے لئے ملاحظہ ہو صفحات ۶۹ و ۷۰)

(الندن)

از مولوی سید سجاد صاحب ایم۔ اے ایم۔ آر۔ اے ایس
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کالج حیدرآباد دکن

مرقوم ۲۱ آذر ۱۳۲۹ف

گذارش

کلیاتِ سرور کی بہت کم جلدیں شائع کی گئی ہیں۔ شائقین کلام سرور
عرض ہیکہ اس کے حاصل کرنے میں عجلت فرمائیں۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کی انتظار
کرنی ہوگی۔

مطبع کی بے اتحادی گرمصروفیتوں کیوجہ کتابت میں بعض عنوانات چھوٹ گئے
گئے ہیں اور کلام میں بعض غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ اسلئے غلط نامہ ترتیب دیا جا رہا ہے
لہذا خریدار صاحبین از راہ کرم اپنا نام و پتہ جہاں سے کتاب حاصل فرمادیں نوٹ
کروادیں۔ تاکہ بعد طبع غلط نامہ بلا اخذ قیمت ارسال کیا جا سکے۔

کتاب کے ملنے کا پتہ۔

(۱) کتب خانہ تجارتی مولوی سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چار مینار حیدرآباد
(۲) کتب خانہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ نامپلی حیدرآباد دکن۔
(۳) محمد غوث اڈیٹر انجمن ہائے اتحادی سنگاریڈی ضلع میدک متعلقہ تلنگانہ

خاکسار محمد غوث عفی عنہ

تعارف

سرور عمدہ کلام کی پہچان کے لیے ملٹن نے تین شرطیں قرار دی ہیں یعنے یہ کہ کلام اصلیت پر مبنی ہو۔ سادہ ہو۔ اور جوش سے بھرا ہوا ہو۔ سرور کے کلام میں ان کی آخری شرط بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ کوئی شعر یا کوئی نظم ایسی نہیں جسمیں جوش کا تموج یا لہریں نہ لیتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں ایک حساس اور دراک دل تھا۔ جو کائنات کی ہر شئے سے متاثر ہوتا تھا۔ اور اوسکی حیات کے حالات کو دیکھتا تھا سمجھ کر انسے درس الفت اٹھاتا تھا۔ سرور کی زبان نہایت شستہ اور بیان لطیف ہے۔ بندشیں درست اور چست ہیں دلکش لیکن خیال میں کسقدر نزاکت پائی جاتی ہے۔ ایک نظم میں صرف ایک خیال کو چند پہلوؤں سے باندھا ہے تاہم آنجہانی نے بعض عاشقانہ شعر اچھے نکالے ہیں۔ انکی ایک غزل جو قریب قریب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گائی جاچکی ہے انکی مقبولیت کا بہت سچا ثبوت ہے۔ وہ غزل یہ ہے ؎

نگاہی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا ۔۔۔ کہ گذر گئی شب آدھی دلِ بیقرار سو جا

(باقی اشعار کے لئے ملاحظہ ہو صفحات ۶۹ و ۷۰)

السدن

از مولوی سید سجاد صاحب یم۔ اے یم۔ آر۔ ای یس
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کالج حیدرآباد دکن

مرقوم ۲۱؍ آذر ۱۳۲۹ف

گذارش

خمکدۂ سرور کی بہت کم جلدیں شائع کی گئی ہیں۔ شائقین کلام سرور سے عرض ہیکہ اس کے حاصل کرنیمیں عجلت فرمائیں۔ ورنہ دوسرے اڈیشن کی انتظاری کرنی ہوگی۔

مطبع کی بے انتہا دیگر مصروفیتوں کیوجہ کتابت میں بعض عنوانات چھوٹ گئے ہیں اور کلام میں بعض غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ اسلئے غلطنامہ ترتیب دیا جارہا ہے لہذا خریدار صاحبین از راہ کرم اپنا نام و پتہ جہاں سے کتاب حاصل فرمادیں نوٹ کروادیں۔ تاکہ بعد طبع غلطنامہ بلا اخذ قیمت ارسال کیا جاسکے۔

کتاب کے ملنے کا پتہ:۔

(۱)۔ کتب خانہ تجارتی مولوی سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چارمینار حیدرآباد دکن۔

(۲)۔ کتب خانہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ ناپلی حیدرآباد دکن۔

(۳)۔ محمد غوث اڈیٹر انجمن ہائے اتحادی سنگاریڈی ضلع میدک متعر سنگاریڈی

خاکسار محمد غوث عفی عنہٗ

فہرست مضامین



منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ حال

مجھے ادبی دنیا میں قدم رکھے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ ۱۹۰۷ء میں رسالہ مخزن میں سرور کی نظمیں دیکھ کر دل پر بڑا اثر ہوا اور طبیعت کو سرور۔ اور ہر دفعہ شوق سے منتظر رہتا کہ کسی پرچہ میں بھی سرور کی نظمیں نکلیں تو لذت مطالعہ حاصل کی جائے۔ برابر اس وقت سے کلام سرور کا ذوق و شوق دل میں جاگزیں رہا۔ اور خیال ہوا کہ ان کی پوری نظمیں اکھٹی کی جائیں۔ مگر فکر معیشت نے اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی صورت کلام سرور کا پتہ لگا کر مجموعہ سرور کو فراہم کر سکوں۔ حالانکہ اس عرصہ میں مجموعہ کلام سرور ۱۹۱۴ء میں انڈین پریس الہ آباد سے اور خمخانہ سرور زمانہ پریس کانپور سے نکل چکے تھے۔ مگر مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔ یہ سال پیشتر جبکہ کلام سرور کے مجموعہ کی تلاش کا بے انتہا شوق پیدا ہوا تو ہندوستان کے سارے کتب خانوں کو چھان مارا۔ مگر کہیں اسکا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ آخر ایک دوست کے مشورہ پر میں نے کلام سرور کی فراہمی کا تہیہ کر لیا۔ جو پہلے دونوں مجموعوں سے کہیں زیادہ پایا گیا۔ اور اسی لئے اسکی طباعت پر ہمت بندھی۔ اگر میرا خیال غلط نہ نکلے۔ تو کلام سرور تقریباً مکمل ہو چکا ہے

اور کوئی نظم غالباً نہیں چھوٹی۔ مولوی خورشید علی صاحب ناظم دیوانی ۔ و مولوی عبدالرزاق صاحب بسمل ۔ مانک راؤ صاحب مصنفہ بوستان آصفیہ اور رونیکٹ نرسنگھ راؤ صاحب برادر مددگار خزانہ عامرہ سرکار عالی کا میں ممنون ہوں کہ جن کی سعی بھی اس کام میں میرے شامل حال رہی ۔ اور عالی جناب مولوی عبدالرحمان خانصاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے اس مرتبہ کلام کو بنظر استحسان ملاحظہ فرماکر اس سے زیادہ ٹھوس کام کرنے کی جرأت دلائی۔

ایکسال پیشتر جبکہ قریباً یہ مجموعہ مکمل مرتب ہو چکا تھا ۔ اتفاق سے جام نو و خمخانہ سرور ملے ۔ شاذ نظمیں جو میرے مجموعہ سے رہگئیں تھیں حاصل و شریک کرلیگئیں توقع ہے کہ صاحب تصانیف کتب مذکور از راہ کرم اس کو سرور کی خدمت سمجھکر مجھے معاف فرمائیں گے۔

آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مطبع کی بے توجہی سے کتابت وطباعت جیسی کہ چاہیئے صاف و بہترین نہیں ہوئی ہے اگر ادبی دنیا نے اس کی قدر کی تو انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ نقائص دور کئے جائیں گے وباللہ توفیقی۔

خاکسار

قاضی محمد غوث عفی عنہ فضا

تمہید

منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی کے مجموعۂ کلام کو میں نے جستہ جستہ پڑھا جس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا، مرحوم سینے میں ایک حساس اور درد مند دل رکھتے تھے۔

جھوٹی اور مہمل شاعری کو جو آج تک اردو کی دنیا میں ہر طرف غالب نظر آرہی ہے، سرور نے کبھی منہ نہیں لگایا، وہ جو چیز محسوس کرتے تھے، اسی کو نظم کرتے تھے، اور اس طرح نظم کرتے تھے کہ اشعار کے اندر ان کا دل دھڑکتا ہوا نظر آتا تھا۔

البتہ اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ مرحوم کا کلام طرز بیان کی چستی صفائی اور سلاست زبان کے اعتبار سے اکثر و بیشتر خامیوں کا حامل ہے۔

پھر بھی یہ بالکل درست ہے کہ سرور کے سے شاعر کم پیدا ہوا کرتے ہیں۔

مولوی شبیر حسن صاحب جوش

۱۰ امرآبان ۱۳۳۸ف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالاتِ سرورِ مرحوم

سرور۔ سخنور سراپا کمال۔ شاعر نازک خیال۔ مقبول ارباب جمہور منشی درگا سہائے سرور۔ آپ سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۳ء کو قصبہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں ایک سکسینہ کایستھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درس و تدریس سے فارغ ہونے کے بعد اوائل مشق میں مولوی سید کرامت حسین بہار سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ پھر حضرت بیان یزدانی میرٹھی کے انداز کلام پر فریفتہ ہوکر اپنے آپ کو ان کا شاگرد معنوی تصور کرنے لگے۔

آپ دور موجودہ کے اُن بلند پایہ اور گران مایہ شعرائے منتخب میں سے تھے جنکی جدت طرازی اور سحر بیانی نے اُردو شاعری کے مُردہ قالب میں ایک نئی روح پھونکنے میں بیش قرار حصہ لیا۔ جذبات اور فطرت کی مصوری میں اُردو علم ادب کو قابل فخر بنایا گو نیچرل شاعری کے موجد ہونے کا سہرا پروفیسر آزاد اور شمس العلما مولانا حالی کے سر رہا لیکن آپ نے نیچرل اور ایشیائی رنگ کو ایسی دلفریب ترکیب سے شیر و شکر کیا۔ کہ اسمیں پھیکے پن کے بجائے انتہا درجہ کی حلاوت اور شیرینی پیدا ہوگئی

مناظر قدرت اور واقعیت کی نقاشی میں اُنہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مبدأ فیاض سے آپ کو ایک دردمند دل عطا ہوا تھا۔ اور طبیعت میں سوز وگداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلئے جو شعر منہ سے نکلتا تھا۔ دلوں پر نشتر کا کام کرجاتا تھا۔ حُب وطن کا جوش اور قومیت کے خیالات اُنکے کلام کی روح روان ہیں۔ مگر پھر بھی مغربی استعاروں سے دور بھاگتے اور اُنہیں ہندوستان کی نیچرل شاعری کے معائب میں داخل کرتے ہیں اسی طرح تغزل کے عامیانہ رنگ سہل پسندی سے اُن کی طبیعت کو اُنس نہ تھا۔ مخرب اخلاق مضامین۔ دوراز کار تشبیہات۔ گل وبلبل۔ زلف وکاکل کی بوسیدہ حکایت سے اُن کو نفرت رہی صاف سلجھی ہوئی بندشوں نفیس ترکیبوں سے اپنے کلام کو زینت دینے کا خیال رکھتے تھے۔ انوکھی تخئیل کی پرواز اور معنی خیز مضمون آفرینی اُن کی طبع عرش پیما کا جوہری ہے۔ آپ کی اکثر دل آویز نظمیں اُردو کے مشہور رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ جو قادر الکلامی و رنگین بیانی پر دال ہیں۔ اور وہ زمانہ۔ ادیب۔ مخزن کے اوراق کی زینت دوبالا کر چکی ہیں۔ غزل گوئی کیطرف آپ نے زیادہ توجہ نہیں کی۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپ کی کوئی نظم شان تغزل سے خالی نہیں۔ جس طرح نظامی گنجہ اور فردوسی طوس کا رہنے والا تھا۔ اسیطرح آپ کی ولادت بھی ایک قصبہ میں ہوئی تھی۔ مگر زبان پر کماحقہٗ قدرت حاصل نہ تھی۔ اور خداداد حُسن قبول نے آپ کی شہرت کو عالمگیر کر دیا تھا۔ ایک بڑا وصف یہ تھا کہ یہ اپنی شاعرانہ

فطرت سے تخیئل کی معراج کمال تک پہنچ گئے اور اُنہون نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ ممتاز ادیب و نقاد مولانا حسرت مُوہانی آپ کی بابت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سُرور جہان آبادی" اُردو زبان کے ایک ایسے بلند پایہ شاعر تھے جنکی لاجواب نظمین اُردو رسالون کی زیبائش ہوا کرتی تھیں ہماری نظر سے اُن کی کوئی ایسی نظم نہیں گزری جس کے پڑھنے کے بعد دل سے بے اختیار تحسین و آفرین کی صدا بلند نہ ہوئی ہو۔ نسیم لکھنوی کی مرگ بے ہنگام کے بعد یہ دوسرا سانحہ ہے۔ جس کا ماتم ونیائے ادب کے ہر گوشہ میں ہوگا۔ اگر سرور کی زندگی وفا کرتی تو خدا جانے اُن کی شاعری کا مرتبہ کہان سے کہان تک پہنچ جاتا۔ اِس قلیل مدت میں جو کچھ وہ کر گئے وہ بقائے دوام کی سند حاصل کرنیکو کافی ہے۔"

کچھ عرصہ تک آپ ایک رئیس زادہ کے اتالیق رہے، پھر دو تین سال تک رسالہ زمانہ کے دفتر پر مامور رہے۔ شاعری کے سوا فن طب میں بھی دخل تھا۔ مگر بدقسمتی سے ہمیشہ پریشان روزگار رہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے۔ کہ اُنہون نے اپنے بیش بہا کلام کو کوڑیوں کے مول فروخت کیا۔ اور ہندوستان کے جادو مقال شاعر کالی داس کی نظمون کو اُردو لباس پہنا کر ایسے لوگون کے نام سے منسوب کیا جو اُسکی باریک بینی۔ نازک خیالی و لطافت سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔

آپ نہایت راست باز۔ منکسر المزاج۔ حلیم الطبع۔ متواضع شخص تھے عین عالم شباب میں اپنی بیوی اور اکلوتی جگر گوشہ کی حسرت ناک وفات کا

پئے درپئے صدمہ پہنچا جو تادم مرگ کلیجہ کا داغ بنکر رہا۔ اسی زمانہ میں کچھ اقتضائے طبیعت سے اور کچھ تخلص کی مناسبت سے شراب ناب سے غم غلط کرنے لگے۔ جو بڑھتے بڑھتے قبل از وقت موت کا باعث ہوئی۔ دوران مرض میں شراب کی سخت احتیاط کیجاتی تھی۔ جب ایک روز خدمتگار نے بجائے شراب کے مرحوم کو پانی کا گلاس دیا تو ہنسے اور یہ فرمایا ؎

بجائے مئے دیا پانی کا اک گلاس مجھے ۔۔۔ سمجھ لیا مرے ساقی نے بدحواس مجھے

افسوس صد افسوس! کہ ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء میں اردو کا سرمایۂ ناز شاعر اس دار فانی کو خیرباد کہکر دارالسرور خلد کو روانہ ہوا حضرت شوکت بلگرامی نے اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکالی ہے ع "گفت شوکت سرور رحلت کرد۔"

آپکا کلام موسوم بہ جام سرور وفات حسرت آیات کے چندہی روز بعد رسالہ ادیب الہ آباد کے پریس میں طبع ہوکر شائقین کے ہاتھوں تک پہنچا۔ مرحوم کو اپنے کلام کی اشاعت کا بیحد ارمان تھا۔ پروف صحیح کرنیکے لئے الہ آباد جانیوالے تھے کہ پیام اجل آگیا آپکی نظمیں زندۂ جاوید یادگار ہیں ؎ برق

نقش باطل ہو نہیں سکتا کبھی نام سرور ۔۔۔ دہر میں جب تک رہیگی گردش جام سرور

محشر نے تاریخ لکھی ؎

ختم کر محشر بس اتنا ہی کہکے قلم تعزیت ۔۔۔ اب نہ ملیگی سخن سے مرثیہ اوروں کی شان

آپ نے ۳۰ برس کی عمر پائی۔ بیکدہ معانی کے دور اس کلیات سے حاصل ہوتے ہیں۔

(از خمخانہ جاوید صفحہ ۴)

سرور کی نسبت

دیگر۔ دور قدیم کے ایک ممتاز مجلہ کی جدید صحیح ترجمانی

سرور جہان آبادی کی نظمیں دل میں جذبات کا تلاطم برپا کر دیتی ہیں، انکی شاعری میں ایک بحر ناپیدا کنار کی سی روانی ہے۔ ان کی طبیعت سمندر کی طرح گہری۔ انکا خیال سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں کیطرح بلند تھا۔ شعر کہنے بیٹھتے تو کاغذ پر اپنے جگر کے ٹکڑے نکالکر رکھدیتے تھے۔ جو سوز و گداز ہمکو سرور کے کلام میں ملتا ہے۔ اسے کسی دوسری شاعر میں ڈھونڈھنا فضول ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انہیں شاعری کیلئے بنایا تھا اور شاعری کے سوا انہیں کچھ اور آتا ہی نہ تھا۔ بہرحال انکی سچی تشبیہیں۔ اُن کے نئے استعارے عمیق جذبات، حسن و عشق کی معاملہ بندیاں، دلوں میں چٹکیاں لیتی ہیں سرور کی مختلف نظمیں دیکھکر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کمال فن روز افزوں ترقی کر رہا تھا اور وہ اپنے معراج شاعری تک پہنچنے سے پہلے ہی ہم سے چھین لیگئے، اگر یہ باکمال شاعر صرف دس برس بھی اور زندہ رہسکتا۔ تو اُردو شاعری کی حالت کیا سے کیا ہوگئی ہوتی، کمبخت شراب کا بُرا ہو جس نے عنفوان شباب ہی میں اس یکتائے زمانہ شاعر کے پیمانۂ عمر کو لبریز کر دیا۔ کل من علیہا فان علی توفیقی۔

❖

۱- زندہ جاوید پھول

ناظرین! بچپن میں میں پھولوں کا بڑا شوقین تھا۔ مگر بدقسمتی سے گھر کے صحن کے آگے پھولوں کا کوئی تختہ یا چھوٹا سا کنج نہ تھا۔ جس سے میں اپنی ننھی سی تفریح کو تر و تازہ رکھتا۔ یہ ایک ناخوشگوار کمی تھی جو مجھ کو ہر وقت مغموم اور افسردہ خاطر بنائے رہتی تھی ننھی سی جان اور پھولوں کا ارمان۔ اتنی جرأت کہاں کہ خود بازار جا کر گل فروشوں کی دکان سے پھول مول لاؤں اور اُن سے اپنا دل بہلاؤں۔ علاوہ اس کے باپ کی شفقت ماں کی محبت اپنے صغیر سن بچے کو گھر سے تنہا باہر نکلنے کی بھلا کب اجازت دیسکتی تھی مجھے کسی خاص قسم کے پھولوں سے رغبت نہ تھی۔ بلکہ میرا تعشق اُن کے ساتھ عام تھا۔ میرا دل جیسا چنبیلی کی نرم و نازک نکیلی کلیوں سے مانوس تھا۔ ویسے ہی مجھے گلاب کی ننھی ننھی خوشنما پنکھڑیوں سے بھی محبت تھی میں نہ صرف پھولوں کو دیکھنے کا ہی شائق تھا۔ بلکہ میرے دماغ کو بھی اُن کی بُو سے ایک فطری مناسبت تھی۔ خوش قسمتی سے میرے ہمسایہ میں دو چار مالنیں بھی رہتی تھیں جو میری ماں کو کبھی کبھی پھولوں کے ہار اور گلدستے بنا کر دیجایا کرتی تھیں میں اُن کو دیکھکر بے اختیار باغ باغ ہوجاتا۔ اور مارے خوشی کے جامہ میں پھولا نہ سماتا۔ اور اُن کو لیکر اچھلتا کودتا ماں کی نظر بچا گھر سے باہر نکل جاتا۔ اور اپنے ہم سن لڑکوں کے ساتھ بڑے شوق سے گلیوں میں کھیلا کرتا۔ بدنصیبی سے اگر میرے ساتھ کے کھلاڑیوں میں سے

کوئی شریر بچہ میرے ہاتھ سے اُنکو چھین لیتا تو میرے نازک دل کو سخت صدمہ پہنچتا اور میں نہایت آزردہ دلی اور مایوسی کے ساتھ روتا چیختا گھر کو واپس آتا۔ میری ماں مجھ پر بڑی شفیق تھی۔ مجھ کو غمگین اور مضطرب پاکر بازار سے پھولوں کے ہار فوراً منگوا دیتی۔ اور میں اُن کو لیکر پھر اپنے چھوٹے چھوٹے رفیقوں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہو جاتا۔ مگر آہ! یہ چھوٹا سا مشغلہ اس قابل نہ تھا۔ جس سے میں اپنے شوق کی پیاس کو جی بھر کر بجھا سکتا کیونکہ مجھکو تو اِس بات کی دہن تھی کہ سوتے۔ جاگتے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے ہر وقت پھولوں کا ایک تروتازہ چمن میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں کسی لمحہ اور کسی ساعت بھی اُن کو اپنی نگاہ سے جُدا کرنا نہ چاہتا تھا۔ اور مجھے اُن کی مفارقت نہایت ہی شاق اور ناگوار تھی۔ شفیق باپ نے جب اپنے کم سن نونہال کو اوائل ہی سے پھولوں کا بے طرح شیدا پایا تو گلاب کے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے پودے لاکر صحن میں لگادیے۔ جن میں کچھ دنوں بعد متعدد پھول آنے لگے مگر اُن سے میری سیری نہوئی کیونکہ اُن کی بہار دیرپا اور مستقل نہ تھی۔ وہ بہت جلد کملا جاتے تھے۔ مٹی کی چلچلاتی ہوئی دوپہر کی ناقابل برداشت دہوپ۔ اور بادسموم کے تند تند جھونکے۔ یہ دو ایسے قوی اسباب تھے۔ جو بہت جلد اُن کے مسکراتے ہوئے چہروں کو پژمردہ کر دیتے تھے۔ اور وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں سکوڑ کر مایوسی کے عالم میں ہمیشہ کے لئے سرنگون ہو جاتے۔ مجھ کو یہ گوارا نہ تھا کہ نیچر اِس چھوٹی سی غیر ذی روح معصوم مخلوق کے ساتھ ایسا بُرا برتاؤ

کمرے اور میری تفریح کے مشغلے میں مخل ہو۔ اِس خیال سے میں اور بھی رنجیدہ خاطر رہنے لگا۔ اور مجھہ کو اب پھولوں کے کسی ایسے زندہ جاوید پھول کی جستجو کی تلاش ہوئی جسکی بہار ہمیشہ میرے آنکھوں کے سامنے تر و تازہ رہے۔ اور جس کی شگفتگی پر بے رحم زمانہ کا غاصب ہاتھ اثر نکر سکے۔ مہربان باپ نے جب یہ دیکھا کہ ننھا بچہ ہر وقت ملول اور اُداس رہتا ہے اور باوجود اِن دلچسپ قدرتی مشاغل کے اُس کا سودا روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو میری دلبستگی کے لیئے مختلف قسم کے سامان مہیا کیئے۔ شہر کے بساطیوں کی دوکانوں سے کتنے ہی رنگ برنگ کے نگارستے اور انواع و اقسام کے گلدان منگواکر میرے کمرے میں جا بجا آویزاں کر دیئے۔ میری چھوٹی سی میز کو مختلف قسم کے گل بوٹوں سے سجایا۔ میری ماں بھی حتی الامکان میری دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرتی تھی۔ کبھی میرے دل بہلاؤ کے لئے میرے قبا کے دامن پر گلاب کا کوئی خوشنما پھول کاڑھتی کبھی کاغذ کے گل بوٹے تراش کر میرا دل اُنسے لبھاتی۔ مگر مجھکو اُن کی ذرا سی پروا نہ تھی۔ میرے قدرتی شوق کا دائرہ خدانخواستہ ایسا تنگ اور کوتاہ نہ تھا۔ جنکو چند انسانی صنعت کے تراشے ہوئے مصنوعی پھول اپنے اوچھے دامن میں ڈھک لیتے۔ مجھکو تو کچھ سودا ہی اور تھا۔ پھر بھلا ایسے لوچ و لچر ناچیز مشاغل کا میرے دل پر کب اثر ہو سکتا تھا۔ قطع نظر اِسکے مجھکو ابتدا ہی سے تصنع سے نفرت تھی اور میرے دل و دماغ فطرتاً مصنوعی اشیاء کی بیرونی نمود اور ظاہری

زرق برق سے سخت متنفر تھے۔ میں تو نیچر کے کسی گلشن گر ہمتقل نظارہ کا خواہ تھا۔ جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ بالجملہ اب مجھکو بقا کے پھولوں کی جستجو تھی۔ مگر ایسے زندہ جاوید پھولوں کا ایک فانی کیلئے ہاتھ آنا اور وہ بھی علی الخصوص اس ناپائیدار دنیا میں جو بجا سے خود فنا کا مرکز ہے۔ اور جس میں ایک ایک منٹ پر مادی اشیا کی ہئیت اور ان کے اجزا کی ترکیب و ساخت میں بیشمار تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ کوئی آسان بات نہ تھی۔ آپ جانئے چھوٹے بچے کا شوق بڑا ہوتا ہے اور پھر اس پر ناکامی۔ یہ ایک ایسا نکیلا کانٹا تھا۔ جو ہر وقت نشتر بنکر میرے جگر میں کھٹکا کرتا۔ اور مجھکو کسی پہلو چین نہ لینے دیتا تھا۔ میں اپنی کامیابی کے لئے کتنے ہی خیالی منصوبے باندھا کرتا۔ اور میرے ننھے سے دماغ میں مختلف خیال گونجتے رہتے تھے۔ مگر بے سود۔ قصہ مختصر کثرت شوق کی ناکامی بلائے بے درمان سی بنکر کچھ ایسی پیچھے پڑی کہ تھوڑے سے ہی دنوں میں چھوٹے بچے کو بستر علالت پر لٹا دیا۔ میرے رخساروں کی سرخی جاتی رہی۔ ذرا سا منہ نکل آیا۔ اور اس غم میں گھلا کرتا یوں سے بدتر ہوگیا۔ میرے والدین نے بہتا ندہ میری تسلی اور تشفی کی کوشش کی۔ نہ کہیں سے مجھکو زندہ جاوید پھول ہاتھ آتے اور نہ میرے قلب ناشکیب کو تسکین ہوئی۔ میرا سودا گیا پر نہ گیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ شام کے وقت اپنی خوابگاہ میں ایک ہلکی سی مسہری پر لیٹا تھا میری دائی آہستہ آہستہ پنکھا جھلتی جاتی تھی قریب ہی

ایک چھوٹی سی میز پر گلاب کے پھولوں کے گلدستے گلدانوں میں رکھے تھے۔
جو اپنی دلاویزی سے ایک برقی کشش کے ساتھ بے اختیار دل کو اپنی طرف
کھینچ رہے تھے۔ مگر میرا دل اب اُن سے بالکل ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ مجھ پر اُن کی
بے ثباتی کی حقیقت پہلے ہی کھل چکی تھی۔ اور ان کے دھوپ میں کملا
جانے والے بشروں سے اُن کی ناپائیداری کا سبق سیکھ چکا تھا۔ مجھکو یقین
ہو گیا تھا۔ کہ رات کا ظاہری حسن محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اور کسی
بازیگر کے تماشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ممکن تھا کہ وہ اپنی خدا داد
خوبصورتی اور پاکیزی سے کسی اورکم سن بھولے بھالے بچہ یا کسی شوقین
نوجوان کے دِل پر جو میری طرح زندہ جاوید پھولوں کا جویا نہ ہوتا۔ تھوڑی
دیر کے لیئے اپنا قبضہ کر لیتے مگر میرے دل میں تو اب اُن کی ذرا بھی قدر
و منزلت نہ تھی اور ان کو نہایت تحقیر و حقارت اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتا
تھا۔ میں اُن کی بے ثبات ہستی کا خیال کر کے اُن کی قسمت پر افسوس کر رہا تھا
کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ شہر سے کچھ فاصلہ پر کسی پُرفضا
وادی کے دامن میں ایک آبشار بڑے دلفریبی کے ساتھ بہ رہا ہے۔ پانی
کی صاف شفاف ہموار سطح پر کتنے ہی کنول کے پھول شگفتہ ہیں۔ جن پر
آفتاب کی رنگین ہلکی کرنیں بڑی نظر فریبی کے ساتھ اپنی نورانی عکس ڈال
رہی ہیں۔ پھر آنکھ اُٹھا کر غور سے جو دیکھا تو اُنکی نرم و نازک لچکدار ٹہنیوں
پر کتنے ہی پانی کے سانپ لپٹے نظر آئے۔ جنکی پیٹھ پر رنگ برنگ کے خوشنما
داغ اور چتیاں پڑی تھیں اور جو دیکھنے میں بہت ہی بھلے لگتے تھے۔ یہ

خدا کی مخلوق ایسی چھوٹی تھی کہ ایک غائر نگاہ اسکو بدقت محسوس کر سکتی تھی۔ آبشار کی ایک جانب تماشائیون کا جم غفیر نظر آتا تھا اور دوسری جانب ایک سُہانا خوشگوار کنج آنکھون کے سامنے تھا جس کا نظارہ بے اختیار دل پر سحر و افسون کا کام کر رہا تھا اور جس میں رنگا رنگ پھول کھل رہے تھے جن کے تر و تازہ اور شگفتہ چہرے دیکھنے والون کو دور سے اشارہ کر رہے تھے کہ اُن کی اچھوتی صباحت اور قدرتی نفاست کو ابھی زمانہ نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور انکا دامن رنگ انقلاب کے بدنما دھبوں سے بے لوث ہے جیسا کسی معصوم بچے کا دل دنیا کی نجاست اور معصیت کے رنگ سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ مجھ کو ایسے خوبصورت پھول دیکھنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اُن کی بہار آنکھون کو بہت ہی بھلی لگی اور مجھکو یقین ہو گیا کہ جن پھولون کی مجھ کو تلاش تھی وہ غالباً یہی ہیں۔ میں اُن کی طرف ٹکٹکی باندھے بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اُن کا ہاتھ آنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ وہ مجھسے بہت دور تھے اور بیچ میں پانی کی دیوار حائل تھی۔ اِس چھوٹے سے کنج میں کتنے ہی سبز پوش خضر صورت بزرگوار بھی ٹہل رہے تھے۔ جن کے سر ولت پر بہو لونکی خوشنما کلغیان اور طرے لٹکتے تھے۔ اور جن کے مقدس نورانی چہرے روحانی نیکیون کی صیقل سے مجلّی نظر آتے تھے۔ ان کے متین اور سنجیدہ قدسون کی رفتار اِس بات کی بین دلیل تھی کہ انہون نے اعلیٰ درجہ کی عاقلانہ احتیاط اور ہمایرانہ استقلال کے ساتھ اِس خطرناک آبشار کو عبور کر کے آپ کو اس کنج تک

امن وحفاظت کے ساتھ پہنچایا ہے۔ اور جواب اپنی پچھلی جانفشانیوں اور عرق ریزیوں کے حیلے میں ان نایاب پہولون کی گلگشت سے متمتع اور بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ میں اس دلچسپ تفریح میں ہمہ تن مصروف تہا کہ یکایک ہوا کے جھونکوں کی سنسناہٹ اور پتوں کی کھڑکھڑاہٹ نے میری محویت کی رخ کو بدل دیا۔ اور میری نگاہ پھیل کر یک بیک مقابل کی صف پر جا پڑی۔ اب جو دیکھتا ہون تو تماشائیوں کے مجمع میں سے کتنے ہی خوشرو جوان سطح آب پر تیرتے دکھائی دیئے۔ جن کے نوخیز اور بے ریشے چہرون سے مترشح ہو رہا تھا کہ وہ ابھی دنیا میں داخل ہوئے ہیں۔ اور زمانہ کے نشیب وفراز، پست وبلند۔ اوج وحضیض سے بالکل ناآشنا اور نابلد ہیں۔ تقاضائے سن بتا رہا تھا۔ کہ ابھی ان کو دنیا میں طمانیت وفراغت کے ساتھ ایک کامیاب عملی زندگی بسر کرنے کے لئے بیشمار تجارب اور مشاہدات کی ضرورت ہے۔ ان کے دماغون کے فانوس تعلیم کی برقی روشنی سے تو ضرور مجلّی تھے۔ مگر ابھی اُن پر تجربے پاشی نہیں کی۔ اُن کے قدم بعینہ زندگی کے دشوار گزار زینے کی خطرناک سیڑھیوں پر تھے۔ جہان زمانہ کی ٹہوکر اس سے پہلے کتنے ہی غیر محتاط ناعاقبت اندیش عیاش طبع نوجوانون کو ڈھکیل کر نکبت میں گرا چکی تھی۔ دنیا کی کتنی ہی غیر مفید تفریحین اور نفسانی خواہشین اُن کے دامن سے بلائے ناگہانی کے طرح لپٹی تھین۔ اس وقت اُن پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری تھا۔ اور ایک غیر معمولی جوش وخروش کے ساتھ کنول کے

پھول توڑنے کو جو پانی میں شگفتہ تھے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اُن کی نگاہیں ایسی عمیق اور تیز پرواز تھیں۔ جو سطح آب سے گذر کر سامنے والے کنج تک آب کو امن و عافیت سے پہنچاتیں۔ اور اُن خوشنا پھولوں کی گل چینی خطا اُٹھاتی تھیں۔ حقیقت الامر تو یہ ہے کہ وہ اپنی محویت میں کچھ ایسے کھوئے گئے تھے کہ اُن کو ان پھولوں کا شان و گمان بھی نہ تھا۔ وہ خضر صورت بزرگوار جو سامنے کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اُن کی کم بختی پر تاسف کرتے ہوئے اُن کو آنے والے خطرہ سے متنبہ کرتے اور بآواز بلند کہتے جاتے تھے کہ خبردار ان پھولوں کو ہاتھ نہ لگانا۔ ان میں سانپ ہیں۔ مگر ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی تھی۔ اور ان کی جانب برابر بڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ اب بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور پھول چننے میں مشغول ہو گئے۔ ابھی مشکل سے دو چار توڑے ہونگے۔ کہ سانپوں نے اُن کو کاٹنا شروع کیا اور اُن کے زہر سے متاثر ہو کر پانی میں غرق ہونے لگے۔ ہر چند ہاتھ پاؤں مارے اچھلنے کی کوشش کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا پانی کی موجیں ہمیشہ کے لئے ان کو اپنے آغوش میں لیکر بیٹھ گئیں اور اسطرح ان کی تفریحوں اور تمام امیدوں پر جو ان پھولوں کے ساتھ وابستہ تھیں۔ پانی پھر گیا۔ ناظرین! میں نے ایسا عبرتناک سین پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ارے دہشت کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میری آنکھ یکایک کھل گئی۔ اب جو آنکھیں مل کر دیکھا تو نہ وہ آبشار تھا۔ نہ وہ سہانا کنج نہ وہ تماشائیوں کا انبوہ۔ نہ وہ وادی میں تھا اور میرا کمرہ۔ میری دائیں جانب

مجھکو تنہا سوتا چھوڑ کر کسی ضرورت سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی
اب میں تنہائی میں اپنے خواب کی تعبیر پر غور کرنے لگا۔ اور بہت دیر
نہ گذری تھی۔ کہ مجھ پر اسکی حقیقت کھل گئی۔

وہ آبشار ہمارے زندگی کا سرچشمہ تھا اور پانی کی سطح پر جو کنول کے پھول شگفتہ تھے اور جن پر رنگ برنگ کے سانپ لپٹے تھے وہ دنیا کے کتنے ہی دلچسپ مگر مہلک نظارے تھے۔ جنکا دلکش سین بہت جلد نوجوانوں کو اپنا فریفتہ بنا کر شہوت۔ معصیت۔ بدی۔ شرارت۔ اور فسق و فجور کے چاہ ہلاکت میں گرا دیتا ہے۔ وہ خضر صورت بزرگوار جو سامنے والے کنج میں دکھائی دیتے تھے اور جن کے سروں پر پھولوں کی خوشنما کلغیاں اور طرے مزین تھے وہ محب قوم مشاہیر ہیں جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی مرتاض نفس کشی۔ محتاط ریاضت۔ غیر معمولی انقباط طبیعت اور پر جوش ہمت کے ساتھ زندگی کے پُرخطر بحر زخار سے گزرتے ہوئے قومی اور ملکی خدمات کو بڑی سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اور جن کے فرق پر اُن کی بیغرضانہ حُب وطنی اور بے لوث جانبازی کے صلے میں بالآخر شہرت عام اور بقائے دوام کے زندہ جاوید پھولوں کے تاج رکھے گئے۔

اے میرے بھولے بھالے نوجوانو! اگر تم کو بقا کے پھولوں کی جستجو ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ ان روشن دماغ عالی خیال مشاہیر کی طرح زمانہ تمہارے سر پر بھی زندہ جاوید پھولوں کے تاج رکھے۔ اگر تمہاری

آرزو ہے کہ تم کو بھی ان بزرگواروں کے پہلو بہ پہلو اس پُر فضا کنج میں (جس سے میری مراد حیات جاوید ہے) جگہ ملے تو اُٹھو اور دنیائے دنی کے گرویدہ کرنیوالے تعیش خیز نظاروں اور شہوت انگیز تفریحوں کو (جو تمہاری ترقی کے جادہ میں سد راہ ہیں۔ اور تم کو فاسقانہ زندگی کے مہلک راستوں پر لیجانے والی ہیں) بالائے طاق رکھکر زندگی کے آبشار کو پامردی اور احتیاط کے ساتھ عبور کرو۔ اگر تم دنیا کی غیر ضروری اور معصیت آمیز دلبستگیوں کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑو گے اور یونہی عیش و نشاط بنے رہو گے۔ تو یاد رکھو کہ تمہارا بھی ویسا ہی ٹریجک انجام ہوگا جیسا کہ اُن بدنصیب نوجوانوں کا ہوا ہے۔ جنھوں نے کنول کے پھولوں کی ظاہری خوشنمائی پر فریفتہ ہوکر اپنی بیش بہا جانیں تلاطم امواج فنا کے نذر کردیں اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے گمنامی کے پردہ میں روپوش ہوگئے۔

اے یاران نشاط! یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی دلکش سین قابل التفات نہیں اور یہاں کی ساری تفریحیں اور مشغلے یہیں رہجائیں گے ان چیزوں کو اس زندگی سے بہت کم مناسبت ہے جو ہم کو ایک ایسی روحانی دنیا میں تنہا بسر کرنی پڑیگی، جہاں زن و فرزند کی محبت دنیوی عیش و عشرت۔ شان و شوکت اور مال و دولت ان میں سے کوئی بھی کام نہ آئیگا دیکھو ایک نازک خیال شاعر دنیا کی بے ثباتی کے مضمون کو چند دردناک اشعار میں کس خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہے ؎

ای پدر شو ز عالم فانی — هوس دل در چه میرانی
ظاهر اگرچه هست نقش و نگار — باطنش جمله هست ویرانی
دیگران آمدند و بگذشتند — چند روزے تو نیز مهمانی

(سُرور جهان آبادی)

حمدِ باری

عقلِ دقیقہ رس کا دوڑا سمند برسوں — روندا کیا جہان کے پست و بلند برسوں
ڈھونڈھا کیا تجھے میں زار و نژند برسوں — بامِ فلک پہ پھینکی اڑ کر کمند برسوں
تیرا پتہ نہ پایا۔ او لامکان والے — ساری جہاں میں ڈھونڈھا سارے جہان والے

بلبل کا ہم نوا میں اکثر رہا چمن میں — بیٹھا کیا بہت دن پھولوں کی انجمن میں
خلوت نشین رہا ہوں غنچوں کے پیرہن میں — دوڑا کیا میں برسوں اس وادیٔ کہن میں
دنیا کو چھان ڈالا تیرا پتہ نہ پایا — نقشِ قدم کا تیرے جلوہ نظر نہ آیا

اک عمر بتکدے میں رگڑا کیا جبین میں — کعبے میں بنکے بیٹھا اکثر حرم نشین میں
برقِ جمال بنکر دوڑا تہِ زمین میں — تاروں کی انجمن میں برسوں رہا مکین میں
لیکن کہیں تجلی تیری نظر نہ آئی — وہم و گمان سے یارب تیری نہ کنہ پائی

جنگل میں آہ برسوں دھونی رما کے بیٹھا — پربت پہ بن کے جوگی آسن جما کے بیٹھا
صحرا کی وادیوں میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا — تیرے لیے جہان سے میں ہاتھ اٹھا کے بیٹھا
ڈھونڈھا کیا تجھے میں بیراگیوں میں برسوں — بیٹھا فقیر ہو کر میں تیاگیوں میں برسوں

تیرا نشان لیکن او بے نشان نہ پایا — وحدت کا آہ تیری رازِ نہان نہ پایا
خلوت نشین جہان ہے تو۔ وہ جہان نہ پایا — وہ سرزمین نہ پائی وہ آسمان نہ پایا
زروں میں اڑ کے چمکا تاروں میں جا کے جھلکا — جلوہ نظر نہ آیا پر شاہدِ ازل کا

پھوڑا کیا بہت دن سر شوق جبہ سائی — لیکن نہ آستان تک تیری ہوئی رسائی
دیر و حرم میں برسوں کی قسمت آزمائی — تمثال آہ لیکن تیری نظر نہ آئی

تو جلوہ گر کہاں ہے! او دو جہاں کے مالک — شمس و قمر میں کیا ہے! او آسمان کے مالک
پھولوں میں آہ کیا ہے موجِ شمیم تیری — یا رب ہے کس چمن میں بادِ نسیم تیری
غنچوں میں کیا ہے بوئے رازِ قدیم تیری — آرامگاہ ہے کیا باغِ نعیم تیری
تو عرش کے فضا میں ہے یا بہشت میں ہے — کعبے میں تجھکو ڈھونڈوں یا تو کنشت میں ہے
کاشی میں کیا ہے تیری تقدیس کا شوالہ — پریاگ میں ہے تیرا کیا آہ! دھرم سالہ
ناقوس میں ہے کیا تو محوِ خروش نالہ — ہے آہ! دوارکا میں کیا تیرا پاٹ شالہ
توحید کی سنا کر دلکش کہانیوں کو — دیتا کہاں ہے سکشا تو اپنے گیانیوں کو
برسوں سے پھر رہا ہوں میں تیری جستجو میں — کھویا گیا ہوں اکثر میں کوئی آرزو میں
جلوہ فزا ہے کیا تو پھولوں کے رنگ و بو میں — کیا تیرے زمزمے ہیں بلبل کی گفتگو میں
میں محوِ ذوق تیری وحدت کے راگ کا ہوں — پروانہ آہ! تیری الفت کی آگ کا ہوں
حسرت کش تکلم ہوں آہ! اک زمانہ — ہے شیخ و برہمن کے لب پر ترا فسانہ
وحدت کا آہ! تیری میں بھی سنوں ترانہ — کچھ سوزِ عاشقانہ کچھ سازِ مطربانہ

پردے میں بانسری کی مجھکو صدا سنا دے
بنسی بجانے والے وحدت کا گیت گا دے

زمزمۂ توحید

تیری شمیم وحدت ہے ہر کلی میں پنہان — ہر گل میں دیکھتا ہوں یا رب بہار تیری
گردوں پہ مہر و مہ میں پرتو ہے تیری تاب کا — تاروں کی روشنی ہے آئینہ دار تیری
ہر شے میں ہے تجلی پروردگار تیری

تو شمع انجمن ہے اس محفل کہن کی — اک بزم ناز تیری ہے تنگنائے ہستی
رونق ہے تیرے دم سے کاشانۂ چمن کی — کیا دشت کوہ و ہامون کیا عالم بلند و پستی
قدرت ہر ایک شے سے ہے آشکار تیری

قالب میں روح کو ہے شوق وصال تیرا — سودا ہے جبہ سائی کا تیرے در پہ سر کو
خلوت نشین کہاں ہے یا رب جمال تیرا — دل کو ترے لقا کی حسرت تیری نظر کو
آنکھوں کو جستجو ہے لیل و نہار تیری

آنکھوں کو روز و شب ہے دید حرم کا سودا — اور شوق کہہ رہا ہے تو ہے فضائے دل میں
باغ بہشت کیسا کیسا ارم کا سودا — بے پردہ تو ہے یا رب خلوت سرائے دل میں
چھوٹی سی انجمن ہے یہ جان زار تیری

اے شمع حقیقی! اے بیکسوں کے والی! — ہر دکھ کی تو دوا ہے ہر درد کا ہے درمان
پتلا بنا کے مٹی کا تو نے جان ڈالی! — بحر کرم کا تیرے یا رب! نہیں ہے پایان
بندوں پہ اپنے شفقت ہے بے شمار تیری

وہ دل ہے خون جس میں تیری نہ آرزو ہو — وہ آنکھ کور ہے جو تیری نہ ہو آشنا
ٹوٹیں وہ پاؤں جن کو تیری نہ جستجو ہو — پہلو میں دل ہے تیرا حسرت کش تمنا

قالب میں جان مضطر امید وار تیری

ہر شاخ بارور کو تو نے فروتنی دی — سبزہ کو دلفریبی پھولوں کو رنگ و بو دی
پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی — بخشا صدف کو گوہر، گوہر کو آبرو دی
بخشش ہے عام سب پر آمرزگار تیری

مبداء آفرینش یارب ہے ذات تیری — جلوے سے تیرے قائم ہے شان اوج و پستی
جلوہ گہِ ازل ہے۔ یہ کائنات تیری — ائے علت علل! تو ہر چیز کی ہے ہستی
ہستی مگر ہے سب سے بیگانہ وار تیری

ترانہ وحدت

دل میں آنکھوں میں تیرے حسن کی ہے جلوہ گری — یہ وہ شیشے ہیں۔ کہ جن میں ہے وحدت سے بھری
تو وہ خودبین و خودآرا کہ پس پردۂ ناز — محو آئینہ تمکین ہے تیری عشوہ گری
میں وہ سرگرم تحیر کہ دم آرائش — تک رہی ہے تیرا منہ میری پریشان نظری
دین و دنیا کا رہا ہوش نہ میخواروں کو — تیری آنکھوں نے پلائی وہ مے بیخبری
محفل یار میں دل اور کوئی دم جیتا — ساتھ تو نے نہ دیا آہ! چراغ سحری
اشک کہتے ہیں کہ پھیکا ہے ابھی رنگ فنا — المدد المدد ائے تحفۂ خون جگری
اسکے کوچہ میں میری خاک کو کرنا برباد — آخری تجھ سے وصیت ہے نسیم سحری
دل بیتاب ہے جولانگہ صد برق تپش — رخصت ائے قافلۂ صبر و شکیب جگری
حسن پنہان ہے چراغ تہ دامان تیرا — برق بے پردہ ہے پردہ میں تری جلوہ گری
یادگار اپنی تجھے، کنج قفس میں دم مرگ — چھوڑتے جاتے ہیں ہم ائے حسرت بال و پری

ضعیدے ہوتے تھے برپا نہ جہاں میں شب و روز — تیری آنکھوں میں یہ پہلے تو نہ تھی فتنہ گری
اٹھ گیا دامن صحرا سے تیرا دیوانہ — سر پٹکتی ہوئی اب پھرتی ہے شوریدہ سری
کوئی دن اور ہے اڑنے کی تمنا صیاد — خاک اڑائیگی کبھی حسرت بے بال و پری
تکتی ہے تیرے تصور میں دم باز پسین — ہائے کس یاس سے منہ سب کا پریشان نظری

اپنے بیمار محبت کی خبر لے اب تو
کہ ہے مہمان کوئی دم کا یہ چراغ سحری

رباعیاتِ سُرور

بت خانہ جدا ہیں، خانقاہیں ہیں جُدا — ارباب پرستش کی نگاہیں ہیں جُدا
جویا تیرے شیخ و برہمن ہیں دونوں — منزل تیری ایک ہے یہ راہیں ہیں جدا

آغاز ہے کچھ ترا نہ انجام تیرا — بندوں پہ ہمیشہ لطف ہے عام تیرا
مندر میں ہے پر خدا ہے تو مسجد میں — جپتے ہیں شیخ و برہمن نام تیرا

گلچیں جو گلوں کو لے چلا چن چن کر — کلیوں نے کہا یہ منہ سے سر کو دھن کر
کل آہ! یہی ہمارا ہوگا انجام — رو یا کیا میں بہت صدا یہ سن کر

یارب ہے یہ دفن کس کی میت دلمیں — سر پیٹ کے رو رہی ہے حسرت دلمیں
پامال ہوئی آہ! ہے یہ ناروں کی بیری — اے یاس بیکسی کی تربت دلمیں

دیگر

شیشوں میں جھلکتی ہے مئے ناب نظر ... ہوں آکے شریک بزم احباب نظر
ہے نور نگاہ دیدۂ شوق ادیب ... آنکھوں سے لگائیں کیوں نہ ارباب نظر

اُتری ہے فصاحت کی پری شیشوں میں ... یا نطق کی ہے جلوہ گری شیشوں میں
اوراق ادیب میں ہیں اشعار سرور ... یا ہے مئے لالہ گوں بھری شیشوں میں

اے محو نشاط سونے والو اُٹھو ... سرمایۂ عمر کھونے والو اُٹھو
آتی ہے وہ قافلے سے آواز جرس ... نکلا خورشید سو گئے والو اُٹھو

تلاش حقیقت

ماریاسمین

آ! کلیجے سے لگا لوں تجھکو ماریاسمین ... ہیں کسی گیسو کے خم تجھ میں کسی ابرو کی چین
یہ قیامت کی شکن۔ اور یہ بلا کے پیچ و خم ... آہ! کس کافر ادا کی تو ہے زلف عنبرین
ہے تیری حسن سیر سے دل گرفتار دلبستگی ... قیس ہیں حیران۔ آہ! تو ہے لیلی محمل نشین
آہ! اے ظالم! اے فتنہ! تیری گرمی ادا فتنہ گر ... دل کو پھونکے دیتی ہے تیری نگاہ آتشین

مجھکو وہ لذت ہی ملتی آہ! تیری زہر میں
میں سمجھتا ہون کہ ہی تیری زبانمیں انگبین

شب کو بانسی سے دلہن بنکر نکلتا یون ہی تو
بال کھولے گھر سے نکلے جیسے کوئی مہ جبین

گرمیوں میں جیسے صندل ہی حسینونکو پسند
ڈھونڈھتا پھرتا ہی یونہی تو بھی شاخ یاسمین

پھن اٹھا کر آہ! مستی میں وہ لہراتا تیرا
جیسے ہو جوبن کی متوالی کوئی ناز آفرین

سبزہ زاروںمیں ہی شب کو اک عروس بے نقاب
دنکو بانسی میں ہی تو اک شاہد پردہ نشین

او فسون گر! آہ! ہون میں کشتۂ زلف دراز
مجھکو ڈس لے- تیرے ڈسنے کا مجھے شکوہ نہیں

تجھ سے میری گیسوؤں والے کی ملتی ہی ادا
میری نظروںمیں تو ہی تو حسینوں کا حسین

او ستمگر! آہ! کب کالا سمجھتا ہون تجھے
میں تو اپنا گیسوؤں والا سمجھتا ہون تجھے

طول شبہائے جدائی تو ہی- یا زلف دراز
تجھکو ظالم! اپنے قامت کی درازی پر ہی ناز

اک ادائے عشق بھی مضمر ہے تیرے حسن میں
تو وہ نیرنگ فسون ہی آہ! او عشوہ طراز

سردیوں کی شام خلوت میں ہی تو زلف سیاہ
اور شب غم میں ہی دونا لہلہائے جانگداز

گر دیئے گل آہ! کتنے قلب سوزاں کے چراغ
تیرے آنکھوں نے کیئے کیا کیا در فتنہ [illegible]

ڈسنے والے کیوں نہ جی اٹھیں تیری آواز پر
بین کی نغموں کی ہی ظالم! اسقدر جانی نواز

یاد میں پڑتا جو میرے بنکے تو زنجیر عشق
اپنی زلفوں پر نہ ہوتا گیسوؤں والے کو ناز

جب نظر آئے کسی گیسو میں تیرے پیچ و خم
تجھ پہ ظالم! کھل گیا دل کی گرفتاری کا راز

ہوش میں سر زلف ہاتھوں پر کھلاؤں آ! تجھے
میں نہیں ہوں شیوہ رسم وفا سے بے نیاز

میری نظروں میں [illegible] گیسو آہ! ایک
دے نہ دھوکا آہ! مجھکو تو [illegible]

ٹوٹ بھی جا اے طلسم دام ہستی ٹوٹ جا
اٹھ بھی جا آنکھ سے اے پردۂ عشق مجاز

دوست دشمن میں رہی باقی نہ تھا مجھ کو تمیز　　کھینچدے تصویر یکرنگی دل آئینہ ساز

میں سمجھتا کسی کافر کی زلف عنبرین

آستین میں اپنی پالون آہ! مار یاسمیں

وقت اجل

ہمکو ہے معلوم آئیگی چمن میں کب خزاں　　پھول مرجھائینگے کب اور کب جھڑینگی پتیاں

ہیں فضائے عرش پر تارے سحر تک میہمان　　اے اجل! لیکن ہی سربستہ ترا انداز نہان

کاشمین میں پھر جو رہتی ہیں دل ناکام کو　　لطف صحبت دوستوں میں ہیں اٹھاتے شام کو

لیٹے ہیں بستر پہ شب کو خواب راحت کے مزے　　کچھ ادائے فرض طاعت کچھ عبادت کے مزے

پر نہیں پابندی صبح و مسا تیرے لیے　　کوئی ساعت ہو برابر ہی قضا! تیرے لیے

ہمکو ہے معلوم ہوگا بدر کامل کب ہلال　　آئینگے سوئے چمن کب طائران خوش مقال

اور یہ بھی جانتے ہیں اک مقرر وقت پر　　سبز کھیتونکو بنائیگی خزان ملبوس زر

تیرے آنے کا کریں لیکن اجل کب انتظار

کوئی موسم ہو کوئی دن ہو کہان تجھکو قرار

کیا وہ موسم تیرے آمد کا ہی مرگ ناگہان!　　کرتی ہے باد صبا پھولوں سے جب سرگوشیاں

یا وہ دن ہیں تو نہا کر جب گلستان میں گلاب　　زرد پڑ جاتا ہی مانند شعاع آفتاب

تیرا سکہ جو رواں قلزم میں بھی آتش نوش — تو وہاں بھی ہے بہا مہر جبیں ہے سرگرم خروش
تو ہوا میں بھی صدائے نغمۂ شیریں میں ہے — اک ادائے جاں ستاں ظالم! ترے تمکین میں ہے
تیرے جولانگاہ میں آئینہ شادمان و امان — اے اجل تو ساتھ ہی ہم آہ! جاتے ہیں جہاں

تیرا قبضہ جو وہاں بھی آہ اے بیداد گر! — بیٹھکر دو دوست ملتے ہیں جہاں زیر شجر
شعلہ افگن تیغ ہے تیری صفوف جنگ میں
اے اجل! تیری تجلی ہے غرض ہر رنگ میں

موت کی گھڑی

موسم خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ فشاں
پھول مرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہے خزاں
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں ستارے پنہاں
لیکن اے موت مقرر ہے ترا وقت کہاں

دن کو ہوتا ہے غم دہر سے ہر اک کو کام
دوست ملجائیں پھر آتی ہے اسواسطے شام
رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو میسر آرام
لیکن اے موت تیرے آنے کے ہیں وقت تمام

ہمکو معلوم ہے کب بدر کو ہوتا ہے زوال
اڑکے کب جائیں گے مرغان ہوا سوے شمال

کب خزاں آ کے گلستان کو کریگی پامال
کون بتلا سکے کہ کب کیجئے تیرا استقبال

کیا وہ موسم ہے تیرا جب کہ بہار آئی ہے
اور صبا حسن گل تر کو نکھار آتی ہے

یا خزاں باغ میں جب لیکے غبار آتی ہے
نہیں ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے

تو وہاں بھی ہے جہاں ملتے ہیں دو سینہ فگار
دکھڑے رونے کیلئے بیٹھ کے زیر اشجار

تو وہاں بھی ہے جہاں ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہاں رزم میں جوہر تلوار

بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت تیری
ہم جہاں جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

مزار دوست

قبر پر الحمد پڑھکر بصد حسرت کہا — ہم گریبان چاک کی تم ہیں تیرے لالہ زار ہیں
شاد رہئے کیجئے تو بھی بیرحناک ہے اب کے یہاں — شمع روشن ہے گلوں کے قبر پہ انبار ہیں
کیا ہوا مرنیکے بعد نے رہی رونق مدام — لوگ بیٹھے ہیں وانکے اور کیا اخوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا جانئے — راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگیں ادا — کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں
اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے — خوش بیان خوش طبع ہیں کج فہم بدگفتار ہیں
بات کرنے کی صدا اصلا کسی کے آتی نہیں — کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آتی صدا اے دوست بس خاموش رہ — ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
پھول کیسے باغ کیسا عقل تیری ہے کہاں — کنج تنہائی ہے اور تنگی گلے کے ہار ہیں
گر تمہیں وہ پیکر نازک ہمارا یاد ہو — آج خاک قبر سے اس پر کفن کے ہار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں ہے گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

کارزار ہستی

ارض و سما ہیں نور کے سانچے میں ڈھل گئے — سو کر اٹھو کہ غیر ہیں آگے نکل گئے
چارہ نہ تھا حریف بہن کر سنبھل گئے — شیروں کے رزمگاہ میں تیور بدل گئے

تم بھی دکھاؤ جوہر پیکار رزم میں
مردانہ وار بڑھ کے کرو وار رزم میں

شان کشوروں کی وسعت میں تمہارا ہو انتشار — سینہ سپر ہو بڑھ کے کرو وقت کارزار
میدان کے دھنی ہو جواں ہو ہونہار — آگے تمہارے کس کی ہے دعویٰ گیر و دار

سو کر اٹھو کہ قافلے والے نکل گئے
آگے بہت ہیں تم سے رسالے نکل گئے

اٹھ کر ذرا زمانے کی دیکھو روش ہے کیا   قوموں میں جد و جہد کی دوا دوش ہے کیا
آئندہ و گذشتہ کی دل میں خلش ہے کیا   چھوڑو خیال خام کہ یہ چپقلش ہے کیا
کرلو! وہ آج جو تمہیں کرنا ہے دوستو
ڈوبی ہوئی ہے قوم ابھرنا ہے دوستو

اٹھ کر ہوائی قلعہ مسخر کرو کوئی   دشمن پہ وار رزم میں بڑھ کر کرو کوئی
میدان کارزار و وغا سر کرو کوئی   قومی نشان بلند فلک پر کرو کوئی
اٹھو! کہ کل کا دیکھ رہی ہو یہ خواب کیا
غفلت کی ہے پڑی ہوئی منہ پر نقاب کیا

دنیا کی رزمگاہ ہے شہرت کا کارزار   افسانۂ اکابر عالم ہے یادگار
ہمت کرو بلند کہ ہو عزت و وقار   کوشش کرو کہ کل کا ہے کیا خاک اعتبار
اونچا ہوا میں سب سے پھریرا اڑا کرے
طاؤس بن کے قوم کا جھنڈا اڑا کرے

آلات حرب آج تمہارے ہیں تند و تیز   اور گرم جہد و جد کا ہے ہنگامہ ستیز
رن میں بڑھو! بڑھو! کہ نہیں موقع گریز   کل تم کہاں ہو ورنہ کہاں تیغ شعلہ ریز
یہ دور امن ہے یہ ترقی کا دور ہے
دنیا کا رنگ اور تھا پہلے اب اور ہے

گذرے ہوئے زمانے کے چھوڑو خیال کو   توڑو طلسم یاد نشاط و ملال کو
چمکاؤ آسمان پہ قومی ہلال کو   دلق کہن پہناؤ نہ لیلائے "حال" کو
عہد کہن کا دفتر پارینہ مردہ ہے

تلوار پھینک ہی دو کہ یہ زنگ خوردہ ہے

یہ شاہراہِ وقت میں بے اختیار کیا
تم پیچھے پھر گئے دیکھتے ہو بار بار کیا
سو کر اُٹھو گے خواب سے روز شمار کیا
نیند دن کا اُتریگا نہ تمہارے خمار کیا

چونکو شتاب اب نہیں موقع درنگ کا
سیکھو سبق جوانو! شریفانہ جنگ کا

دن چڑھ گیا ہے خواب گراں سے اُٹھو! اُٹھو
آواز آرہی ہے بگل کی سنو! سنو
لو! آگیا غنیم وہ سر پہ۔ بڑھو! بڑھو
دشمن لگا رہا ہے نشانہ بچو! بچو!

تیار جلد تیز کرو وقت کا رہے
ہستی کا گرم معرکۂ کارزار ہے

جب شام عمر ہو گئی۔ سو کر اُٹھے تو کیا
قومی وقار ہاتھ سے کھو کر اُٹھے تو کیا
لیٹا دم اخیر ڈبو کر اُٹھے تو کیا
بس رہے شرمسار جو ہو کر اُٹھے تو کیا

جب آگیا غنیم اجل سر پہ فائدہ؟
کھولی جو آنکھ شب میں بستر پہ فائدہ

غزل

شب وصال مزہ دے رہی ہے گو تیری
قبول حق سے گھومتی ہے قند گفتگو تیری
مسل سمجھ کے دل دردمند کو میرے
کہ اس میں رہتی ہے بیدرد آرزو تیری
تیری زبان کو بگاڑا رقیب بدخو نے
کہ بات بات پہ گالی تو تھی نہ خو تیری
نگار رہا ہے حنا کون تیرے ہاتوں میں
رلا رہی ہے مجھے خون آرزو تیری

ترے سکوت میں پنہاں ہیں لاکھ ہا نغمے
کہ بے سخن بھی ہے مجھ سے میں گفتگو تیری

نہ چاک کر دل بیتاب کو ہیں سے قلم
نکل سکے نہ کہیں رہو نہ آرزو تیری

کبھی ہے تشنہ حرم کا کبھی ہے عرصۂ دشت
کہ شان شان لئے پھرتی ہے جستجو تیری

فلک اخضری ہے جام میرا

لگاؤں کیا نہ تجھے منہ میں اے دختر انگور
کہ تو ہے مایۂ فسق و فجور و عُجب و غرور

میں وہ نہیں کہ ترا جام پی کے ہوں بدمست
وہ بادہ کش ہوں کہ کہتے ہیں مجھ کو مست الست

مری شراب ہے تجھ سے کہیں مصفّا تر
لطیف و خوش مزہ و خوشگوار و زیبا تر

تری شراب سے پرہیزگار رہوں ساقی
کہ مست بادۂ جوش بہار رہوں ساقی

وہ رند ہوں کہ خم آسمان ہے جام مرا
بلند صوفی و واعظ سے ہے مقام مرا

ایاغ ساقیِ گردوں جو میرا بھرتا ہے
دماغ عالم بالا کی سیر کرتا ہے

ہوں مست نشۂ جام مظاہر قدرت
غضب کے ہوش ربا ہیں مناظر قدرت

پہاڑیوں کی فضائیں ہیں خوشگوار عجب
رواں ہیں کوہ کے دامن میں آبشار عجب

مقام یہ نہیں دیکھے ہیں مشکل تو نے
کیا نہیں ابھی کہسار کا سفر تو نے

یہ دلفریب مقامات چل دکھا لاؤں
پہاڑیوں کی ہوائے خنک کھلا لاؤں

یہیں ملے گی مئے آفتاب چل تو سہی
عجب بہار ہے گلگشت کو نکل تو سہی

نثار ہیں ترے اے کردگار قدرت کے
کہ جیتے جاگتے جلوے ہیں تیری صنعت کے

ازل میں صانع ارض و سما تھی ذات تیری
دلیل ہے تری ہستی کی کائنات تیری

کہاں تھا میں مری قسمت مجھے کہاں لائی
عدم سے جانب ہستی کشاں کشاں لائی

گراں ہے ہجر ترا جان ناشکیبا کو
تلاش ہے ترے جلوے کی چشم بینا کو

کرے نہ روح مری کیوں تری طرف پرواز
کہ زیست ہے تیری قربت میں تعزیت انداز

میں کاش عمر رواں! تجھکو چھوڑ کر بھاگوں
طلسم خانۂ ہستی کو توڑ کر بھاگوں

مکین جو روح سے خالی مکان دیکھتے ہیں
تو سر اٹھا کے سوئے آسمان دیکھتے ہیں

کوئی عقاب کی جنگل میں جیسے ہو کودک
نگاہ یاس سے ہاں دیکھتی ہو سوئے فلک

نجات دے مجھے ان شورشوں سے تو یا رب
کہ مجھکو ہے ترے جلوے کی جستجو یا رب

پریاگ کا سنگم

جب صانع ازل نے صورت تری بنائی
حوروں کو جان ہی دی آنکھوں کو جانفزائی

خاکہ بنا کے کھینچا یوں نقش ناز تیرا
بول اٹھی چھین لوں گی دل شان دلربائی

بخشی تیری زبان کو لعل شکر فشاں کو
کچھ شہد کی حلاوت کچھ قند کی مٹھائی

نقشہ بنا کے تیرا صانع دو جہان نے
تصویر تیری کھینچی اور آنکھوں سے لگائی

خلوت سے بن کے دلہن نکلی حیا جو تیری
آب رواں کی چادر منہ پر سی آکے ڈھلائی

جلوے نے تیرے مجھکو بے خود کیا کچھ ایسا
حیرت تجھے دکھانے آئینہ لیکے آئی

حسن ازل نے جسکو پایا نہ تیرے قابل
حصے میں سروشوں کے آئی وہ خودنمائی

گنگا بڑھی ادھر سے جمنا بڑھی ادھر سے
اعجاز ہے حسن نے یوں ترکیب مل کے پائی

وابستہ ہو گئے دو دامان دلفریبی
دونی نہ آہ کیونکر ہو شان دلفریبی

دلکش عجیب سنگم ہے اتصال تیرا — سینے میں موجزن ہے شوق وصال تیرا
آنکھوں میں پھر رہی ہے تصویر حسن تیری — بے چین کر رہا ہے دل کو خیال تیرا
صورت ہے آہ! تیری تمثال دلفریبی — اور نقش دلنشیں ہے نقش جمال تیرا
تیری تجلیاں ہیں آئینہ دار تمکین — جلوہ فروش حیرت غنج و دلال تیرا
اک اک ادائے دلکش ہے بے عدیل تیری — ایک ایک ناز دلجو ہے بے مثال تیرا
الفت تری دلوں میں، سودا ترا سروں میں — ہے آہ! اک زمانہ شوریدہ حال تیرا
موجوں میں آہ! تیری ہے شان کجکلاہی — بل بے غرور تیرا اف رے جلال تیرا
پانی میں آہ! تیرے ہے زیست کی حلاوت — شیریں ہے انگبیں سے آب زلال تیرا

امرت برس رہا ہے یعنی تری زباں سے
موتی ٹپک رہے ہیں لعل گہر فشاں سے

آنکھوں کو ہے یہ حسرت اف ری تری ادائیں — لوٹیں تری بہاریں، دیکھیں تری فضائیں
ساحل پہ آہ! تیرے میں محو بے خودی ہوں — اور لے رہی ہوں تیری موجیں مری بلائیں
گردوں پہ روشنی ہو تاروں کی ہلکی ہلکی — شمعیں سحر کو جیسے محفل میں جھلملائیں
کرنیں گرا رہا ہو یوں چاند اجلی اجلی — پانی میں جیسے شب کو پریاں نہانے آئیں
لب بستہ ہو پپیہے کے شور پی کہاں کا — مرغان خوشنوا کی خاموش ہوں صدائیں
عالم سکوت شب کا چھایا ہوا ہو ہر سو — اور چل رہی ہوں بھینی بھینی خنک ہوائیں
خلد بریں سے لیکر پھولوں کا آہ! زیور — دلہن تجھے بنانے کو آئیں اپسرائیں

ہوا نہ ہو سُریلی اور انکھڑیاں نشیلی　　دھیمے سُروں میں تیری عظمت کے گیت گائیں

میں کاش چاندنی میں دیکھوں بہار تیری
دلکش عجب ادا ہے اے رود بار تیری

ہے دلفریب سنگم تیرا عجیب منظر　　دو بہنیں رو رہی ہیں رونا خوشی کا مل کر
جمنا کے ہیں نکلے ہیں گنگا کی آہ ! یا ہیں　　گنگا سے رو رہی ہے جمنا لپٹ لپٹ کر
یہ ہمکنار اس سے وہ اس سے ہم بغل ہے　　دونوں نثار کرتی ہیں آنسوؤں کے گوہر
بچھڑی ہوئیں تھیں کب کی کیا جانیں دونو بہنیں　　آنسو نہیں جو تھمتے ہیں جوش غم سے دم بھر
رہنے دے انکو یکجا - دونوں ہیں بہنیں بہنیں　　ان کو جدا نکرنا اے چرخ تفرقہ گر
ان کے ملاپ میں ہے اک اتحاد دلکش　　اور اتحاد میں اک شان وفا ہے مضمر
شان وفا میں ہے اک انداز دلفریبی　　دامان حسن میں دو پھیلے ہوئے زمین پر
ہمدوش ہو رہی ہیں جیسے یہ دونوں ندیاں　　یارب ہو وصل تیرا یونہیں مجھے میسر

پردہ دوئی کا یعنی اُٹھ جائے درمیاں سے
تیرے لئے ہوں میں بیگانہ اک جہاں سے

مظاہر قدرت

لالۂ صحرا

پسند لالۂ صحرا! تیری فضا ہے مجھے　　چمن کے پھولوں سے دلکش تیری ادا ہی مجھے
بہشت خانہ تیرا کنج خوشنما ہے مجھے　　جنون میں تیرا نظارہ سکون فزا ہی مجھے
گلوں سے ہے مجھے تیرے جگر کا داغ پسند
وہ رند ہوں کہ ہے تیرا مجھے ایاغ پسند

مئے نشاط کا تیرے سرور ہی دل میں　　تیری شراب جھلکتی ہی آنکھ کے تل میں
گلوں کا عکس شفق گوں ہی تیری منزل میں　　شراب سرخ کے شیشے ہیں تیری محفل میں
عجب بہار ہے رنگ جمالیوں میں تیری
جھلکتی ہے مئے احمر پیالیوں میں تیری

مجھے بھی بھر کے کوئی جام خوشگوار پلا　　جنون کا جوش ہی سر میں مئے بہار پلا
تیری شراب کا ہوں رند بادہ خوار پلا　　ہزار جام پلا اور ہزار بار پلا
پلا وہ مئے کہ خمار وطن نہ ہو جسمیں
پلا وہ پھول کہ خار وطن نہ ہو جسمیں

فریب خوردہ بزم نشاط دنیا ہوں　　میں انجمن میں صدائے شکست مینا ہوں
نہ پوچھ ساقیِ صحرا! کہ کون ہوں کیا ہوں　　شہید ناوک بے مہریِ احبا ہوں

سرشک خون سے ہے غربت میں گو نمایاں رخ
لہو اُبھرا کسی گل کا ہو جیسے داماں سرخ

فلک نے مجھکو دکھائے ہیں سبز باغ بہت — مئے نشاط کے چھلکائے ہیں ایاغ بہت
کئے ہیں بزم تمنا کے گل چراغ بہت — دیئے ہیں اہل وطن نے جگر پہ داغ بہت
کہاں کہاں کے دکھاؤں میں آہ! داغ تجھے
جلا نہ دیں میرے دلسوز! یہ چراغ تجھے

سناؤں کیا تجھے غربت میں روئداد وطن — میں بدنصیب وطن ہوں میں نامراد وطن
ستم رسیدہ ہوں کیا خیال یاد وطن — سواد گور رنگا ہوں میں ہجر داد وطن
دل فسردہ ہوں پہلوئے داغ خوردہ ہوں
صبا بجھا گئی کیا! میں چراغ مردہ ہوں

خیال صحبت احباب کیا! وہ دل ہی نہیں — جگر میں وہ تپش شوق متصل ہی نہیں
وہ آگ تھی جو سینے میں مشتعل ہی نہیں — وطن کی خاک کا سودا اب متحمل ہی نہیں
گئے وہ دن کسی تھی غربت میں آرزوئے وطن
میرے ندیم! نہ کر مجھ سے گفتگوئے وطن ۴

ذرا سی رہنے کو دے کنج دلنشین میں جگہ — مجھے بھی تھوڑی سی صحرا کی سرزمین میں جگہ
شرار غم ہوں۔ دل داغ آفرین میں جگہ — ملے اگر تیرے آغوش نازنین میں جگہ
دکھاؤں اپنے وطن کی بہار باغ تجھے
تپ درون کے پھپھولے جگر کے داغ تجھے

جمنا جی

وہ بھی دیسی بہنے والی ایک نہر دلنشین ۔ آبجو چھوٹی سی اک نازک خرام و نازنین
تشنگی شوق گنگا میں بجھانے کے لئے ۔ جا رہی ہے اپنی ہستی کو مٹانے کے لئے
یہ وہ جمنا ہے کہ دلکش جسکا ہے انداز حسن ۔ دیکھتے ہیں آہ عاشق جسکا خواب ناز حسن
یہ وہ جمنا ہے کہ گاتے ہیں سخنور جسکے گیت ۔ مطربان خوش گلو کی ہیں زبان پر جسکے گیت

یہ وہ جمنا ہے جہان سے لیکے خلوت کے مزے ۔ لوٹے ہیں عشاق نے برسوں محبت کے مزے
جا بہنے والوں نے لپٹا کر حسینوں کے لئے ۔ ہیں لب ساحل پہ بوسے نازنینوں کے لئے
یہ وہ جمنا ہے کہ راما کی حسیں نے مدتوں ۔ برج کی اک پاکدامن نازنین نے مدتوں
بنسی والے کی جدائی میں اڑا کر سر پر خاک ۔ اپنے اشکوں سے کیا ہے دامن ساحل کو پاک
یہ وہ جمنا ہے جہان ایک بادشہ پردہ نشین ۔ آگرہ میں محو آسائش ہے جو زیر زمین
رخ سے آہستہ الٹ کر چادر آب روان ۔ دیکھتی تھی مسکرا کر منظر آب روان

آہ! اے نہر لطافت! آہ! اے بحر جمال ۔ دلمیں ہے پہلو نشین ابتک ترا نقش خیال
گرچہ تجھ میں اب نہیں وہ جلوۂ شان کہن ۔ وہ حسین تو ہے کہ اے شمع شبستان کہن
حسن فطرت میں ہے تیرے اب بھی اک دلکش ادا ۔ تیرے کملائے ہوئے پھولوں میں ہے بوئے وفا

تو وہ دریائے مقدس ہے کہ ہے عصیان سے پاک ۔ تیرا دامن اب بھی ہے آلائش انسان سے پاک

تیری شوکت کے ہیں شیدا ہے وفادار کہن — تیرے برجوں اور تیرے قلعوں کے آثار کہن
تیری ساحل سے ٹپکتی اب بھی ہے شان بلند — آسمان فرسا ہیں اب بھی تیرے ایوان بلند
تیری فرسودہ نشان ہیں منقش از حسن و عشق — تیرے موجوں میں نہاں ہے آہ! راز حسن و عشق

آہ! وہ رنگین ادا! او دل والی نازنین — آہ! وہ عالم کے حسینوں سے نرالی نازنین
یاد آیا کہ دلکش تھے تیرے نقش و نگار — دن مرادوں کے تھے۔ اور جوش جوانی کا ابھار
بڑھ کے جب مینار پر اک بعت ناز آفرین — دیکھتی تھی تیرے موجوں کی ادائے دلنشین
وہ کف سیلاب - وہ شوریدہ تلاطم ہائے ہائے — تیرے موجوں کا وہ انداز تبسم ہائے ہائے

ہے یہی وہ تیری رفتار بل کھاتے ہوئی — وہ نظر پیچھے ہوئی چتون وہ شرماتی ہوئی
وہ حسینوں سے نرالی تیرے البیلی روش — دل ہو جادو کرنے والی تیری البیلی روش
وہ سریلی نغمہ جوش تلاطم کی صدا — آہ! وہ دلکش تیرے ساز ترنم کی صدا
رنج کی اور پاکدامن او مقدس نازنین — نقش ہے دل پر تیرے اک اک ادائے دلنشین

اب کہاں جمنا! تیرے موجوں کی وہ مستانہ چال — اب کہاں پانی کے جھرنے اور وہ رقص برشکال
اب کہاں چھوٹا سا وہ رادھا کا کنج خوشگوار — اب کہاں وہ آہ! متھرا تیرے پھولوں کی بہار
اب کہاں وہ بنسی والے کی ادائے جاں نواز — اب کہاں وہ آہ! مرلی کی صدائے جاں نواز
اب کہاں وہ خلوت راز و نیاز حسن و عشق — بے صدا زیر زمین ہے آہ! ساز حسن و عشق

وہ محبت وہ نشاط عیش۔ وہ انداز حسن
آہ! وہ سرمایۂ نازِ بقائے سازِ حسن
وہ تیرے شیریں ترانوں کی صدائے بازگشت
اب بھی ہے لذت فزا تیری نوائے بازگشت
تیرے دل میں اب بھی ہے جوش محبت ہے وہی
آب شیریں میں تیری جمنا! حلاوت ہے وہی

او تلون کیش! او کافر ادا! او دل شعار
تو نے بدلے رنگ لاکھوں آہ! او وضع روزگار
اک طلسم حیرت افزا ہے تیرے بزم نشاط
اک خیال روح فرسا ہے تیرے بزم نشاط
خاک اٹھ کر آہ! اسیر بر دامن ساحل اُڑا
ٹکڑے ٹکڑے کر جگر کو پارہ ہائے دل اُڑا
سوزش غم سے پگھل جا آہ! اے ریگ روان
ذرے ذرے میں تیرے تصویر عبرت ہے نہاں
اب کہاں وہ کنج دلکش اب کہاں دنیا کا عیش
ہے ہر رنگ خندہ گل بے بقا دنیا کا عیش

اے خوشا قسمت تیری جمنا! خوشا تیرے نصیب
واہ وا! تیرا مقدر۔ واہ وا! تیرے نصیب
تو نے دیکھی ہے بہت دن مرلی والے کی ادا
دونوں عالم کے حسینوں سے نرالے کی ادا
اور سنی بنسی کی ہے برسوں صدائے دل نواز
داستان دردِ دل۔ افسانہ سوز و گداز
محشرستان الم! کمبخت ہے کر دل کو چاک
چیر پہلو کو کہ نکلیں نالہائے دردناک
ترجمان عشق رادہا ہیں کنہیا کو سنا
نالہائے ناشکیبا ہیں۔ کنہیا کو سنا

سوئے متھرا آہ! اسے چل میرے نالوں کے لیے
ارمغان عشق رادہا۔ برج والوں کے لیے
تیرے دردانگیز نغمے ہیں جہاں گونجا کئے
سر کو ہیں دیوار قصر شہ سے ٹکرایا کئے
رو کے کہنا مرلی والے سے میری سر کی قسم
تیرے غم میں اب بھی رادہا آہ ہے تصویر غم

تا کجا! یہ سرگذشت داستان درد و غم — چھیڑ! اے جمنا! کوئے تازہ بیان درد و غم
ہو نہ لیکن آہ! تیرا شور ماتم دلخراش — تیرے نالوں کی صدا یعنی ہو کم کم دلخراش
اے لب ساحل! سنا ستیوں کی عصمت کا بیان — پردۂ افسانہ میں سوز محبت کا بیان
تیرے پہلو میں ہے یہ کس حور وش کی یادگار — جس سے راتوں کو اٹھا کرتے ہیں آہ و نغمے شرار

آہ! فرسودہ نشان عصمت جان باز تو — کس پری پیکر کا ہے نقش وفائے ناز تو
ہے تیری تعمیر میں مضمر وہی شان وفا — تیری ہر خشت کہن ہے جوہر کان وفا
غل نہ کر آہستہ آہستہ ہو اے جمنا! رواں — تاج عصمت کا یہاں ہے اک در یکتا نہاں

آہ! جمنا! اب بھی بیدا تو نہیں ہنستی کھیلتی — بہہ رہی ہے تو بیابانوں میں ہنستی کھیلتی
تیرے موجوں میں وہی اب تک ہے متوالی ادا — تجھ میں سے ہے دلکش وہی ان گیسوؤں والی ادا
تیرے ساحل پر اچھلتا جیسے آہو ہو کوئی — محو رقص ناز یا طاؤس و بجو ہو کوئی

اے زہے! شوکت ترے جمنا یہی! اعزاز و شان — تجھ پہ لہرایا گیا اسلام کا صدیوں نشان
تیرے دل میں آہ! اب بھی ہے قیامت کی تپش — تیرے پہلو میں ہے اب بھی خار حسرت کی خلش
حسرتیں ہیں سینکڑوں تیرے دل آہوں میں — گوش بر آواز ہے ذوق سماع کوس ہیں
ہائے! وہ ترکو نکلے - اور وہ سنگینوں کی کشان — ترچھے بانکے وہ جوان - وہ چار آئینوں کی شان

بے صدا زیر زمین ہے - بزم شاہان غیور — آہ! جمنا! تجھ میں لیکن ہے وہی شان غرور

آہ! او شکوہ طراز دستِ بیدادِ اجل
روبہ خون آرزو ملتا! اسکو فریادِ اجل
آہ! اِس دارِ فنا میں ہی بقا کس کے لیے
چھوڑنے والا ہی شاہینِ قضا کس کے لیے

آہ! اُس خوابِ شبانہ کا ہی مجھکو انتظار
اُس سرودِ عاشقانہ کا ہی مجھکو انتظار
تیری اک اک موج تھی جب آہ! طوفان کوشِ شوق
حلقۂ گرداب تھا جب حلقۂ آغوشِ شوق
جب کسی گیسوئے پرخم کی سودائی تھی تو
اور لبِ ساحل پہ روضہ کی تماشائی تھی تو
آہ! جمنا! تجھکو دورِ باستانی کی قسم
شوکتِ دیرینۂ صاحبقرانی کی قسم
کیا نہ ہونگے تجھکو وہ دلکش مناظر پھر نصیب
عظمتِ اسلام کے اگلے مظاہر پھر نصیب
ہو کے مضطر آہ! جوشِ اضطرابِ دل سے کیا
یونہیں ٹکرایا کریگی سر کو تو ساحل سے کیا

کون یہ پردہ نشیں ہی تیرے دامن میں نہاں
کسکا چہرہ ہی نقابِ زلفِ پرفن میں نہاں
تیرے موجوں میں ہی یہ کس کی صدائے دلفریب
گا رہی ہی کون یہ غارتگرِ صبر و شکیب
نغمۂ دل میں ہی تیرے کون محوِ رقصِ ناز
آ رہی ہی کس کی چھاگل کی صدائے ایمان نواز
وہ سمن اندام ہی یہ شاہدِ پردہ نشین
جس کے پھولوں میں ہی اب تک بوئے فردوسِ بریں
حوریں آکر خلد سے طوفِ مزارِ پاک کو
جھاڑتی پلکوں سے ہیں گرد و خس و خاشاک کو

آہ! اے ممتاز! تیرے عشوہ ہائے دلفریب
وہ تبسم ہائے شیریں - وہ ادائے دلفریب
وہ لبِ نازک پہ موجِ خندہ ہائے شکریں
آہ! وہ جمنا کا منظر - وہ نگاہِ شرمگیں
بکھری بکھری زلف وہ چہرے پہ بل کھائی ہوئی
شہ کی چتون آہ! وہ دزدیدہ للچائی ہوئی

چھپ کے خلوت میں وہ آہستہ بڑھانا پائے شوق　　سر میں آشوب محبت دل میں اک غوغائے شوق
منھ چھپا کر آہ! وہ زیر نقاب شرمگین　　رو ٹھکر کہنا نگاوٹ سے ترا اے نازنین
روزن در سے نہ دیکھے مجھکو چھپ چھپکر کوئی　　پیار سے ڈالے نہ دزدیدہ نظر مجھپر کوئی

وہ نگاہ شرمگین۔ وہ عرض منت کے مزے　　وہ شکایت وہ تبسم وہ محبت کے مزے
شوخی حسن جنوں زا مانع زنجیر شوق　　کھینچی گردن میں حمائل دست دامنگیر شوق
راز الفت کے وہ پیغام نہانی ہائے ہائے!　　سرگزشت دیدہ و دل کی کہانی ہائے ہائے!
آہ! جستا! اب کہاں وہ داستان حسن و عشق.　　نقش عبرت بنکے ہیں غم سے وہ فسان حسن و عشق

آہ! اے نقش و نگار شوکت عہد کہن　　آہ! اے آئینہ دار شوکت عہد کہن
ہمنے مانا تجھ میں اب وہ شان برنائی نہیں　　وہ غرور حسن۔ وہ تمکین۔ وہ رعنائی نہیں
ہمنے مانا تیرے چہرے کی ضیا جاتی رہی　　تیرے موجوں کی وہ مستانہ ادا جاتی رہی
منہ پہ گمنامی کا آنچل لے نہ اے پردہ نشین　　یونہیں سرگرم خرام ناز رہ اے نازنین
غم نہ طوفان حوادث کا کرائے سرخوش حسن　　رنگ نسیان فنا میں ہو نہ خلوت کوش حسن
سر کو ٹکرایا کرے ساحل سے سیل روزگار　　تیری شہرت کے نشان صدیوں رہینگے یادگار

خستہ حالوں کی پریشانی مٹانے کے لئے　　بھوک میں ڈھارس غریبونکی بندھانے کیلئے
سبزۂ و گل دشت و ہاموں میں اگانے کیلئے　　کشت باران کرم کو لہلہانے کے لئے
جان شیریں تونے کر دی آہ! اے جمنا نثار　　تیری فیاضی و دریا دلی کیطرح ہے یادگار

اے مقدس نازنیں! اے شاہد ناز خرام
تو اگرچہ آہ! پورا کر چکی سب اپنا کام

گرچہ صدیوں سے نہیں اب وہ شکوہ و شان ہند
پنجۂ آشوب سے صد چاک ہی داماں ہند

رہگذر ہیت اپنے بہنے کیلئے کر اک پسند
اور وہاں پر چھیڑ اپنے نغمہ ہائے درد مند

شوکت دیرینہ پر اپنے اے نازنیں اترا نہ دیکھ
جھونپڑے میں شاہزادے اخواب محلوں کا نہ دیکھ

گنگا جی

اے آب رود گنگا! اُف اے تیری صفائی
یہ تیرا حسن دلکش! یہ طرز دلربائی

تیری تجلیاں ہیں جلوہ فروش جنت
تنویر میں ہے تیری اک شان کبریائی

جمنا تیری سہیلی۔ گو ساتھ کی ہے کھیلی
اُسمیں مگر کہاں ہے تیری سی جانفزائی

بے لوث تیرا دامن ہے داغ معصیت سے
موزوں ہے تیرے قد پر ملبوس پارسائی

حسن ازل کی گویا تو اک سگھڑ ہے مورت
صانع نے تیری صورت کیا سوہنی بنائی

اے نازش زمانہ! اے نقش ناز عصمت
بھارت کی پاک دیوی! تو ہی ہماری مائی

دلبند ہم ہیں تیرے لخت جگر ہیں تیرے
نخل مراد ہے تو اور ہم ثمر ہیں تیرے

مینو سواد تجھسے ہیں وہ دیاں ہماری
اور کشت آرزو ہے رشک جناں ہماری

وہ دن بھی ہوگا۔ ہونگے جب ہم غریق رحمت
اور تیرے نذر ہونگی یہ ہڈیاں ہماری

گنگا میں پھینک آنا بعد فنا اُٹھا کر
برباد ہو نہ مٹی او آسمان ہماری

یا رب نہ دفن کر کے احباب بھول جائیں

لیکر ہماری شورش خوش گنگا کو پھول جائیں

او پاک نازنین! او پھولونکے گہنے والی
سر سبز وادیوں کے دامن میں بہنے والی

او ناز آفرین! او صدق و صفا کی دیوی
او عفت مجسم پربت کی رہنے والی

صل علےٰ! یہ تیری موجون کا گنگنانا
وحدت کا یہ ترانہ! او چپ نہ رہنے والی

حسن غیور تیرا ہے بے نیاز ہستی
تو بحر معرفت ہے او پاک باز ہستی

ہاں تجھکو جستجو ہے کس بحر بیکران کی
ہمپر تو کچھ حقیقت کھلتی نہیں جہان کی

اے پردہ سوز امکان! اے جلوہ ریز عرفان
تو شمع انجمن ہے کس بزم دلستان کی

کیون جادۂ طلب میں پھرتی کشان کشان ہے
تجھکو تلاش ہے کس گم گشتہ کاروان کی

جاتی ہے تو کہان کو۔ آتی ہے تو کہاں سے
وابستگی ہے تجھکو کس بحر بے نشان سے

آئی نظر تجلی جب شاہد ازل کی
ذرّون میں جاکے چمکی پھولوں میں جا کے جھلکی

ہندوستان ہے اک دریائے حسن قدرت
" اور اسمیں نکھری ہے تو خوشنما کنول کی

نکلی ہمالیہ سے محو خروش ہو کر
تو آہ! تشنہ لب تھی وہ جلوۂ ازل کی

کرتی ہوئی زمین پر موتی نثار آئی
دشمن کو آہ! ہر کے تو ہر دوار آئی

یہ جوش سبزہ و گل یہ تیری آبیاری
قدرت کے چپہ چپہ پر یہ شگوفہ کاری

ہندوستان کو تو نے جنت نشان بنایا
شہریں کہاں کہاں ہیں تیرے کرم کی جاری

اے آب رود گنگا! موجوں میں تیرے ملکر
موج شراب ہستی ہو بے نشان ہماری

بعد فنا ہماری پھولوں میں بو ہو تیری
گم ہوں رہ طلب میں او جستجو ہو تیری

آئے اجل کی زد پر جب اپنی عمر فانی
اور ختم رفتہ رفتہ ہو سیل زندگانی
دنیا سے آہ جب ہو اپنے سفر کا سامان
بالیں پہ آ کھڑا ہو سرگرم نوحہ خوانی
جب ہونٹ خشک ہوں اور دشوار ہو تنفس
احباب اپنے منہ میں ٹپکائیں تیرا پانی

ہنستے ہوئے جہاں سے ہم شاد کام جائیں
دنیا سے پی کے تیرے الفت کا جام جائیں

انتخاب گنگا جمنا

جب صانع ازل نے صورت تیری دکھائی
ہونٹوں کو جان دیدے آنکھوں کو جاں فزائی
خاکہ بنا کے کھینچا یوں نقش ناز تیرا
بول اٹھی جبیں ہوگی دل شان دلربائی
نقشہ بنا کے تیرا صناع دو جہاں نے
تصویر تیری چومی اور آنکھوں سے لگائی
خلوت سے بنکے دلہن نکلی حیا جو تیری
آب رواں کی چادر ہلکی سی اک اڑھائی
جلوے نے تیرے ہمکو بیخود کیا کچھ ایسا
حیرت تجھے دکھانے آئینہ لیکے آئی
حسن ازل نے جسکو پایا نہ تیرے قابل
حصے میں مہوشوں کے آئی وہ خود نمائی
گنگا بڑھی ادھر سے جمنا بڑھی ادھر سے
اجزائے حسن نے یوں ترکیب لیکے پائی

وابستہ ہوگئے دو داماں دلبری
دوہری نہ آہ کیونکر ہو شان دلربائی

فضائے برشگال از پروفیسر اقبال

اٹھا وہ جھوم کے ساقی چمن میں ابر بہار ۔۔۔ چٹک رہے ہیں شگوفے۔ برس رہی ہے پھوار
سہی قدوں کا ہے جمگھٹ کنار آب رواں ۔۔۔ کہ برج میں لب جمنا ہے گوپیوں کی قطار
ترانہ ریز ہے یوں شاخ سرو پہ قمری ۔۔۔ کہ جیسے گاتی ہو مدھوبن میں کوئی سندر نار
کلی کلی نے نکالا ہے روپ یوں۔ جیسے ۔۔۔ کسی کے سینے پہ قلم قلم شباب کا ہو ابھار
حنائی پنجہ ہے یوں شاخ شاخ لالہ و گل ۔۔۔ نئی دلہن کی ہوں جیسے ہتھیلیاں گلنار
ہے موتیوں کی لڑی۔ یا قطار جگنوں کی ۔۔۔ ہوا میں اڑتے ہیں جگنو۔ کہ چھوٹتے ہیں انار
عجب نشاط ہے۔ بادہ کشو! چلو تو سہی ۔۔۔ پیام عیش ہے لایا چمن میں ابر بہار
پلا شراب کہ ہیں مغتنم یہ دن ساقی ۔۔۔ کہاں یہ سبزہ و گل۔ پھر کہاں یہ صحبت یار

بہار آئی شگفتہ ہوئے گل پنجاب
چہک چہک کہ کدھر تو ہے بلبل پنجاب

ترانہ لب شیریں نوا کے دن آئے ۔۔۔ غزل سرا ہو کہ تیری صدا کے دن آئے
عروس نظم نے کاجل لگایا آنکھوں میں ۔۔۔ فسون عشوہ و ناز و ادا کے دن آئے
ادھر بھی کوئی ایاغ نے سخن ساقی ۔۔۔ اٹھے وہ جھوم کے بادل۔ گھٹا کے دن آئے
شباب جوش پہ آیا پری جمالوں کا ۔۔۔ بڑھی نگاہ میں تمکین۔ حیا کے دن آئے
بتوں نے ہاتھوں میں مہندی لگائی سانجھی ۔۔۔ شہید چونک اٹھے۔ خون بہا کے دن آئے
نسیم جھوم کے کہتی ہے منہ شگوفوں کا ۔۔۔ مے نشاط تبسم فزا کے دن آئے
چلو بشراب کی بوتل کوئی بھرا لائیں ۔۔۔ سرور۔ دعوت آب و ہوا کے دن آئے

ترانہ سنج ہوا او بلبل ریاض سخن
کہاں ہے تو کہ چمن میں فضا کرون آ ہے

تیرے بغیر ہیں مرغان نغمہ زن خاموش
تیرے بغیر ہیں یارون کی انجمن خاموش

گل نودمیدہ

گلچین! ستم نکر کہ میں ناز آفریدہ ہون
مجھکو نہ توڑ تو کہ گل نودمیدہ ہون

مجھ خستہ جان کے درپے آزار تو نہو
مجھکو لگا کے ہاتھ گنہگار تو نہ ہو

خون میری آرزو کا نہ او فتنہ ساز کر
مجھ پر نہ آہ دست ہوس تو دراز کر

دلکش عجیب ہیں میری نقش و نگار دیکھ
آنکھیں خدانے دی ہیں تو میری بہار دیکھ

آ! کنج دلنشین میں میری سیر باغ کر
نکہت سے میرے اپنا معطر دماغ کر

مجھکو سمجھکے تو کسی عاشق کا دل نہ توڑ
چٹکی سنبھل کے لے میرا ننھا سا دل نہ توڑ

پہلو میں میرے اک خلش خار رکھکے کیا
چبھکا نہ دل پہ [illegible] آزار رکھکے کیا

اٹھیگا آہ! مجھسے نہ تیرے ستم کا بار
گزرین ہوا شباب کی ہیں مجھکو ناگوار

ہیں چشم باز دیدۂ نظارہ جو ابھی
ننھا سا ہون میں آہ! گل نازبو ابھی

مجھکو لگی نہیں ابھی ظالم! ہوائے دہر
یعنی میں شاخ گل پہ ہون ناآشنائے دہر

نیچر کا دلفریب ترانہ سنا نہیں
دنیا کا دلپسند فسانہ سنا نہیں

نظارۂ چمن سے ہون بیگانہ وار ابھی
دیکھی نہیں ہے موسم گل کی بہار ابھی

جھڑیوں سے آہ! مینہ کی ناآشنا ہون میں
کمسن غریب گل ابھی نام خدا ہون میں

الٹی ہے رخ سے بادصبا نے نقاب ابھی
آیا نہیں ہے جوش پہ حسن شباب ابھی

سنتا ہون میں جہان کے مناظر ہیں دلفریب
دلچسپ ہیں یہان کے مناظر ہیں دلفریب

میں عشوۂ قمر سے ہون بیگانہ خو ابھی
دنیا کی سیر کی ہے مجھے آرزو ابھی

بھونرے نے مجھکو پیار کیا ہے ابھی کہان
بلبل نے ہمکنار کیا ہے ابھی کہان

کوئل کی مجھ غریب نے کوکو سنی نہیں
قمری کی گفتگو بھی لب جو سنی نہیں

شبنم کی آرسی نظر آئی نہیں ابھی
تارون کی چھاؤن بھی نظر آئی نہیں ابھی

سنتا ہون پپیہے کی ہے آواز دلفریب
میں نے مگر سنا نہیں یہ ساز دلفریب

بند قبا ابھی میرے کھولے صبا نے ہیں
اُلٹے ورق ابھی میرے موج ہوا نے ہیں

گلچین ابھی سے میرے گلے کا نہ ہار ہو
ظالم! تیرے ستم پہ خدا کی سنوار ہو

کیون توڑتا ہی مجھکو عبث او جفا پسند
ہے ایسی کونسی تجھے میری ادا پسند

بیداد کچھ تو میری نزاکت کا پاس کر
انسان ہے تو اُنس و محبت کا پاس کر

شفق

سکوت شام میں ہے جلوۂ بہار شفق
کنول کے پھول ہیں یا زینت کنار شفق

فروغ شام جوانی ہے آہ! شمع سحر
بہار عمر ہے گلخندۂ شرار شفق

خوشا! وہ عالم طفلی۔ خوشا! وہ موسم گل
خوشا! وہ دن کہ میں تھا محو انتظار شفق

وہ دوڑنا پس قوس قزح مچل کے میرا
گھٹا میں آہ! وہ نظارۂ بہار شفق

سحر کو آنکھوں میں ڈورے وہ سرخ سرخ دریغ
ہزار حیف! وہ سرمستی خمار شفق

سواد شام کا منظر وہ چشم پر خون میں
وہ شب کو نیند نہ آنا۔ وہ انتظار شفق

کدھر گیا مرے آگے جو بہار گل آئے ہے! — میں کب سے شام جوانی ہوں بے قرار شفق
بہار عالم طفلی کدھر گئی ہے ہے! — ترا نہ اب ہے کہو شوق سوگوار شفق
کہاں وہ ذوق تماشا کہاں تھا ابر بہار — لہو کی بوند ہے اک دل میں یادگار شفق
کدھر گئی وہ گل افشانی عروس فلک — بہت دنوں سے ہوں حسرت کش بہار شفق
شباب! ہٹ! کہ میں طفلی کی نیند سو جاؤں — نسیم! دے مجھے لوری لب کنار شفق
رلا نہ خون، میری بچپن کو کھیل لینے دے — ابھی ہے شام جوانی! نہ کر فشار شفق
بہار دید تھی موقوف آہ! طفلی پر! — جگر کو پھونک نہ اے آتش خیار شفق
بلا نہ گھر مجھے مہمان اپنے شام نشاط! — کہیں غریب ہوں بیگانۂ دیار شفق
وہ آنکھ ہوں کہ ہوں جو نما پذیر رنگ نشاط — وہ زخم ہوں مرے پہلو میں ہے مزار شفق
دکھاؤں کھول کے جی میں بہار داغ جگر — زمیں پہ تو اتر آئے جو لالہ زار شفق

سرور شام جوانی بھی ہو گئی آخر
گئی نہ حسرت صہبائے خوشگوار شفق

برف

زمیں پہ برف زمستاں ہے تا بزانو آہ! — لب نسیم پہ ہیں نالہائے دلجو آہ!
کہو کہ چرخ کا گھنٹہ ذرا سنبھل کے بجے — صدا ہو دھیمی کلیجہ مسل مسل کے بجے
تمام سال گذشتہ ہوا دریغ دریغ! — رفیق مجھ سے ہوا اک جدا دریغ دریغ!

—— ⁂ ——

دیوار کہن

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

ہوا میں رات قیامت کی سنسناہٹ تھی — اور اس پہ پات کے پتون کی کھڑکھڑاہٹ تھی
جھکا اداس قمر جا رہا تھا مغرب کو — غریب پچھلے پہر جا رہا تھا مغرب کو
جتا رہا دکھائے ہوئے داغ بے شبابی کا — کسی درخت کی شاخون سے ہو رہا تھا جدا
خراب و کہنہ و شکستہ ایک تھی دیوار — تھے جسنے دیکھے لڑکپن کے میرے لیل و نہار
قریب اسکے میں اس دم کھڑا ہوا تھا — زمانہ اپنے لڑکپن کا یاد کرتا تھا
وہ دلفریب نہ صورت نہ تھے وہ نقش و نگار — کھڑی ہوئی تھی زمین پر نحیف و خستہ و زار
ہزار دل سے بھلاتا تھا پچھلی باتون کو — خیال یاد دلاتا تھا پچھلی باتون کو
دکھا رہی تھی مجھے عبرت تھی کس غضب کا سمان — خدا دکھائے کسی کو نہ ایسی شب کا سمان
اداس رات وہ اس دم کی چاندنی ڈھلتی — بڑھا رہی تھی جو رہ رہ کے بیکسی اسکی
بنا گئی مجھے کچھ ایسا محو نظارہ — زمانہ آنکھون میں بچپن کا پھر گیا سارا
جما دیا ایسا تصور نے روبرو نقشہ — دکھا دیا مجھے طفلی کا ہو بہو نقشہ

گزر گیا ترے آگے زمانہ اے دیوار — کہ تیرے تھر میں سب قدیم ہیں آثار
پڑا ہے آج جو یہ بے مکین ویرانہ — بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غمخانہ
کسی زمانے میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا — جہان میں ہی تھی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا

اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ — مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن، وہاں سائبان، ادھر دالان — ادھر کو آہ! اٹھی اک کوٹھری رفیع الشان
ادھر کو وہ مری خلوت تھی آہ! خوش منظر — پرانے تاڑ یہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ! شام کو اکثر — تھا لیٹتا کبھی ہلکی سی اک سہری پر
وہ چھوٹی چڑیوں کا کٹکنی پہ تیری اے دیوار — چہک چہک کے ہم آہنگیوں سے گانا ملار
وہ لاڈلی مری بچپن کی فاختہ ہے کدھر — تھا آشیانہ کبھی آہ! جس کا کوٹھے پر
غضب کی درد بھری جسکی تھی کبھی "کو کو" — تھی دوپہر کو جو سرگرم نالۂ یا ہو
گزر گئی ہو نہ جی سے اجل نصیب کہیں — کہ اب نظر نہیں آتے مجھے غریب کہیں
میں کاوش اسکے پر و بال کا نشان پاتا — تو پاس رکھ کے دل غمزدہ کو بہلاتا



یہاں پہ آہ! وہ دالان تھا جو خوش منظر — میں گرمیوں میں جہاں محو خواب تھا اکثر
اسی کی اک یہ شکستہ ہے رہ گئی دیوار — اسی کی ہائے! یہ خستہ سی رہ گئی دیوار
یہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس — یہیں بلور کے روشن تھے جا بجا فانوس
یہیں کے فرش پہ میں لوٹتا تھا بچپن میں — کہ چاندنی میں یہیں کھیلتا تھا آنگن میں
خوشی برستی تھی دیوار! تیرے منظر سے — کہ تجھکو آہ! محبت تھی میرے گھر بھر سے
مری رفیق تھی، اور میری ہم خیال تھی تو — کہ رنج و عیش میں میری شریک حال تھی تو
مرا تھا اُن دنوں ساون میں جب مرا بھائی — اُداسی چہرے پہ گھر بھر کے غم میں تھی چھائی
پڑا ہوا تھا میں اک ٹوٹی چارپائی پر — ملول و خستہ و ماتم زدہ لپیٹے سر
تو غمزدہ سی تھی اُس وقت تو بھی اے دیوار — اُداس مجھکو نظر آتے تھے ترے رخسار

جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے اگلا
کہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے اگلا

وہ چلچلاتی ہوئی دھوپ جیٹھ کی وہ سموم
وہ دل ملول وہ چہرہ فسردہ و مغموم

تجھے دے رہے تھے جب گرمیوں کے آزار
تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی اے دیوار

کہاں بسر ہے آہ! وہ عہد گذشتہ اے دیوار؟
گزر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل و نہار؟

وہ کمسنی کا زمانہ نہ آئیگا پھر کیا؟
وہ دن نہ مجھ کو زمانہ دکھائیگا پھر کیا؟

نسیم دے کے ہوا مجھکو اپنے دامن کی
وہ میٹھی نیندیں سلائیگی کیا نہ بچپن کی

پسند آہ! تھیں جب کھیل کود کی باتیں
پلٹ کے کیا نہ وہ آئینگی چاندنی راتیں؟

رہا نہ آہ! وہ اگلا سا خوشنما چہرہ
اُداس اب نظر آتا ہے چاند کا چہرہ

ہیں تیوریاں بھی تو تاروں کی آہ! بدلی سی
دکھائی دیتی ہے مجھ کو نگاہ بدلی سی

برادر و پدر و خویش و اقربا و عزیز
بدل گئی مرے بچپن کی ہائے اک اک چیز

جب آہ! ہو گئیں ان سب کی صورتیں تغیر
تو کیا عجب ہے جو تیری بدل گئی تعمیر

[illegible] کیا تم نے تیری وفاداری
نباہے جاتی ہے بچپن کی تیری غمخواری

اگرچہ تجھکو زمانے نے کر دیا ہے نزار
بُری نہیں ہے مگر اپنے جی سے تو دیوار!

کہ آج بھی تو تجھے سہ پہر کو اے غمخوار
پناہ دینے کو سائے میں اپنے ہے تیار

وہ چند ٹوٹے ترے ہائے خوشنما پتھر
میں شیفتہ کبھی بچپن میں آہ! تھا جن پر

وہ کمسنی کی تری غمگسار ٹھیکریاں
وہ دل میں چبھتی ہوئیں نوکدار ٹھیکریاں

جو تجھ سے نوک کی بچپن میں لیتی تھیں اکثر
نہیں ہے اُنکی کوئی آج لینے والا خبر

ہے آفریں تری ہمت کو لیکن اے دیوار
کہ بیکسی میں بھی تو آج اُن کی ہے غمخوار

ملول و بیکس و افسردہ و فراق نصیب
پڑے ہوئے ترے سائے میں آج جو ہیں غریب

بجا ہے آہ! یہ میرا جنون کیا دیوار! کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار
مگر یقین مرے دل کو آہ! کیونکر ہو کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پہ ہو
خدا کرے مجھے اے کاش! تو نہ بھولی ہو مجھے بھی آہ! تری آرزو نہ بھولی ہو
اگرچہ دور رہا تجھ سے میں فراق نصیب اگرچہ سائے سے تیرے بچھڑ گیا میں غریب
گزر گئے تری فرقت میں آہ! کتنے سال رہا میں وادیٔ غربت میں آہ! کتنے سال
میں گردش ستم ہائے روزگار رہا ترے خیال سے غافل نہ زینہار رہا
زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا ترا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا
ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ! دن دو چار وہ گزرے گود میں تیری ہی اے مری غمخوار
تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز
وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
وفا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے غرض ابھی مجھے احسان یاد ہیں تیرے
مچل کے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا کسی کی گود میں جب آہ! میں نہ آتا تھا
تو تجھ سے لگ کے میں ہو جاتا تھا کھڑا دیوار لگا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ رخسار
اور اس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر لگا کے سینے سے آنسو بھی پونچھتی اکثر
نہیں ہوں آہ! لڑکپن کی وہ ادا بھولا میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
مرے رفیق نہ جب کھیلنے کو آتے تھے نکل کے گھر سے کہیں باہر میں نہ جاتے تھے
برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینہ کی بوچھار تو کھیلتا تھا میں اس وقت تجھ سے اے دیوار
تجھے میں گیند تھما دیتا، مجھے تو دیتی تھی بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی
گزر گئی مری طفلی تو آہ! کتنی جلد بدل گئی تری نظارہ نگاہ کتنی جلد

دیا نہ ساتھ جو طفلی نے میرا اے غمخوار | تو کاش! ویسی ہی بچپن کی ہتی تو دیوانہ
یہ چین لے اٹھا کہ بچپن نہ پھر مرا آتا | مگر نہ آہ! زمانہ شباب کا آتا
دوتا جو کاش! ضعیفی سے قد مرا ہوتا | تو تجھ سے تکیہ لگانے کا آسرا ہوتا
رُلا رہی ہے لہو مجھکو تیری حالت زار | کہ کچھ دنوں کی تو مہمان ہے آ مری غمخوار
جگر میں زخم ہیں پہلو میں سینکڑوں ناسور | تمکنت ہی نہ اب وہ شباب کا ہی غرور
جھکا رہی ہے بڑھاپے کی کیا زمیں گیری | ملاکے خاک میں چھوڑے گا عالم پیری

تھا اتفاق کہ تیرے قریب آ نکلا | ادھر کو بھول کے میں غم نصیب آ نکلا
نصیب پھر ترا دیدار دیکھئے کب ہو | ادھر کو عزم دل زار دیکھئے کب ہو
جدا میں ہوتا ہوں تجھ سے ترا خدا حافظ | نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ
ہوا لپٹ کے جو دیوار سے جدا میں غریب | دعا کے پیچھے جو چپ چاپ چل دیا میں غریب
نگاہ یاس سے پہلے مری طرف دیکھا | زبان حال سے پھر یوں کہا کہ اے بیٹا
تمام زیست کے دن ہوچکے اجل ہے قریب | کہ پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھی ہوں میں غریب
ہوں مہمان کوئی دن کی قضا ہے سر پہ سوار | نصیب تجھ کو نہ شاید ہو پھر مرا دیدار
مگر نہ دل سے بھلانا مری وصیت کو | کہ چھوڑے جاتی ہوں میں یادگار عبرت کو
جب آہ! مجھکو نہ تم اس جگہ کھڑا پاؤ | زمیں پہ خاک کا پتلا مرا پڑا پاؤ
تو تجھ پہ ہو کے نہ اٹھ کے یوں گزر جانا | کہ بے رخی کہیں عبرت سے تم نہ کر جانا

نہ جیو گر کبھی اُسے دیکھنا حقارت سے
کہ پاک تر نہیں صحبت ہی کوئی عبرت سے

نسیم سحر

کیا بھینی بھینی آہ! نسیم سحر ہے تو — آرام جان ہے راحت قلب و جگر ہے تو
تو نور نگاہ دیدۂ اہل نظر ہے تو — سرمایۂ فروغ حیات بشر ہے تو

تو وہ کہ تیرے دم سے معطر مشام شوق
کرتی ہے اک نگاہ میں سرمست جام شوق

صد چاک تیرے عشق میں جیب قبائے گل — دامن کی ہر کلی میں ہے بوئے وفائے گل
تیری شمیم ہے نفس عطر سائے گل — پھرتی ہے ہر روش پہ چمن میں فضائے گل

مشاطۂ عروس بہار چمن ہے تو
زینت گلوں کی آئینہ دار چمن ہے تو

آتی ہے تو چمن میں جو لیکر پیام صبح — بھرتی ہے آب گوہر شبنم سے جام صبح
آنے سے تیرے باغ میں اک خوش خرام صبح — ہوتا ہے ہر روش پہ نیا اہتمام صبح

کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں غنچے چٹکتے ہیں
شاخوں پہ طائران غزلخوان چہکتے ہیں

گلگشت باغ کیا جو گلستان میں تو نہ ہو — سبزی نہ ہو گیاہ میں پھولوں میں بو نہ ہو
یہ جوش گل چمن میں یہ جوشش نمو نہ ہو — سبزہ میں تازگی یہ لب آبجو نہ ہو

تو بھر کے ہاتھ سے نہ پلائے جو جام شوق
تازہ نہ ہو گلوں کا چمن میں مشام شوق

یوں بھینی بھینی موسم گل کی ہوا نہ ہو — شاخوں پہ عندلیب ترنم سرا نہ ہو

سبزہ میں یہ لہک یہ چمن کی فضا نہ ہو — دانہ اُگے زمین پہ تو نشو و نما نہ ہو
شبنم کی آرزو ترے جوش کرم سے ہے
پھولوں میں رنگ و بُو فقط اک تیرے دم سے ہے

گھونگٹ اُلٹ اُلٹ کے رخ نازنین سے تو — کرتی ہے چھیڑ سلسلۂ عنبرین سے تو
ہونے کو ہمکنار گل و یاسمن سے تو — چلتی ہے بس کے عطر میں خلد برین سے تو
یوں دھیمی دھیمی آتی ہے تاروں کی چھاؤں میں
مہندی لگا کے جیسے چلے کوئی پاؤں میں

اک صحن باغ ہی نہیں خلوت سرا تری — خالی کس انجمن میں نہیں آہ! جا تری
ہر جام میں بھری ہے مے جانفزا تری — ہر ساز سے نکلتی ہے دلکش ادا تری
محفل میں آئی شمع سحر کو بجھا گئی
سینے کی آگ، سوز جگر کو بجھا گئی

ٹھہری نہ اک جگہ اِدھر آئی اُدھر گئی — وقت خرام ناز عجب گل کتر گئی
چہرے پہ بن کے زلف معنبر بکھر گئی — چڑھتے ہی دن کے صاف گھٹا سی اتر گئی
سورج بڑھا فلک پہ اِدھر اور صبا نہ تھی
جھونکے وہ سرد سرد وہ ٹھنڈی ہوا نہ تھی

اے نازش بہار چمن، اے نسیم ناز — تو مایۂ بقا ہے تری عمر ہو دراز
دلکش ہر ایک دھن میں ہی تیری صدائے ساز — ہر چہچہک میں ہی یوں تو ادا تیری جان نواز
گرمی میں حسن کا ترے نقشا ہی اور ہے
ٹھنڈا جگر ہو جس سے وہ جھونکا ہی اور ہے

بادۂ حسرت

آندھی پھول والی

لوگو! چلو! میرے گل رعنا خرید لو | اس آندھی پھولوں والی کا سودا خرید لو

جنتی ہوں اس زمین کا منظر نظر فریب | پھر کس طرح نہ ہوں یہ گل تر نظر فریب

بچے یہ پھول بھی تو اسی سرزمین کے ہیں | ننھے ننھے لال اسی نازنین کے ہیں

یہ گل وہ گل ہیں. انکی ادا ان گلوں میں ہے | رنگین ادا ہیں. بوئے وفا ان گلوں میں ہے

بازار حسن میں یہ گل تر ابھی ابھی | آئے ہیں ماں کے گود سے اٹھکر ابھی ابھی

میٹھی نیندیں گود میں تھے ماں کے سو رہے | ان پر نثار قطرۂ شبنم تھے ہو رہے

سوتا ہوا چمن سے اٹھا لائی ہوں ابھی | پھولوں کی انجمن سے اٹھا لائی ہوں ابھی

لوری تھی خواب ناز کی موج ہوا نہ تھی | ماں کی دعا تھی جنبش باد صبا نہ تھی

دلکش ہیں انکے پھول سے رخسار کے نشان | کچھ ماں کی امتا کے ہیں کچھ پیار کے نشان

آنسو ڈھلک رہے جو یہ چہرے پہ ماں کے ہیں | قطرے گریۂ شبنم باغ جہاں کے ہیں

ان آنسوؤں میں رنگ محبت ہے جلوہ ریز | ان بوندیوں میں شعلۂ الفت ہے جلوہ ریز

بچوں کا غم خوشی میں بھی ہے غم نصیب کو | کھٹکا لگا ہوا ہے یہ ہر دم غریب کو

یارب بچے ہیں انہیں نہ کسی کی نظر لگے | ہیں نازنین انہیں نہ کسی کی نظر لگے

ارمان نکالتی بھی تو خوش ہو کے جی سے ہے | آنسو بھی بہا کے یہ تکتی خوشی سے ہے

آغوش ناز میں سے میرے سو کے اٹھے ہیں یہ
شبنم سے ہاتھ منہ ابھی دھو کر اٹھے ہیں یہ

ہو کر بڑے اُٹھے ہیں یہ کس غضب کے ہیں
جھڑتے ہیں پھول خندہ حسین کس غضب کے ہیں

رہتی گئی ہے لگا کے بے اختیار مان
کرتی ہے اپنے قطرہ شبنم نثار مان

شبنم کی بوندیاں ہیں کہ آنسو یہ ماں کے ہیں
سرچشمہ وفا ہیں یہ قطرے کہاں کے ہیں

تصویر خانہ ہے تمہیں لوگو فضائے دہر
اور میں غریب اندھی ہوں نا آشنائے دہر

تاریک ہے یہ بزم تماشا مرے لئے
ظلمت کدہ ہے محفل دنیا میرے لئے

آنکھوں بغیر سب ہیں مظاہر جہاں کے ہیچ
میرے لئے ہیں آہ مناظر یہاں کے ہیچ

دنیا کی صورتوں کو میں دیکھا ترستی ہوں
اُجڑی ہوئی صداؤں کی منزل میں بستی ہوں

گویا قریب ساحل ظلمت کھڑی ہوں میں
محو تلاش جلوۂ صورت کھڑی ہوں میں

سائے ہیں خوب زشت گزرتے قریب سے
پنہاں مگر ہیں دیدۂ حسرت نصیب سے

نکلینگی انمیں ایسی بھی دو چار صورتیں
صبر آزما حسین طرحدار صورتیں۔

صورت پہ جنکی خلق خدا ہے مٹی ہوئی
ناز و ادا پہ جنکے قضا ہے مٹی ہوئی

وہ کیسے ہوتے ہونگی ترستی ہوں میں غریب
دیکھوں نظر اٹھا کے ہیں ایسے کہاں نصیب

میرا یہ بے صداؤں کے ہمراز کون ہے
ظلمت کدہ ہے [illegible]

لو گھر چلیں ہمارے گل رعنا خرید لو
اس اندھی پھول والی کا سودا خرید لو

کہتے ہیں کیا غریب یہ انکی فغاں سنو
فریاد کو انہیں بھی ملی ہے زباں سنو



اس اندھی پھول والی کا دم ہے تمہیں
مرجھا کے رہ نہ جائیں کہیں ہے یہ غم ہمیں

نازک ہیں۔ وہاں پان ہیں بچے ہیں نور کے
پروردہ بہار ہیں ٹکڑے ہیں حور کے

ڈرتے ہیں اس دوشیزہ ظلمت نشین سے ہم
شور بکائے پیہم و آہ حزین سے ہم
آزاد اس کی قید ستم سے کرے کوئی
دامان شوق میں ہمیں یارب بھرے کوئی
ہم وامۂ بہار کے نور نگاہ ہیں۔
آنکھیں اس اندھی لڑکی کی بے نور آہ ہیں
مشتاق ہیں اُن آنکھوں کے پروردگار ہم
جو ہم کو دیکھیں جنکو دکھائیں بہار ہم
لوگو چلو! میرے گل رعنا خرید لو
اس اندھی پھولوں والی کا سودا خرید لو

دعائے سرور

وہ روشنی عطا کر عمر دوام کو یارب!
جسکوں میں شمع بنکر اس تیرہ انجمن میں
میرے شمیم سے ہو تسکین نہاں کو یارب
مہکوں میں پھول بنکر اس وادی کہن میں

یارب بنادے میری ہستی بے بقا کو
اک گیت پیارا پیارا اک نغمۂ دل آرا
وہ فسون دلکش دے لحن جانفزا کو
ہوں اہل انجمن کے جینے کا میں سہارا

ہاں میری زندگی کو ایسا عصا بنادے
ہو جس سے دستگیری ایک ایک ناتوان کی
اور لازوال دولت وہ مجھکو کبریا دے
حاجت برآئے جس سے ہر زار و خستہ جاں کی

اس زیست کو بنادے یارب جام زرین
ہو جلوہ ریز جسمیں تیرے شراب وحدت
دنیا کی کاہشوں سے ہرگز نہوں میں غمگین
لب پہ ہو جوش مستی میں نغمۂ مسرت

قید ہستی

وہ زمانہ بھی کہاں گیا اے ہستی ناپائیدار
تجھ سے ہم بیگانہ تھے تجھ سے تو بیگانہ وار

ہائے! وہ دن خلد میں تھی ہمکو آزادی نصیب
ہائے! وہ راتیں کہ تھے اس قید غم سے رستگار

لوٹتے تھے یون نہ انگارون پہ اے سوز جگر
یون نہ راتون کو اٹھا کرتے تھے ہو ہو کے شرار

یون نہ تھے اے کنار شب میں سرگرم تپش
یون نہ تھے کنج قفس میں یون دل سے بیقرار

یون فراق شاہد گل میں نہ تھے اے ہمصفیر
دجلہ زیر اشک گلگون دیدۂ خونابہ بار

یون کلیجہ منہ کو آتا تھا نہ ہنگام فغان
نکلا پڑتا تھا نہ یون پہلو سے دل بے اختیار

یون نہ تھا کنج قفس میں آہ! اے جوش جنون
پرزے پرزے تیرے ہاتھون سے گریبان تار تار

یون نہ تھا دل میں مزار آرزوئے بیکسی!
یون نہ تھے ہم حسرت مردہ کے غم میں سوگوار

غم نہ زنجیر علائق کی گرانباری کا تھا
یون نہ تھے محنت کش قید حیات مستعار

لوٹتے تھے خواب راحت کے نشیمن میں مزے
دانہ رہتے تھے قفس میں دیدۂ اختر شمار

بھینی بھینی سیج پر وہ وہ نسیم صبحدم
وہ فضائے جوش وگل وہ لطف ایام بہار

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں ہلکی ہلکی وہ جھڑی
اڑتے اڑتے وہ گھٹائیں وہ سہانا سبزہ زار

چھاؤن وہ تارون کی کم کم وہ سحر کی روشنی
وہ ہوائے سرد جھونکے وہ نسیم خوشگوار

وہ لہکنا سبزۂ خوابیدہ کا وقت سحر
شبنم تر کے وہ ننھے ننھے قطرون کی پھوار

دلربا پانی کی موجون کا وہ انداز خرام
پرفضا وہ وادیان چشمے بہے وہ آبشار

وہ چمن میں طائران خوشنوا کے زمزمے
آہ! وہ قمری کی کو کو وہ وہ گلبانگ ہزار

وہ مرے شوکت پرواز وہ گلگشت باغ
مل گئے گانا سب کا ہم آہنگیون سے وہ ہزار

وہ کچلنا ناز سے شاخوں کا ہنگام سحر　　جھومنا وہ نونہالان چمن کا بار بار
خوشنما پھولوں کا وہ تختہ وہ باد عطر بیز　　وہ سہانا کنج وہ سرسبز نخل میوہ دار
کالی کالی وہ لب جو آہ متوالی گھٹا　　ہلکا ہلکا وہ شفق گوں دامن ابر بہار
اب کہاں وہ شاخ گل پر صحبت مرغان قدس　　اب کہاں کنج قفس میں آہ وہ جوش بہار
جلوہ گل اب کہاں گلبانگ بلبل اب کہاں　　آہ وان آنکھوں سے ہی اکثر جو خون لیل و نہار
اب کہاں پچھلے پہر کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی　　ہیں قفس کی تیلیاں اور ظلمت شبہائے تار
مار رکھا قید ہستی کی کشاکش نے ہمیں　　اب دل زندہ کا ہے افسوس مردوں میں شمار
تیری حسرت کش کوئی دن اور ہیں خواب اجل　　پھر کہاں ہم پھر کہاں آنکھوں کو تیرا انتظار
دل میں کیا رکھا ہے اب اے دست بیداد فلک　　حسرتوں کا کچھ لہو ہے کچھ تمناؤں کے خار
تیری منت کش ہوں کیا اے شوخی برق ستم　　پھونکنے کو بال و پر کیا کم ہے آہ شعلہ بار

ہم قفس میں مدتوں بے بال و پر تڑپا کئے
اے فضائے باغ ہستی دیکھ لی تیری بہار

حسرت دیدار

وہ شان کج کلاہی۔ وہ فخر تاجداری　　وہ طرۂ زرافشان۔ وہ تاج شہریاری
تمنا تیری اف! وہ دیرینہ غمگساری　　وہ تیری جان نوازی۔ وہ میری جاں نثاری

قصہ کہانیاں ہیں۔ باتیں وہ اب کہاں ہیں
اے حسن و عشق تیری گھاتیں وہ اب کہاں ہیں

بے نام و بے نشان ہوں بے تاج و بے نگیں ہوں　　پامال ہو چکا جو وہ نقش دلنشیں ہوں

اک تنگ و تار حجرے میں آہ اب مکین ہون — فرباد نشین ہون و درد دل حزین ہون

تپلا ہون آہ اب میں سوز غم نہان کا
رگ رگ میں مشتعل ہے شعلہ میرے فغان کا

رخصت طلب ہی مجھسے اب آہ عمر فانی — مہمان ہر کوئی دم کی زندان میں زندگانی
میں غم نصیب اپنی کس سے کہون کہانی — اک تیری آرزو ہے۔ اک حسرت جوانی

لیکن محال ہیں یہ دونون خیال میرے
ارمان بھی مرینگے بعد وصال میرے

بیٹون کا کشت و خون ادھر دنیا کی بیوفائی — اور نگ زیب کی وہ اے وائے کج ادائی
ستاتا آہ! اسیر ترا غم جدائی — افتاد اک جہان کی اس عمر میں اٹھائی

نیرنگی جہان کے نقشے ہزار دیکھے
پہلو میں بیکسی کے لاکھون مزار دیکھے

میں کب سے منتظر ہون۔ اے مرگ ناگہان آ — تکتا ہون راہ تیری کب سے میں نیمجان آ
رستے ہیں آہ ظالم! تو رکگئی کہان آ — تپلا ہون بیکسی کا میں زیر آسمان ۔ آ

وہ مہ لقا نہیں ہے اے چاندنی کھسک جا
اے جان زار رخصت ہو آہ تا فلک جا

اے تاج! اللہ تو ہے خلد برین زمین پر — جلوہ فروش ہے یا حور عین زمین پر
اک نقش حسن ہے یا کرسی نشین زمین پر — جلوہ فروش ہے یا اک مہ جبین زمین پر

یا ساز حسن کا ہے تو منجمد ترانہ
فردوس ناز کا ہے یا تو نگارخانہ

دلکش ہیں ہونٹوں سے نقش و نگار تیرے　　وہ دلربا مناظر ہیں یادگار تیرے
شمس و قمر ہیں دونوں آئینہ دار تیرے　　آنکھوں میں پھر رہے ہیں لیل و نہار تیرے

وہ رشک حور جب تھی محو خرام شب کو
اور دوش ناز پر تھا گیسو کا دام شب کو

جمنا کی آف وہ موجوں کا دلفریب منظر　　جھونکے ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے وہ روح پرور
وہ چاندنی کا آنچل پھیلا ہوا زمین پر　　فواروں کا اچھلنا پھولوں کی نگہت تر

اک چاند کا نکھرنا۔ ایک چاند کا سنورنا
ہنسکر شہید مجھکو تیغ ادا سے کرنا

وقت خرام دل پر تیرے وہ ترک تازی　　کچھ ناز کچھ کرشمہ کچھ شان بے نیازی
وہ شوخی تبسم۔ اور وہ فسون طرازی　　ہونٹوں میں جاں نوازی۔ آنکھوں میں سحر سازی

بلبل سے چھیڑ کرنا۔ پھولوں سے مسکرانا
شبنم پہ پاؤں تولنا۔ وہ میرا دل اُٹھانا

معکوس اپنی کروٹ رفتار عمر رفتہ　　اس نازنین کو کروں پھر پیار عمر رفتہ
پھر حسن و عشق کا ہو اظہار عمر رفتہ　　شوق و حجاب کی پھر تکرار عمر رفتہ

کیا بازگشت تیرے ممکن نہیں جوانی
تو مجھکو کس پہ چھوڑے جاتی ہے عمر فانی

پہلو میں میرے آجا اے جان جان کہاں ہے　　تکتا ہوں راہ تیری آنکھوں میں میری جان ہے
کس خواب ناز میں ہے آنکھوں سے کیوں نہاں ہے　　تاریک تیرے غم میں نظروں میں ایک جہاں ہے

افسوس مرتے دم تو ارمان نظر کا نکلے

سینہ پہ ہاتھ رکھدے۔ کانٹا جگر کا نکلے

اے کاش! تجھسے ہنسکر میں ہم کلام ہوتا
روضہ میں ساتھ تیرے محو خرام ہوتا

ہوتا کنار جمنا! اور وقت شام ہوتا
اور چاند آسماں پر بالائے بام ہوتا

تو مجھکو پیار کرتی ۔ میں تجھکو پیار کرتا
قدموں پہ جان شیریں۔ تیری نثار کرتا

آ! دو گھڑی کو آجاموں دو گھڑی کا مہمان
پھر ملکے کرلیں ہم تم عشق و طرب کے سامان

ہر چند بے بقا ہے لطف و نشاط دوران
دنیا کی دو گھڑی بھی مغتنم ہیں خوشیان

آ! چاندنی میں دلکش ہے کیا بہار جمنا
جام وصال پی لیں بھر کر کنار جمنا

اے کاش! تیری الفت دل چیر کر دکھاتا
چھلنی ہے سو جگہ سے تجھکو جگر دکھاتا

عالم جو یاس کا ہے پیش نظر دکھاتا
نیرنگ آسمان بیدادگر دکھاتا

جنت میں روح تیری ہے آہ! کیا کہوں میں
تو خواب ناز میں ہے قید جفا میں ہوں میں

گنبد مزار کا ہے تیرے جو یہ سمن بر!
حوریں چڑھا رہی ہیں پھولوں کی چیونٹی چادر

اے سرو باغ خوبی۔ اے غیرت گل تر
تجھکو پکارتا ہوں میں تیرا نام لیکر

کانوں میں بازگشت اک آواز آرہی ہے
تیرا پیام الفت مجھکو سنا رہی ہے

ہے منتظر یہاں یہ جان نزار تیری
آنکھوں میں بس رہی ہے اے گل بہار تیری

میں راہ دیکھتا ہوں لیل و نہار تیری
دلپر ابھی محبت ہے یادگار تیری

آنکھیں ہیں میں تیری اے جفا: تو نہان ہو
تیری ہی پاس میرا جسم اور میری جان ہو

مرجھا رہی جو پھول تیرے مزار پر ہیں
سوز دروں کا ہم جان و دل و جگر ہیں
بو نہیں ہے وفا کی یہ تیرے چارہ گر ہیں
روح مشام جان ہیں۔ دامن کش نظر ہیں

یہ ان گلوں کی نازک جو پنکھڑیاں ہیں
مہندی بھرے یہ تیرے گویا ہتیلیان ہیں

ہوتی ہے آہ! قالب سے جان زار رخصت
پہلو سے صبر رخصت دل سے قرار رخصت
اے آہ! اے فغاں! اے شبہاے تار رخصت
دنیا سے ہو رہا ہون بیگانہ وار رخصت

آہ! میری جان تجھکو جی بھر کے پیار کرون
آ! اکبار تجھکو پھر ہمکنار کرون

میں آہ! لوٹتا ہون سوز غم نہان سے
شعلے نکل رہے ہیں ایک ایک استخوان سے
ہان قند گھولدے پھر لعل شکرفشان سے
ارشاد مسکرا کر ہو مجھکو کچھ زبان سے

کیبار دیکھ لے تو پھر پیار کی نظر سے
تیر نگاہ گذرے دل چیر کر جگر سے

روضہ پہ چاند تیرے کرنیں گرا رہا ہے
شفاف چاندنی کی چادر چڑھا رہا ہے
ٹکڑے کا تیرے مجھکو جلوہ دکھا رہا ہے
جمنا کی دلفریبی کیا کیا بڑھا رہا ہے

ہر دل کے آئینہ میں عکس جمال تیرا
بیتاب کر رہا ہے شوق وصال تیرا

جس طرح آہ! تیرے سنسان مقبرے پر
دھندلی سی شمع روشن ہے ایک اے گل تر

پڑتا ہے سنگ مرمر پر جس کا عکس باہر　　خون رونیوالے میرے یونہیں یہ دیدۂ تر

ہیں آہ! اس اداسی پر ٹکٹکی لگائے
تیرے لحد کو بنکر چادر رہے چھپائے

زیر زمین جو تجھکو پنہان کئے ہوئے ہے　　جو تیرے غم میں مجھکو نالان کئے ہوئے ہے

ہستی کا چاک میرے دامان کئے ہوئے ہے　　رخت سفر کا میرے سامان کئے ہوئے ہے

چھائی ہوئی ہے دل پر تیرا خیال بنکر
اندوہ یاس بنکر - رنج و ملال بنکر

فرقت نصیب ہون میں اے کاش موت آئے　　بند غم و الم سے آکر مجھے چھوڑائے

میں مر رہا ہون مجھکو تجھ سے اجل ملائے　　نظرون سے چھپنے والے جلوہ ترا دکھائے

دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال تیرا
خلد برین میں دیکھون مر کر جمال تیرا

اشجار جھومتے ہون شاخین لچک رہی ہون　　خوشبو ہو بھینی بھینی - کلیان مہک رہی ہون

شبنم کی ننھی ننھی بوندین ٹپک رہی ہون　　سبزے پہ موتیون کا پانی جھلک رہی ہون

مصروف آہ! ہم تم گلگشت باغ میں ہون
دامن میں پھول چنتے کنج فراق میں ہون

سرشار عشق ہون میں تو مست جام الفت　　دیتی ہون تیرے نظر دل کا پیام الفت

ہو آہ! لطف صحبت شرب مدام الفت　　دل ہو اسیر گیسو گیسو ہو دام الفت

غماز دوسرا ہو کوئی نہ انجمن میں
محو خرام ہم تم دونون ہون اک چمن میں

بدنصیب بنگال

آہ! اے بنگال! آلام و مصائب کے شکار
آہ! اے کرزن کی پالیسی کی صید بیقرار

آہ! اے نخچیر ناوک خوردۂ دستِ اجل
آہ! اے خونیں جگر، خونیں کفن، خونیں مزار

آہ! اے محنت کش و حرمان نصیب و دردمند
آہ! اے برگشتہ ایام و پریشان روزگار

آہ! اے مجمر فروز آتش سوز دروں
آہ! اے خونناب بار بہ زیر گریۂ بے اختیار

آہ! اے لذت چش ذوق مئے حب وطن
آہ! اے جرعہ کش زہراب تیغ روزگار

آہ! اے آماجگاہ ناوک جور فلک
آہ! اے صید زبون شوریدہ حال و بیقرار

آہ! اے بنگال! اے ذلت نصیب و مبتذل
کیا ہوئے وہ تیرے عظمت کیا ہوا تیرا وقار

مل گئیں تیری وفائیں خاک میں سب ہائے ہائے
ہو گیا حکام کی نظروں میں تو بے اعتبار

اٹھ گیا فرق سعادت سے ترے تاج شرف
اشک حسرت بن کے ٹپکے تیرے در شاہوار

اب نہ وہ تو ہے نہ تیری سرزمین عیش ہے
اب نہ وہ دن ہیں نہ راتیں ہیں نہ وہ دور روزگار

اب نہ ساقی ہے نہ مطرب ہے نہ مینا ہے نہ مے
اب نہ وہ تیری شبستان ہے نہ وہ لیل و نہار

اڑ رہی آہ اب تیرے سیہ خانے میں خاک
شام ماتم سے مبدل ہے تیری صبح بہار

تیرے پہلو میں ہے عالم زخم دامن دار کا
خون رلاتی ہے نگاہ شوق کو تیری بہار

اب کہاں وہ تیرے مرغان چمن کے زمزمے
اب نہ وہ قمری کی کو کو ہے نہ گلبانگ ہزار

اب نہ وہ پھولوں کا تختہ ہے نہ کنج خوشنما
ہیں چمن میں کچھ خس و خاشاک عبرت یادگار

چھا گئی کیوں تیرے پھولوں پر خزاں قسمت ترا
کس لیے ہے بو شلی تیرے گلستاں کی بہار

دل کو تڑپاتا ہوا گذرا جگر سے کس کا تیر؟
ہو گیا تو کس شکار افگن کے ناوک کا شکار

کس کی تشنہ نانہ دل پہ تیرے چرکے دیئے
مرغ بسمل کی طرح جو ہے زمین پر بے قرار

کس نے دو ٹکڑے کیے سینے کے تیرے آہ! کون
چل بسا تجھ کو تڑپتا چھوڑ کے بیگانہ وار

دن ابھی سے چھا گئی تاریکی شبہائے غم
تیرا سورج آ کے پایا تھا نہ تا نصف النہار

یوں بجھایا [illegible] تو ہائے تو
تیرے ارمانوں کا کس نے آہ! کر ڈالا انتشار

پھر بھی [illegible] کی تجھے آہ! کیوں چشم کرم
جاں فروشی تیرا شیوہ جاں نثاری تیرا شعار

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

سب پہ تھی جو آہ! [illegible] کی
کچھ سکون تھا جس سے تیرے دل کو [illegible] قرار

شاق گذری دل پہ ایسی [illegible] کے تیر
ہو گئی خاموش وہ بھی گونج کر پایانِ کار

یہ تباہی پر تباہی - اور ستم پر یہ ستم
رحم کے قابل ہوا ہے افسوس تیرا حال زار

اضطراب دل سے ہو بس اپنے سرگرم خروش
[illegible]

تیری شہرت کے نشان بنگال [illegible]
[illegible] آہ! [illegible]

مرغانِ قفس (تضمین)

جو تجھ پہ بیتے تو تو جانے مرغ بستانی
قفس میں کیسے تڑپتے ہیں آہ! [illegible]

تپش فزا ہے قیامت کا درد پنہانی
[illegible]

[illegible] دل [illegible] رشتہ پیار

[illegible]
[illegible]

سمجھتا ہے مرے نالوں کو زمزمہ خوانی تو اے کبوترِ بامِ حرم چہ میدانی

تپیدنِ دلِ مرغان رشتہ بر پا را

ہنسی نہ مجھ سے کر او محوِ زمزمہ خوانی ہو کنگرے پہ مبارک تجھے خوش الحانی

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ تو ہو زندانی تو اے کبوتر بامِ حرم چہ میدانی

تپیدن دل مرغان رشتہ بر پا را

جذبۂ اُلفت

عشق

ہیں بزمِ دہر میں ہوں وہ تیرِ طرازِ عشق ٹکڑے دل و جگر کے ہیں آئینہ سازِ عشق

رسوا چمن میں شاہدِ گل ہو نہ عندلیب! اے تنگ حوصلہ نہ کر افشائے رازِ عشق

تیرا حریف بزم میں پروانہ میں بھی ہوں آیا ازل سے لیکے ہوں سوز و گدازِ عشق

مجبور ہوں کہ مانعِ سجدہ ہے رعبِ حُسن ہوں تیرے در پہ ورنہ سراپا سازِ عشق

وہ داغ ہوں کہ شعلۂ برقِ فنا ہوں میں وہ اشکِ خوں ہوں میں کہ ہوں طوفاں طرازِ عشق

پروانۂ ازل ہوں میں اے شمعِ انجمن! مجھ سے نہ پوچھ قصۂ سوز و گدازِ عشق

پہلو سے میرے چاند سے نکلا شبِ فراق اُبھرا ہے دل سے داغ تب جاں گدازِ عشق

ہر آئینہ میں عکس ہے اُس کے جمال کا اہلِ نظر ہے شرط مگر امتیازِ عشق

پردے میں کوئی پردہ نشیں ہے حجاب پوش محفل میں چھیڑ آ دو مغنی نہ سازِ عشق

سنتا ہوں بامِ یار کا پایہ بلند ہے گردوں پہ پھینکتا ہوں کمندِ درازِ عشق

میرے جگر پہ مرہم کافور تو نہ رکھ
میں داغ شعلہ ناز ہوں۔ اے چارہ ساز عشق

میں بھی تپش فروش ہوں پروانہ بزم میں
لیکن ہے ضبط مانع افشائے راز عشق

سجدہ بنا ہوں کا نہ مجھ کو نہ میرے کریم
پتھر کا ان کا دل ہی یہ میں بے نیاز عشق

وہ پائے شوق دے کہ جو ہوں تیری راہ میں
نا آشنائے بادۂ کوئی مجاز عشق

تو اور محو حسن تحیر فزا دریغ!
میں اور آہ شیوۂ عجز و نیاز عشق

پتلا بھی میرے خاک کا جب بے نیاز تھا
تیری گلی میں سب سے ہوں میں خاکباز عشق

اے شمع! بیقرار ہو تو اور میں جلوں
میں تجھ کو دوں تپش مجھے دے تو گداز عشق

میں گردباد کوئے ملامت ہوں خضر راہ!
مجھ کو کہاں خیال نشیب و فراز عشق

ہستی ہے میری صورت آئینہ خیال
ہوں میں طلسم جلوۂ حیرت طراز عشق

وہ روشناس سوز محبت ہوں میں سرور
پہلو میں داغ عشق ہوں دل میں گداز عشق

دل بیقرار سو جا

کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
کہ گذر گئی شب آدھی۔ دل بیقرار سو جا

یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی۔ یہ ہوا کے سرد جھونکے
تجھے دے رہی ہیں لوری۔ میرے غمگسار سو جا

یہ تیری صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے
میرے پردہ دار سو جا میرے راز دار سو جا

ابھی تو جہان یہاں ہی تو نہیں عاشقی کے قابل
یہ تپش کا آہ شیوہ۔ نکر اختیار سو جا

مجھے خون رلا رہا ہے ترا دمبدم تڑپنا
ترے غم میں آہ و گریے ہوں اشکبار سو جا

نہ تڑپ یہاں پہ ظالم، تجھے گود میں اٹھا لوں
تجھے سینے سے لگا لوں، تجھے کر دوں پیار سو جا

تجھے جس کا ہے تصور، وہ ہے مست جام الفت — انہیں انکھڑیوں کے صدقے تجھے جن کی بادہ خواری سوجھا

تجھے پھر سنا رہی ہے شب غم جو بیتی بپا ہے
کہیں مرشئے نہ ظالم، ہو دل بیقرار سو جا

ماں کی لوری

شفق گلابی نہیں ہے باقی، شفق کی دھیمی بجھ گئی ہے — شفق کی ہو گئی سرخی، وہ گھڑی گھڑی کی رنگت
شب ماہ چاندنی کی، ہے عجب بہار و لطف — جو ہوا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی، تو نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی
ہوئی شام جیسے تاروں بھری آسماں پہ تارے

ہے عجیب سکوت افزا شب ماہ کا یہ منظر — یہ سماں ہے پیارا پیارا، کہ طلسم سحر و فسوں
نہ وہ گیت قمریوں کے نہ صدا ہے بلبلوں کی — نہ سرود حیوان ہیں چڑیاں، نہ غزل سرا کبوتر
کہ پرند گا کے تھکے، سو رہے آشیاں سدھارے

کبھی ان پہاڑوں میں، کبھی جن میں ہائی گھاٹیاں — کبھی جنگلوں میں ہے یہ، کبھی ہے بیابان کا سوچ
کبھی خاک اڑ رہی ہے، کبھی گرد بیتی کی رُت ہے — کبھی قل ہیں بادلوں کے، کبھی مینہ کی ہیں جھڑیاں
ہے عجب بہار قدرت، کہیں دیکھ یہ تماشا

یہ کرے جو دیکھے ہیں، نہیں خالی اس کی بستی — ہیں کہیں پہ انساں، کہیں جانور، کہیں دشت ہے صحرا
کہیں ہے یہ جھیلیں، دریا، کہیں پانی کا منظر — کہیں آگ ہے، کہیں سبزہ، کہیں ہے گھٹا برستی
کہیں پھول تھے لگے ہو، کہیں پھول کھل رہا ہے پیارے

ابھی تھا سماں سہانا، ابھی تو ہوئی ہے شفق — ابھی چھا رہا تھا سایہ، ابھی آسمان تھا نیلا
ابھی بادلوں سے تھی یہ، ابھی پڑ رہی تھیں کرنیں — ابھی چھپ گیا تھا سورج، ابھی چاندنی ہے چھٹکی

ابھی آگ کا تھا گولہ۔ ابھی آگ کے شرارے

ہوئی کم وہ کھونکی جو تھی وہیں بھنبھناہٹ — نہ رہا وہ غل غپاڑہ کہیں ہے ہر طرف خموشی
نہ لوا کی اب صدا ہے نہ وہ فاختہ کی کوکو — نہ وہ تیز تیز جھونکے نہ ہوا کی سنسناہٹ

کہ ہے محو خواب سبزہ لب نہر اک کنارے

نہیں محویت یہ اچھی میرے لال رات تو سو جا — کہ جو رات بھر کی مہمان یہ بہار بزم قدرت
نہ یہ آسمان رہیگا۔ نہ یہ انجمن رہیگی — کبھی تاروں کی ہے حسرت کبھی چاند کی تمنا

یہ بتا رہے ہیں مجھکو تیرے آنکھوں کے اشارے

میں تھپک تھپک کے کب سے تجھے دے رہی ہوں لوری — کبھی چومتی ہوں ماتھا کبھی لیتی ہوں بلائیں
مری چھاتی سے لپٹ جا نہ ہو بیقرار اتنا — میری آنکھ ہے جھپکتی کہ گذر گئی شب آدھی

تیرے صدقے جاؤں سو جا میری انکھڑیوں کے تارے

پدمنی

عندلیبوں کو ملی آہ و بکا کی تعلیم — اور پروانوں کو دی سوز وفا کی تعلیم
جب ہر اک چیز کو قدرت نے عطا کی تعلیم — آئی حصے میں تیرے ذوق فنا کی تعلیم

نرم و نازک تجھے اعضا دئے چلنے کیلئے
دل دیا آگ کے شعلوں پہ پگھلنے کے لئے

رنگ تصویر کے پردہ میں جو چمکا تیرا — خود بخود لوٹ گیا جلوۂ رعنا تیرا
ڈال کر قالب نور میں پتلا تیرا — ید قدرت نے بنایا جو سراپا تیرا

بھر دیا کوٹ کے سوز غم شوہر اس میں

رکھدیا چیر کے اک شعلۂ مضطر دل میں

تو وہ تھی شمع کہ پروانہ بنایا تجھکو — تو وہ لیلیٰ تھی کہ دیوانہ بنایا تجھکو
رونق خلوت شاہانہ بنایا تجھکو — نازش ہمت مردانہ بنایا تجھکو

ناز آیا ترے حصے میں۔ ادا بھی آئی
جان فروشی بھی محبت بھی۔ وفا بھی آئی

آئی دنیا میں جو تو حسن میں یکتا بنکر — چمن دہر میں پھولی گل رعنا بنکر
رہی ماں باپ کی آنکھوں کا جو تارا بنکر — دل شوہر میں رہی مثل سویدا ہوکر

حسن خدمت سے شگفتہ دل شوہر رکھا
کہ قدم جادۂ طاعت سے نہ باہر رکھا

تیری فطرت میں مروت بھی تھی غمخواری بھی — تیری صورت میں ادا بھی تھی طرحداری بھی
جلوۂ حسن میں شامل تھی نکوکاری بھی — غرور آیا ترے حصے میں تو خودداری بھی

آگ پر نہ تجھے آہ! مچلتے دیکھا
تپش حسن کو پہلو میں نہ بدلتے دیکھا

تو وہ عصمت کی تھی اک آئینہ سیما تصویر — حسن سیرت سے تھی تیری متجلا تصویر
لاکھ تصویروں سے تھی اک تیری زیبا تصویر — تجھکو قدرت نے بنایا تھا سراپا تصویر

نور ہی نور ترے جلوۂ مستور میں تھا
انجم ناز کا جھرمٹ رخ پر نور میں تھا

لب میں اعجاز حیا چشم فسون ساز میں تھی — کہ قیامت کی ادا تیرے ہر انداز میں تھی ۲
[illegible] ترے دیدۂ غماز میں تھی — برق بیتاب ترے جلوہ گہ ناز میں تھی

یہ وہ بجلی تھی قیامت کی تڑپ تھی جس میں
شاہد ناز عقوبت کی تڑپ تھی جس میں

یہ وہ بجلی تھی جو تیغ شرر افشاں ہو کر — کوندتی تھی قلعۂ چتوڑ میں جولاں ہو کر
یہ وہ بجلی تھی جو سوز غم حرماں ہو کر — ذرا کے سے لوٹتا گئی تیرے پشیماں ہو کر

یہ وہ بجلی تھی۔ کہ جسے جس کے اثر نے پھونکا
رفتہ رفتہ تپش سوز جگر نے پھونکا

آہ! وہ عشوہ و انداز و ادا کی دیوی! — آہ! وہ ... وفا کی دیوی!
آہ! وہ پرتو انوار کی دیوی! — اور زیارت کدۂ شرم و حیا کی دیوی!

تیری تقدیس کا قائل ہے زمانہ اب تک
تیری عفت کا زباں پر ہے فسانہ اب تک

آفریں ہے ترے جانبازی و ہمت کیلئے — آفریں تیری عفت تیری عصمت کیلئے
کیا مٹائیگا زمانہ تیری شہرت کے لئے — کہ چلی آتی ہے اک خلق زیارت کے لئے

نقش اب تک تیری عظمت کا ہے بیٹھا دل میں
تو وہ دیوی ہے ترا لگتا ہے میلا دل میں

آجا

(تضمین بر غزل بیان)

دل بیتاب کو سینے سے لگانے آجا — کہ سنبھلتا نہیں کمبخت سنبھالے آجا
پاؤں میں طول شب غم نے لگا لے آجا — خوب ہیں زندگی کو کھٹکے سے لگا لے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

صورت سایہ ہوں افتادہ اٹھا لے آجا | ایڑیاں خستہ ہیں اور زخم ہیں چھالے آجا
قافلہ جاتا ہے رہزن ہیں ستا لے آجا | بیکسی پر مری خوں ہو گئے چھالے آجا
راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

نہیں خورشید کو ملتا تیرے سایہ کا پتہ | کہ بنا نور ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ تیرے چاند سے مکھڑے کی ضیا | کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا
اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

اے مسیحا تیرے بیمار نے کیا رکھا ہے | رخت ہستی تیرے کوچے سے اٹھا رکھا ہے
تیری فرقت میں وصال اٹھا رکھا ہے | دم تیرے دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے
لے رہے ہیں تیرے بیمار سنبھالے آجا

دل ہی دل میں مرے ارمان گھٹے جاتے ہیں | خاک پر گر کے مرے اشک رلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کمبخت تلے جاتے ہیں | ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

ہائے وہ ماندگی و وسعت دامان صراط | المدد المدد اے خضر بیابان صراط
ہر قدم پر نگہ یاس ہے پریشان صراط | دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفان صراط
ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو ادب سے نزاکت نے کہا | مرحبا بڑھ کے ادھر شاہد وحدت نے کہا
آ بلائیں تیری لوں جوش محبت نے کہا | پہنچا محبوب تو نشاط قدرت نے کہا
خلوت راز میں اے ناز کے پالے آجا

تیرے دیوانے کو زنجیر طلائی بخشی | چہرہ آئینہ دل کو صفائی بخشی
بادشاہوں کو ترے در کی گدائی بخشی | ہمنے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی

اپنے شیدا دل کو کبھی تیرے سے جدا سے آجا

کبھی کبھی گل توحید کی نکہت ہے کہاں | ولولہ نکہت ہم رنگی محبت سے عیاں
ابر رحمت ہے بیاں اور محبت کی زباں | رنگ شہ وحدت ہے بیاں غنچہ خلوت ہے عیاں

اے گل گلشن لولاک لبا سے آجا

آبگینہ ہے ترے درد نہاں کا سینہ | پارہ الماس ہے کوئی سوز نہاں کا سینہ
تختہ گل ہے ترے سوختہ جاں کا سینہ | صورت لالہ ہے پر داغ نہاں کا سینہ

پھر رہے ہیں ترے بیمار کے لاسے آجا

غزل

شب وصال ہو دے رہی ہے تو تیری | ابھی سے لگی ہوتی ہے مرے گفتگو تیری
مسل سمجھ کے دل درد مند کو میرے | کرو آہیں رہتی ہے بیدار آرزو تیری
تیری زبان نے بگاڑا رقیب بد خو نے | کر اپنے ہاتھ سے بگاڑی تو نے خو تیری
ٹھکا رہا ہے ستا کون تیرے آنسو نے | بہا رہی ہے بہتے خون آرزو تیری
تیری سکوت میں بھی اک ادا نکلتی ہے | لبے چھپی ہوئی پردے میں گفتگو تیری
تڑپ کے دل بیتاب کو میرے ظالم | نکل گئے ہو کہیں حسرت آرزو تیری
ٹپکتی ہے ترے چشم کا کبھی یہ کشتہ | کشاں کشاں لئے پھرتی ہے جستجو تیری

عروسِ حُبِّ وطن

آ! اے عروسِ حُبِّ وطن! میرے بر میں تو — آنکھیں ترے تلاش میں ہیں محوِ جستجو
آ! اے نگار! تجھکو گلے سے لگاؤں میں — آ! مجھسے ہمکنار ہو اے شوخ خوش گلو
وہ دن خدا کرے کہ مناؤں شبِ وصال — گردن ہو تیری اور میری دستِ آرزو
زانو ہو تیرا اور سرِ شوریدہ ہو میرا — میرا مشامِ جان ہو تیری زلفِ مشکبو
تیری شرابِ عشق کا آنکھوں میں ہو سرور — خلوت میں ہو نہ ذکرِ مئے و شیشہ و سبو
لپٹوں میں بیخودی میں جو تجھسے شبِ وصال — باہیں ترے گلے میں ہوں لب پر یہ گفتگو
ٹوٹیں وہ پاؤں جنکو نہ تیری تلاش ہو — پھوٹے وہ آنکھ جسکو نہو تیری جستجو
وہ گھر ہو بے چراغ جہاں تیری بو نہو — وہ دل ہو داغ جسمیں نہو تیری آرزو
دنیا و آخرت میں نہ انجام ہو بخیر — تیرے سوا جو غیر کی ہو مجھکو جستجو
حوروں پہ میں مروں تو جہنم نصیب ہو — کافر ہوں میں جو مجھکو بتوں کی ہو آرزو
ناقوس اور اذان میں نہیں قیدِ کفر و دین — اُس کیلئے کہ جسکا پرستش کدہ ہی تو
گنگا نہائے شیخ۔ اگر تیرا حکم ہو — تیرا اشارہ ہو۔ تو برہمن کرے وضو
تیرا طریقِ عشق ہی ایمان ہے میرا — تیرے فدائیوں میں ہوں اے شیخِ خوبرو

جلوہ نہو کسی مسِ رعنا کا سامنے
وہ دن خدا کرے کہ ہو آنکھوں میں تو ہی تو

عروس برشگال

تو کہاں ہے؟ اے ناظورۂ ناز آفریں
اب وہ شوخی ہے نہ وہ نقش و نگار دلنشیں

اُودے اُودے اب گھٹاؤں کا وہ آنچل ہے کہاں
ہلکی ہلکی اب کہاں ہے وہ نقابِ شبنمیں

آسماں پر اب کہاں وہ پارۂ ابرِ سیاہ
دوشِ نازک پر کہاں اب وہ زلفِ عنبریں

اب کہاں آنکھوں میں ڈورے وہ شفق کے سرخ سرخ
اب وہ مستانہ نگاہیں ہیں نہ چشمِ سرمگیں

ہلکی ہلکی آہ! وہ ساون کی جھڑیاں اب کہاں
اُبھرے سینے پر پسینے کے وہ چھینٹے اب نہیں

وہ سنہری اب کہاں بجلی کی پائل پاؤں میں
اب کہاں ہے گھنگھروؤں کی وہ صدائے دلنشیں

اب کہاں کوئل کے نغموں کی سریلی تان وہ
ہائے! وہ دلکش ترانے ہیں کہاں اے نازنیں

نیلگوں آنکھوں میں وہ سُرمے کے ڈورے اب کہاں
سرمگوں اودی گھٹا سے اب کہاں چرخِ بریں

کر رہی ہے لیلیٔ شب آہ! اب آراستہ
چھوٹے چھوٹے خوشنما تاروں کی افشاں سے جبیں

اب کہاں تیری ادائیں اے عروسِ برشگال
ہائے! وہ دلکش فضائیں اے عروسِ برشگال

اب کہاں آنکھوں میں وہ سرمستیِ ایوانِ حسن
اب کہاں وہ جامہ زیبی، اب کہاں شانِ حسن

اب کہاں پھولوں کا آنچل اب کہاں بادِ نسیم
اب کہاں وقتِ سحر وہ جنبشِ دامانِ حسن

البیلی وہ کہاں جوہی کی کلیوں کی ادا
وہ کلیجے میں کہاں چبھتے ہوئے پیکانِ حسن

اب حسینوں کی کہاں ندیوں میں البیلی وہ چال
اب کہاں سیلِ رواں ہیں آہ! وہ طوفانِ حسن

اب وہ جھرنوں میں کہاں عالم فریبی کی ادا
اب کہاں نہروں میں وہ کیفیتِ سیلانِ حسن

اب کہاں قوسِ قزح کے سرخ نارنجی وہ رنگ
ہائے! وہ دن آسماں تھا جب نگارستانِ حسن

تو دیکھی رت آتی کیا سہانی۔ وہ نئی کلیاں پیارا سا — خار بھی آہ! جیسے بچے بچے مژگانِ حسن
آ رہی ہر گل سے ہے بوئے نکہت، رنگ و بو — وہ فسونِ گر یا نوشے تو ہائے آہ! کیا پیمانِ حسن
جوشِ تخیل جوشِ نمو جوشِ بہار جوشِ شباب — تیرے ہی سبب سے آہ! چاروں طرف ہے جوشِ حسن

گلی گلی تو ساتھ اپنے آہ! کیا کالی گھٹا
بادہ نوشوں کے ہے لب پر ہائے متوالی گھٹا

تو کہاں چھپی ہے آہ! اے نازنین جانِ بہار — تیرے نظارہ کو وا ہیں دیدۂ اختر شمار
تیرے رگ رگ میں بھرتا ہے دلفریبی کو مگر — کتنے دلکش آہ! اللہ تیرے نقش و نگار
نکلے پھول سے چہرے پہ چھپا لو نہ کہیں نقاب — ابھرے سینے پر جوانی کے وہ دو نورس انار
اف! وہ مستی پر تیری آنکھ اٹھا آتی ہوئی — جس طرح جوبن کی متوالی ہو سنبل کوئی نار
آ کے وہ وہ دیکھنا ... — دوپہر آئی ہوئی وہ آہ! بگلوں کی قطار
ما تھے پر شیوں کا ... — وہ شرمیلی آہ! آنکھیں اور وہ سادگی کے وار
چوڑیاں وہ ... — وہ جوانی کی امنگیں اور وہ ساون سنگھار
ننھی ننھی انگلیوں پر اف! وہ ساون کی حنا — لمبی لمبی چوٹیوں میں آہ! وہ بیلے کے ہار
آہ! یہ اگلے نظارے یاد آ جاتے ہیں جب — دل تڑپ جاتا ہے پہلو توڑ کر بے اختیار

اف! وہ تیری رنگین ادائیں اے عروسِ برشگال
تو دلہن بن کر ہی آئی اے عروسِ برشگال

چشمۂ وطن

جاری رہینگا یونہی تو اے وطن کے چشمے ۔ انداز خوش خرامی ہرگز یہ کم نہ ہونگے
اے غمگسار طفلی لیکن یہ غم ہے مجھکو ۔ ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

گذرے گا سبزہ زار و نیلیں کھیلتا ہوا تو ۔ موجوں میں تیرے دلکش کھیلا کرینگے پر ہم نہ ہونگے
یونہی رواں رہیگا تو سبزہ وادیوں میں ۔ ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

ملتی رہینگی تو یونہی پھولوں کی تیری بیلیں ۔ جھونکے نسیم کے پر کیا صبح دم نہ ہونگے
تیرا کرینگے یونہی مرغابیوں کے جوڑے ۔ ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

کھیلا کرینگی تجھ سے سورج کی کرنیں دن میں ۔ کیا خوب زندگی کے سامان بہم ہونگے
رونق یونہی رہیگی تیری اے وطن کے چشمے ۔ ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

سرزمین وطن

آہ! او جنت کی دیوی! اے وطن کی سرزمین ۔ آسمان کی حور پری! فردوس کی اے حور عین
تھی چمن آرائے گیتی تیرے گلشن کی بہار ۔ یاد آیا سکہ تھی تو نازش خطہ ہائے زمین
ٹھنڈی ٹھنڈی آہ تیری سبز پروردہ زمیں ۔ بھینی بھینی آہ وہ صبح نسیم عنبریں

وہ سہانا سا صحرا۔ وہ دشت پُر فضا
روپ پر آئے ہوئے وہ تیری کنج دلنشین

تیرے شاخون کا چمکنا آہ! وہ متانہ وار
جھومتی ہر شئے میں جیسے کوئی ناز آفرین

پیارے پیارے آہ! کوئلون کی سُریلی وہ صدا
جیسے گائے زہرہ وش کوئی لب جو بھیروین

آسمان کے منہ پہ آنچل بدلیون کا خوشنما
ہلکی ہلکی بادلے کی وہ نقاب ریشمین

سبزہ زارون میں وہ ٹھنڈی ٹھنڈی گہری چاندنی
آبشارون میں وہ شب کو پرتو ماہ مبین

وہ سہانا آہ! جنگل۔ وہ نہال میوہ دار
میٹھے میٹھے وہ ثمر لذت فروش انگبین

وہ تبسم بے تحاشا اور کالی کالی وہ گھٹا
لیلیٰ وش اک نازنین۔ آہ بہت خستہ جبین

وہ شگفتہ ہستی کی ننھی ننھی کلیون میں ادا
جیسی یعنی شبنم نکہت شاہد پردہ نشین

تجھ میں رعنائی تھی کیا کیا اے وطن کی سرزمین
شان محبوبی تھی کیا کیا اے وطن کی سرزمین

ہائے وہ دلکش مگر تیرے مناظر ہیں کہان
اب کہان وہ شاہد قدرت کی بزم آرائیان

جھوم کر چلتی ہے اب بھی تیرے گلشن میں نسیم
لیکن اٹھکھیلی سی کہان وہ چال میں اٹھکھیلیان

روح افزا آہ! کتنے تھے وہ ایام بہار
بوئے گل سے جب معطر تھا مشام شوق جان

تیری کشت آرزو کا ہے خدا حافظ کہ اب
گرم جولان برق ہے ابر سیہ آتش فشان

تو وہ تفتیدہ جگر ہے آہ! او ناکام وطن
سو شرار آرزو ہیں راکھ میں تیرے نہان

اب کہان تیرون کے پیکان دل میں ہیں چھپے ہوئے
رہ گئی کہنے کو اب باقی ہے جن کی داستان

جوشش غم سے ہی اب یہ زمین خونابہ ریز
کہہ رہی ہے او کہ بیوفا کی تیغ دو زبان

اے وطن کی سرزمین! تصویر عبرت اب ہے تو
صفحۂ ہستی پہ یعنی نقش حسرت اب ہے تو

خاک وطن

آہ! اے خاک وطن! اے سرمۂ نور نظر
تیرے دامن میں شگفتہ تھے کبھی قدرت کے پھول
جب مسلط خلق پر تھی خواب غفلت کی گھٹا
لوٹتا تھا شب بھر قمر تھا سبزہ زاروں میں تیرے
تیرے کنجوں میں ترنم ریز تھے مرغان قدس
رفعت نام فلک تھی تیری پستی میں نہاں
جب تمدن کا بندھا عالم میں شیرازہ نہ تھا
بادۂ تہذیب سے خالی تھا جب یورپ کا خُم
جب نہ تھی یونان میں علم و ہنر کی روشنی

آہ! اے سرمایۂ آسائش جان و جگر
گندھ رہے تھے تیری چوٹی میں کبھی وحدت کے پھول
موتی برساتی تھی تجھ پر ابر رحمت کی گھٹا
کھیلنے آتا تھا سورج آبشاروں میں تیرے
تیرے ویرانے میں بھی خاک وطن تھی شان قدس
عظمت خور تھی شرار اوج ہستی میں نہاں
شاہد قدرت نے جب رخ پہ ملا غازہ نہ تھا
ایشیا کا آہ جب بیڑا تھا تاریکی میں گم
جلوہ افروز خرد تھی تیرے گھر کی روشنی

آہ! اے خاک وطن اے جوہر کان علوم
جلوۂ نور روز ازل کی آہ! تو تنویر تھی
بزم قدرت میں نہ تھی جب جان نوازی کی ادا
تو مہبط تھی جس سے وہ خلد بریں کی خاک تھی
ڈر رہا تھا چرخ جم جاہی اکبر ہیں
شان اونچی تھی تیری اونچا گھرانا تھا تیرا
نجم شہرت جو کبھی تھی شوکت افلاک کی

آہ! اے شمع ادب اے ابر نیسان علوم
خلد کی دیوی تھی تو عفت کی تو تصویر تھی
حسن میں تیری تھی شان بے نیازی کی ادا
سرمۂ چشم ازل تیری جبین کی خاک تھی
رزمگہ میں جو فشاں رانا کا تھا خنجر جبین
بام و در اونچے تھے۔ اونچا آستانہ تھا تیرا
تجھے وہ اے خاک وطن! ڈھونڈتے ہیں کی نگاہ

اُف ری تیری شعلۂ محبت کی تپش
تیرے پروانون کے دل میں تھی قیامت کی تپش
کھینچکر جذبہ جو لایا گھر سے باہر کو تیرا
لے اُڑا یونان سے سودا سکندر کو تیرا

٭

آہ! اے خاکِ وطن! اے خانہ آرائے ہنر
آہ! اے جولانگہ برق تماشائے ہنر
تو وہی ہے اب بھی اور تیرے مناظر ہیں وہی
تھے جو پہلے۔ اب بھی قدرت کے مظاہر ہیں وہی
اب بھی تیرے آبشاروں کی فضا ہی خوشگوار
اب بھی تیرے سبزہ زاروں کی ہوا ہی خوشگوار
اب بھی ہیں زرخیز تیرے آہ! قطعات زمین
سیر کے قابل ہیں اب بھی تیرے کنج دلنشین
غنچہ وگل ہیں وہی۔ اور ہے وہی شان چمن
تھے جو پہلے ہیں وہ اب بھی سرو ریحان چمن
جنبش باد صبا میں جان فزائی ہے وہی
سبزۂ صحرا میں اب بھی دلربائی ہے وہی
حسن قدرت آہ! اب بھی تیرے میدانوں میں ہے
اب بھی اک شان دلاویزی بیابانوں میں ہے
چوٹیاں اب بھی ہمالہ کی وہی ہیں سربلند
پھینکتی ہیں اب بھی کرنیں چاند سورج کی کمند
تازگی اب بھی ہے تجھپر سربسر چھائی ہوئی
ولولوں میں دل کے پستی ہے مگر چھائی ہوئی

٭

آہ! اے خاک وطن! اے دردمند روزگار
آہ اے شوریدہ قسمت! اے پریشان روزگار
اُڑ رہا تھا پرچم شوکت افلاک پر
سرنگون ہے تیری عظمت کا نشان اب خاک پر
تیری شہرت کے نگین خاکِ عدم میں ہیں نہان
اب نہ وہ تخت مرصع ہے نہ تاج زرفشان
جھلملا کر بجھ گئے سب تیرے ایوان کے چراغ
ہیں جگر کے داغ اب تیرے شبستان کے چراغ
اُڑ گیا نور سحر تاریکی غم چھا گئی
تیرا اقبال ڈوبا۔ شام ماتم چھا گئی
اُڑ گئی بوئے وفا حب وطن جاتی رہی
چھا گیا رنگ خزان۔ شان چمن جاتی رہی
اب کہاں ایثار نفس۔ اور اب وہ جانبازی کہاں
حسرتیں خون گشتہ ہیں کچھ دل کی جو تھیں نہان

پھر بھی اے خاک وطن اُف ری وفاداری تیری — چار سو ئے دہر میں نہر کرم جاری تیری
تیرے جنگل آب بھی ہیں خاک وطن مہمان نواز — تیرے ٹیلے میں ہی قدرت کی ادائے جاں نواز

معرکۂ عشق

مرحبا مرحبا اے شاہد رعنائے جمال — حبذا حبذا اے معبت زیبائے جمال
مرحبا مرحبا اے انجمن آرائے جمال — حبذا حبذا اے برق تجلائے جمال

شوخی حسن خود آرا ہے قیامت تیری
ہے ہر اک پیکر تصویر میں صورت تیری

جلوہ گر ہے جو تیرا عشوۂ جانانہ حسن — بزم قدرت کا مرقع ہے پریخانہ حسن
تیری محفل میں مہ و مہر ہیں پروانہ حسن — کہ تجلی سے ہے تیری زینت کاشانہ حسن

بزم ہستی میں وہ آئینہ خود بیں ہی تو
ہو کے ظاہر بھی حجاب رخ تزئین ہے تو

لاکھ پردوں میں ہو پھر بھی تیری تصویر عیاں — کہ ہے بے پردہ تیرے حسن کا انداز نہاں
تو ہی وہ عشوہ گر حسن و صناع جہاں — کہ تیرے وصف میں قاصر ہے فرشتوں کی زبان

جلوہ افروز جو تو پردۂ ایجاد میں ہے
شوخی برق ازل حسن خداداد میں ہے

دختر اک والی قنوج کی تھی ماہ جبین — پیکر حسن خداداد و سراپا تمکین
زہرہ وش حور لقا و سمن اندام و حسین — غنچہ لب غیرت گل پاک نظر پردہ نشین

سادگی میں وہ ادا تھی کہ پریزاد تھی دو

شوخیِ حسن میں برقِ ستم ایجاد تھی وہ

کوٹ کر سحر بھرا چشمِ فسون ساز میں تھا
لب میں اعجاز تھا۔ جادو نگہِ ناز میں تھا

فتنۂ حشر کا عالم قد طناز میں تھا
جلوۂ برقِ ازل حسن کے انداز میں تھا

فتنۂ حشر تھے گیسوئے معنبر دونون
کج ادائی میں تھے قامت کی برابر دونون

قد میں وہ فتنہ گری تھی کہ قیامت تھی نثار
رخ میں وہ جلوہ گری تھی کہ قمر آئینہ وار

دن مرادون کے تھے اور جوش جوانی کا ابھار
نشۂ حسن میں رہتی تھی وہ ہر دم سرشار

شکل زیبا بھی عجب۔ اسپہ عجب زیبا نام
یعنی اُس لعبتِ زیبا کا تھا جگنا نام

حورِ فردوس تھی۔ دخت سمن اندام نہ تھی
تھی پرستان کی پری شاہد گلفام نہ تھی

صدمۂ عشق سے آگاہ وہ خودکام نہ تھی
گردشِ چشم سیہ۔ گردشِ ایام نہ تھی

مرغِ جان پھنس کے کسی زلف کا نخچیر نہ تھا
دل کو اندوہ گران باریِ زنجیر نہ تھا

تھی جو وہ دوشیزہ وہ ناظورۂ عصمت پیکر
اُس مسیحا کو نہ تھی دردِ محبت کی خبر

شہ نے جب دیکھا کہ ہے قابلِ شادی دختر
چھولی دامن کا تعلق ہوا منظورِ نظر

دل میں سوچا کہ سیانی ہوئی اب دختِ حسین
کسی آغوش کے ہاٹے کی بنے ماہ جبین

اُس زمانے میں جو تھی رسمِ سوئمبر کی ضرور
سنعقد کی شہِ ذیجاہ نے اک بزمِ سرور

سنکے شادی کی خبر حسبِ رواج و دستور
رونق افروز ہوئے بزم میں شاہانِ غیور

جمع اُس غیرت یوسف کے خریدار ہوئے
دولت حسن کے چرچے سر بازار ہوئے

بھونرے منڈلاتے ہوئے سوئے گل تر آئے — اُڑکے فانوس پہ پروانہ مضطر آئے
جان نثاران وفا بزم میں اکثر آئے — سرفروشی کو ہتھیلی پہ لئے سر آئے

جلوہ افروز مگر راجۂ دھلی نہوا
قیس آشفتہ پے غیرت لیلی نہوا

آہ! جے چند کو کب تھی گوارا تحقیر — ہوا برگشتہ ندامت سے مزاج دلگیر
آج دہلی کو جو منظور نظر تھی تشہیر — سر محفل یہ دیا حکم کہ رشہ کی تصویر

صف خدام میں استادہ ہو دربان ہوکر
انجمن میں نہ رہے زیب شبستان ہوکر

ناگہاں بزم میں آیا نظر اک شعلۂ طور — یعنی خلوت سے برآمد ہوئے وہ غیرت حور
حسن وہ حسن سراپا بقدم بقعۂ نور — بادۂ خوش خوانی میں غضب کی مخمور

صف عشاق کو کرتی ہوئی بسمل آئی
ناوک ناز لگاتی سر محفل آئی

خوشنما صحن سیمیں میں وہ کنگنا زیبا — دست نازک حنا آلودہ زیبا زیبا
قد موزون پہ عروسی کا وہ جوڑا زیبا — گورے گورے وہ جبیں چاند سا مکھڑا زیبا

رخ گلرنگ پہ گنگھور گھٹا شادی کا وہ رنگ
اُس پہ سونے میں سہاگہ تھی جوانی کی امنگ

ہاتھ میں ہار لئے رشک گلستان ہوکر — آئی وہ آفت جان فتنۂ دوران ہوکر

حسن چمکا جو چراغ تہ داماں ہوکر — رہ گئے اہل نظر بزم میں حیراں ہوکر
کون اس آئینہ سیما کا طلبگار نہ تھا
فیصلہ قسمت عشاق کا تھا ہار نہ تھا
نگہ ناز سے ایک ایک جوان کو تاکا — اک نشانہ سے ہزاروں دل و جانکو تاکا
سونگھا اس پھول کو اُس سرو رواں کو تاکا — حسن اور عشق کے انداز نہاں کو تاکا
نظر آیا نہ مگر عقد کے قابل کوئی
کرسکا آہ! نہ صیاد کو بسمل کوئی
جتنے تھے راج کنور پیکر حسرت ہوکر — رہ گئے بزم میں آئینہ حیرت ہوکر
پھر گئی چشم سیہ گردش قسمت ہوکر — کہ رہا ہار وہ تصویر کی زینت ہوکر
کسی پروانہ کی گردن میں حمائل نہ ہوا
شعلہ حسن چراغ سر محفل نہ ہوا
سر محفل جب تمنگوں کا نصیبا بگڑا — کھنچ کے اُس انجمن عیش کا نقشا بگڑا
شاہزادی سے مزاج شہ والا بگڑا — کہا او دشمن ناموس تیرا کیا بگڑا
بزم میں پیکر آئینہ تزئین ہوکر
رنگ محفل کا بگاڑا بت خودبیں ہوکر
پھر کہا شہ نے کہ اے دخت نکوہیدہ خصال — میری عزت کا نہ افسوس ہوا تجھکو خیال
آہ! اے پیمرا گوہر یکتائے جمال — تیرے قابل نہیں ہرگز یہ برنجی تمثال
نقش کیوں ولیہ محبت تیری تصویر کی ہے
یہی کمبخت تو باعث میری تحقیر کی ہے

جمع ہیں بزم میں دلدادہ و شیدا اکثر — ہیں ہواخواہ ترے اے گل رعنا اکثر
سر ہیں سودا زدہ زلف چلیپا اکثر — تیرے پروانے ہیں۔ او شمع دل آرا اکثر
کیا کوئی اور نہیں عقد وفا کے قابل
کتنے دل ہیں گرہ زلف دوتا کے قابل

غضب آلودہ سخن یہ سر محفل سنکر — کانپ اُٹھی شعلہ صفت بزم میں وہ رشک قمر
پھر بصد عجز و سماجت ہوئے گویا کہ پدر — آپ مختار ہیں ہیں آپ کی ہوں لخت جگر
منہ سے راجوں کے مگر یہ نہیں زیبا تقریر
دلشکن یہ مجھے کیونکر ہو گوارا تقریر

آپ کی آہ بجا لاؤں ہدایت کیونکر — توڑوں میں رشتہ پیمان محبت کیونکر
ہو گوارا کسی بیگانے سے نسبت کیونکر — اب ہوں غیر کے آغوش کی زینت کیونکر
کسی گردن میں حمائل ہو یہ وہ ہار نہیں
آہ آرائش محفل ہو یہ وہ ہار نہیں

دیکھکر رنگ یہ حیرت زدہ راجا ہوکر — رہ گیا غصہ و اندوہ کا پتلا ہو کر
ش کی چتون جو پھری آہ نصیبہ ہوکر — پابہ زنجیر ہوئی شاہد رعنا ہوکر
رہی کاہش میں جو پابند سلاسل ہوکر
رہ گئی چاند کا ٹکڑا سے کاہل ہوکر

بیڑیاں آہ! پڑیں پانوں میں چھاگل ہنکر — طوق گردن میں رہا حسن کی ہیکل بنکر
سایۂ بخت سیہ زلف مسلسل بنکر — دوش نازک پہ پریشان ہوئی بجلی بنکر
زیور حسن جو اُترا نہ سلاسل ہو کر

ہنسلیاں رہ گئیں گردن میں حمائل ہوکر

دل فریبانہ وہ اب حسن کا انداز نہ تھا
دم بخود تھے لب جاں بخش پہ اعجاز نہ تھا

نشترِ جاں تھا۔ خدنگ نگہ ناز نہ تھا
نقش اندوہ وفا تھا۔ قدِ طناز نہ تھا

جو سے خونِ جگری۔ غازہ رعنائی تھی

حیرت۔ آئینہ تزئین میں خود آرائی تھی

پا بہ زنجیرِ جنوں وہ گلِ رعنا ہوکر
سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی کانٹا ہوکر

رہ گئی عشق کے آزار کا پتلا ہوکر
گھل گئی دردِ محبت سے مسیحا ہوکر

بندِ زنجیر و شیمیں بھی وہ مہ کامل کب تک

رہ خیالِ رخِ دلدار سے غافل کب تک

نرم و گرم فریق

فخرِ وطن ہیں دونو۔ اور دونو منتقد ہیں
ہیں پھول اک چمن کے اک نخل کے ثمر ہیں

اے قوم تیرے دکھ کے دونو ہی چارہ گر ہیں
دونو جگر جگر ہیں لیکن دگر دگر ہیں

آپس کے تفرقوں سے ہیں آہ خوار دونو

اغیار کی نظر میں ہیں بے وقار دونو

مل کر چلو کہ آخر دونوں ہیں بھائی بھائی
بھائی سے کیا لڑائی۔ بھائی سے کیا جدائی

کب تک یہ خانہ جنگی کب تک یہ خودستائی
زیبا نہیں بڑوں کو پندار خودنمائی

مل کر گلے نکالو دل کا غبار دونو

اک خاک کے ہو پتلے یاران کار دونو

تاچند یہ فسانے غم ہائے متصل کے　　غیروں کو کیا دکھاتے ہو داغ اپنے دل کے
اسلے ہوئے ہیں پہلو میں زخم آہ! اچھل کے　　ہو جائے پار کشتی کوشش کرو جو مل کے

برپا ہے شور طوفان ہو ہوشیار دونو
کر دو بھنور سے قومی بیڑے کو پار دونو

رشک جنان بناؤ ہندوستان کو ملکر　　خون جگر سے سینچو اس گلستان کو ملکر
لہراؤ آسمان پر قومی نشان کو ملکر　　دو آب جان نثاری نوک سنان کو ملکر

میدان جد وجہد کے شہسوار دونو
حُب وطن پہ کر دو دل کو نثار دونو

مادر ہند

آہ! یہ جان بخش پانی۔ یہ ہوائے خوشگوار　　یہ تر و شاداب و شیریں میوہ ہائے خوشگوار
ٹھنڈی ٹھنڈی عطر میں مہکی ہوئی باد جنوب　　سبز کھیتوں کی فضائیں اور یہ میدانوں کی دوب

ظل شفقت ہو تیرا اے مادر مشفق دراز
خاک پر کیا کیا تری تیرے مکینوں کو ہے ناز

اُف یہ تیری چاندنی راتوں کا منظر خوشنما　　آہ! یہ اشجار یہ پھولوں کا زیور خوشنما
وہ تبسم تیرے انداز تکلم پر نثار　　دل کو کرتی ہیں تری دلکش صدائیں بیقرار

سرزمین عیش ہے اے مادر دلسوز تو
آرزوؤں کی ہے بزم انبساط افروز تو

لاکھوں آوازیں ہیں تیرے گھر میں سرگرم خروش　　جان نثاروں کے ہیں لاکھوں تیرے دست سرفروش

تو جوانوں کی ہے ہمت، تو دلیروں کی سپر
کانپتے ہیں دشمنوں کے تیری ہیبت سے جگر
نورِ دانش تو، فروغِ جلوۂ ایمان ہے تو
دل ہے تو، سرمایۂ صبر و شکیب جان ہے تو
قوتِ بازو ہے میری اور غمخوار ہے تو
سینۂ پرغم میں ہے میرے نفس کا تار تو

تیرا دیو استھان دیوی دل کے کاشانے میں ہے
تیری تصویرِ مقدس ہر صنم خانے میں ہے
لکشمی تو ہے، زمانے میں اُجالا ہے تیرا
ہر کنول کا پھول پانی میں شوالا ہے تیرا
سرستی کا روپ ہے، درگا کا ہے اوتار تو
نطق و دانش کی ہے دیوی، مادرِ غمخوار تو
اُف یہ سندر چھب تیری، یہ سانولی صورت تیری
دل کے مندر کی ہے زینت موہنی مورت تیری

یہ تبسم ہائے شیریں، یہ ادائے جاں نواز
آہ یہ شفقت بھری تیری صدائے جاں نواز
سبزۂ خودرو کا گہوارہ ہے تیری سرزمین
تختۂ خلدِ بریں ہے تیری خوش منظر زمین
پاک گنگا جل سے بڑھ کر ہے ترا آبِ طہور
تیرے پاکیزہ ثمر ہیں میوۂ شاخِ سرور
آسمانِ نور کی ہے جلوہ گاہِ ناز تو
خلق کی ہے پاک دیوی، مادرِ دمساز تو

ادائے شرم

یہ نگاہِ شرمگیں، یہ تیرا اندازِ حجاب
نیچی نظریں ہیں تری، یا معتقد رازِ حجاب
لب ہیں بے زباں پر وری آنکھوں میں اعجازِ حجاب
دوش پر آنچل ہے یا ہے پردہ سازِ حجاب
پاک دامانی کی تو مٹی ہوئی تصویر ہے

جلوہ حسن تماشا سوز کی تنویر ہے

کہہ رہی ہے چپکے چپکے تیری چشم سُرمگین
"پیکر عفت ہے تو" اے نقش ناز دل نشین

یا زمین پر جلوہ گر ہے خلد کی اک حور عین
یا کوئی دوشیزۂ رعنا ہے تو اے نازنین

کتنے دلکش اور سادہ ہیں تیرے جذبات حُسن
تیری خوبیوں میں نہیں داخل ہیں مصنوعات حُسن

آئینے سے آشنا ذوق خود آرائی نہیں
دوش پر دوش تحیّر نازکیتائی نہیں

خود تماشا ہے مگر اپنی تماشائی نہیں
محو تمکین آہ تیری شان برنائی نہیں

اک عجب دلکش مرقع تو یہ قدرت کا ہے
نقش سادہ اک طلسم جلوۂ حیرت کا ہے

بھولی بھولی اُف یہ صورت پیاری پیاری یہ ادا
آہ یہ شرمیلی چتون اور یہ آنکھوں کی حیا

یہ خم گردن کا عالم اور یہ زلف دوتا
یہ لب شیریں یہ انداز سکوت جانفزا

نقش عفت ہے مگر تو پردۂ تصویر میں
جلوۂ نور ازل ہے حُسن عالمگیر میں

تیری عالم فریبی اور یہ ریعان حُسن
بکھرے بکھرے بال اور سمٹا ہوا دامان حُسن

عفت و شرم و حیا و ناز ہیں ارکان حُسن
بس انہیں دو چار اجزا سے ہے قائم شان حُسن

حاجت گلگونہ کیا رخسار زیبا کے لئے
ذوق تزئیں ننگ ہے زلف چلیپا کے لئے

عشوہ جو تیری نگہ اے نعبت خوشخو نہیں
سر پہ بولے چڑھ کے جو آنکھوں میں وہ جادو نہیں

جس سے اک عالم پریشان ہو یہ وہ گیسو نہیں
بن کے خنجر دل جو چھا جائیں یہ وہ ابرو نہیں

یہ نہیں وہ تیرِ مژگاں جس سے بسمل ہو جگر
شہرگِ جاں میں جو بن جائیں اُتر کر نیشتر
نیچی نظریں ہیں تیری بیگانۂ ناز و نیاز   اور عیاں آنکھوں سے ہے معصومیت کا تیری راز
کتنی دلکش ہے تیری اک ادائے دل نواز   ہے چھڑی پھولوں کی یا زیرِ ذقن انگشتِ ناز
کھل کے ہنسنا بھی نہیں تو جانتی گویا ابھی
غنچۂ سربستہ ہے اے شاہدِ رعنا ابھی

یادِ وطن

اے نسیمِ صبح! اے پیکِ وفادارِ وطن   ہو اگر تیرا گزر سوئے چمن زارِ وطن
اُن سے کہنا میری جانب سے بصد اظہارِ شوق   ساتھ ہیں کھیلا کئے برسوں جو غمخوارِ وطن
وا رہا کرتے ہیں شب بھر دیدۂ اختر شمار   بڑھ گیا ہے آہ! حد سے شوقِ دیدارِ وطن
ہم لگا رکھتے ہیں آنکھیں تمہاری دید کو   لے رہا ہے اب سنبھالا آہ! بیمارِ وطن
دن کو ایذا دھوپ کی ہے شب کو کانٹوں کی خلش   مبتلائے دردِ غربت ہے دلِ افگارِ وطن
دشتِ غربت کا ہے منظر سامنے آنکھوں کے اب   اب نہ بنیادِ وطن ہے وہ نہ آثارِ وطن
رحم اے صحرا نوردی! رخصت اے دشتِ جنوں   پاؤں کے چھالوں کو ہے پھر حسرتِ خارِ وطن
تھے عجب حسرت فزائے شوق وہ لیل و نہار   دیدہ و دل آہ تھے جب آئینہ دارِ وطن
دن کو گلگشتِ چمن کے وہ مزے یاروں کے ساتھ   چاندنی میں شب کو لطفِ سیرِ کہسارِ وطن
وہ فضائے لالۂ رنگیں ادا وہ جوشِ گل   اور وہ پھولے پھلے سرسبز اشجارِ وطن
آہ! وہ ساون کے جھولے اور وہ جھونکے سر بسر   وہ لبِ جو رشحۂ ابرِ گہر بارِ وطن

ہلکی ہلکی وہ جھڑی، وہ دلفریبی قوس کی
زرد زرد وہ سورج کی کرنیں، وہ شفق زار وطن

دن کو سورج کی شعاعوں کی وہ چہرے پر نقاب
شب کو وہ تاروں کی افشاں بہ رخسار وطن

وہ چمن، وہ سبزہ صحرا، وہ کنج دل نشیں
وہ در و دیوار، وہ کوچے، وہ بازار وطن

شب کو جلسوں میں حسینوں کے وہ لطف میکشی
وہ جوانی کی امنگیں، دل وہ سرشار وطن

میرے سو زخموں کا مرہم تھی وطن کی چاندنی
میرے سو دردوں کا اک درماں تھا آزار وطن

شام غربت میں چراغ صبح ہوں اے چارہ گر
میہماں ہوں کوئی دم کا، ہوں وہ بیمار وطن

آخری سانسیں لے رہا ہوں میں وطن کی یاد میں
لب پہ نالوں کے عوض ہے آہ تکرار وطن

پھرتی ہے آنکھوں میں تصویر وطن، ہائے بیکسی!
نزع کے عالم میں بھی ہوں محو دیدار وطن

اپنی صحبت سے نکالا کیوں مجھے اے ہمدمو!
میں نہ راندہ وطن تھا، اور نہ عیار وطن

تمکو ہے ناز تغافل، اور مجھے یہ عجز و شوق
آفریں ہے تمکو یاران وفادار وطن

بے مزہ ہے وادی غربت میں کانٹوں کی خلش
آ کلیجے سے لگا لوں تجھکو سو خار وطن

بیچ غربت سہتے سہتے تو بھی آخر مر مٹا
اے دل جاں دادۂ غم! اے طلبگار وطن

میں بناتا میرا بس ہوتا اگر اے غمگسار!
تیری اک چھوٹی سی تربت زیر دیوار وطن

شمع و پروانہ

کسی حسین کی تھی محفل میں شب کو جلوہ فروز
کہا یہ شمع نے پروانے سے کہ اے دل سوز

میں آگ ہوں مرے شعلے پہ تھرتھرا کے نہ گر
کوئی یہ آگ ہے؟ دیوانہ وار آ کے نہ گر

تڑپ تڑپ کے نہ گرم تپش ہو تو اتنا
خیال رخ میں نہ ہو محو آرزو اتنا

نہیں ہے تو مرے شوق وصال کے قابل   یہ ننھے پر نہیں تاب جمال کے قابل
گداز شوق سے آتا نہ بیقرار ہو تو   لپٹ کے بزم میں مجھ سے نہ ہمکنار ہو تو
کڑی ہے آہ! مرے سوز امتحان کی لپٹ   سہی نہ جائیگی تجھ سے گداز جان کی لپٹ
ذرا سی جان ہے، ننھا سا ہے جیا تیرا   ستم کا شوق ہے، اللہ رے، حوصلا تیرا
سرے گلے کا نہ نادان! ہو ہار محفل میں   تڑپ کے مجھ پہ نہ دے جان زار محفل میں
برا ہے مجھ سے ہو صحبت، ترا خیال غلط   فروغ گرمیٔ ہنگامۂ وصال غلط
نہیں ہے تو مرے سوز و گداز کے قابل   یہ پر نہیں ہیں تمہارے ناز کے قابل

جلا کے دل کو مرے عشق میں گداز نہ کر
میں بے نیاز محبت ہوں مجھ پہ ناز نہ کر

صدائے شمع ہوئی یک بیک جو زینت گوش   کہا پتنگے نے۔ اے غمگسار شعلہ فروش
شہید ناز ہوں، تیغ زبان دراز نہ کر   جلا ہوا ہوں یہ تقریر جانگداز نہ کر
غم اپنے جلنے کا ہو مجھکو، بوالہوس میں نہیں   گرون نہ لوٹ کے شعلے پہ وہ مگس میں نہیں
ازل سے لیکے دل دردمند آیا ہوں   میں بزم دہر میں بن کر سپند آیا ہوں
تو ایک آگ کا شعلہ ہے آہ! محفل میں   وہ سوز دوست ہوں شعلے ہزار ہیں دل میں
کڑی ہے آگ محبت کی آگ سے تیری   لگاؤ دل کا زیادہ ہے لاگ سے تیری
وفا سے دور ہے، تو شب کو انجمن میں جلے   ترا شہید نہ سوز غم و محن میں جلے

عطا کیا ہے تجھے جس نے دل پگھلنے کو
اسی نے مجھکو بنایا ہے تجھ پہ جلنے کو

پدمنی کی چتا

اے اجل! ہے آہ یہ کس سوختہ جاں کا مزار
اُٹھ رہا ہے جس سے اب تک دودِ آہِ شعلہ بار

اک نگارِ آتشیں رُخ کے تنِ نازک سے آہ!
آگ کے شعلے لپٹ کر ہو رہے ہیں ہمکنار

تو ہوئی ٹھنڈی نہ اُف ری آتشِ سوزِ دروں
ابرِ رحمت خاک پر برسوں رہا گو اشکبار

تیرے جھونکوں سے وہ آخر بجھ گئی بادِ نسیم
بیکسی ہیں آہ! اک دلسوز بھی شمعِ مزار

آرزوؤں کی چتائیں ہیں تمناؤں کی خاک
دل میں کیا رکھا ہے اب اُٹھائے شعلہ بار

زندۂ جاوید ہیں سوزِ محبت کے قتیل
یہ شرر ٹھنڈے نہ ہونگے بجھ کے تا روزِ شمار

خاک بھی ہوتے نہیں تفتیدگانِ سوزِ عشق
کس کا اے بادِ صبا! اب تو اُڑائیگی غبار

پھینک دینگے کاٹ کر جڑ تیری اے نخلِ مراد
دیکھنا ہے پھر گرے گی کس پہ برقِ شعلہ بار

کیا جلاتا ہے فلک ہم دل جلوں کو یاد رکھ
جل مرینگے اک نہ اک دن آگ میں پروانہ وار

ہم نہ ہونگے ایک دن اے شعلۂ جانسوزِ غم
کچھ دھواں ہوگا ہوا میں کچھ شرر اور کچھ غبار

لوحِ ہستی سے مٹاتا ہے ہمارا نقش کیا
خود ہی مٹ جائیگا اک دن آسمانِ دوں شعار

گھر بنائیں گے کسی اجڑی ہوئی بستی میں اب
بھر گیا جی تجھ سے اے بزمِ نشاطِ روزگار

اور کر لے ہم سے ظالم چار دن اٹکھیلیاں
خاک اُڑائیگی ہمارے بعد تو بادِ بہار

تو ہے عبرت کی جگہ دنیا یہ کیا معلوم تھا
تیری محفل کو سمجھ کر آئے تھے دارالقرار

ہیں قفس میں کچھ ہمارے بال و پر باقی ابھی
پھر بھی کرتا ایک دن تحلیل برقِ شعلہ بار

رہ گئی اب کے برس بھی حسرتِ سیرِ گل
کٹ گئے کنجِ قفس میں آہ! ایامِ بہار

ابرِ تر! ہم دل جلوں کی خاک سے بچ کر برس
تیر باراں سے ہیں بڑھ کر تیری بھی جھڑیاں ناگوار

ہم نہیں گلچیں، غبار خاطر سرو و سمن — باغ عالم کی ہوا ہے ہم سے کیوں ناسازگار
اٹھ گیا جب آہ! اپنا آشیاں ہی باغباں! — ہم کو کیا اے خزاں تیرے چمن میں یا بہار
خواب ہستی! کس سے ہم تعبیر تیری پوچھتے — کب تھے بادۂ غفلت میں سرمست خمار
ہم نے پالا تھا دل زندہ تجھے کس ناز سے — کیا خبر تھی، موت کا ہو جائیگا اک دن شکار
سو رہیں گے کھا کے کچھ اک دن ستمگر یاد رکھ! — اب سہے جاتے نہیں تیرے ستم اے روزگار
تیرے جھونکوں میں ہے پھولوں کی لپٹ باد صبا! — کس گل تر کا لئے پھرتی ہے جھولی میں غبار
نور کا پتلا بنایا تھا ید قدرت نے ایک — پھونک ڈالا تو نے اسکو آسماں برق بار
جل کے لپٹوں تجھ سے میں لئے شعلہ جانسوز غم — ہو گئی نذر اجل اک لعبت سیمیں عذار
تھا مکیں میں آہ! جسکی دست بیداد فلک — نقش عبرت ہے زمیں پر اب وہ حسن پردہ دار
دھو رہا ہے آہ! دھبے خون کے کیا بوالہوس — یہ نہ چھوٹیں گے ترے دامن سے تا روز شمار
تیرے ویرانے میں اے چتور اک پردہ نشیں — ایک مدت سے ہے آتش زیر پا زیر مزار
سوز غم سے خاک پر ہی یوں بدلتی کروٹیں — آگ کے شعلے پہ ہو سیماب جیسے بے قرار
آ رہی ہے دھیمی دھیمی یہ صدائے جانگداز — میری خاکستر میں اب تک آہ! باقی ہیں شرار

سودائے عشق

مے سوز عاشقی کا، جو نصیب جام ہوتا — میں سحر کو بھی نہ بجھتا، وہ چراغ شام ہوتا
وہ جگر کا داغ بنتا، دم حشر بھی نہ مٹتا — دل و جان کو پھونک دیتا، وہ تپ دوام ہوتا
شر میں بجھنے والا شعلہ، نہ شرار خام ہوتا
شب غم میں ٹپکے ٹپکوں کسی چشم تر سے آنسو — میں لب ہو سحر کا تارا، نہیں مجھکو یہ گوارا

شب تار میں چمکتا نہ ہوا یہ بنکے جگنو　　جو فروغ عشق دیتا مجھے چرخ فتنہ آرا
میں جگر پہ داغ کھا کھا کے مہ تمام ہوتا

کسی مہ لقا کے غم میں دم سرد شب کو بھرتا　　کسی انجمن میں بنتا میں سرود عاشقانہ
کبھی سر پہ خاک اڑاتا کبھی آہ و نالہ کرتا　　مری شور شون کا ہوتا لب خلق پر فسانہ
مرے دشمنوں کو یارب غم ننگ و نام ہوتا

دل بیقرار ملتا جو مجھے مزا تپش کا　　مجھے کیا پڑی تھی منت جو میں کرتا چارہ گر کی
جو زمانہ ذوق دیتا مجھے لذت خلش کا　　وہ جگر پہ چوٹ کھاتا کسی دشنۂ نظر کی
مرے زخموں کو نہ ہرگز کبھی التیام ہوتا

جو ازل میں آہ ملتا دل حق شناس مجھکو　　نہ بتوں کا عشق ہوتا، نہ غم مجاز ہوتا
نہ تعلق جفا کا ہوتا، نہ وفا کا پاس مجھکو　　کسی چشم سرگین کا نہ شہید ناز ہوتا
کسی زلف پر شکن میں نہ اسیر دام ہوتا

نہ کسی کی نوک مژگاں کی خلش جگر میں ہوتی　　نہ کمند شوق حلقے کسی زلف عنبریں کے
شب غم میں تیرہ دنیا نہ مری نظر میں ہوتی　　نہ زمانے بھر کے جھگڑے نہ بکھیڑے ہیچ و پیچ
مجھے تجھ سے کام ہوتا تجھے مجھ سے کام ہوتا

نہ چمن میں گل کا شیدا، نہ میں عندلیب ہوتا　　نہ فلک سے برق گرتی مری شاخ آشیاں پر
ترا داغ سوز الفت جو مجھے نصیب ہوتا　　میں شرار بن کے اڑتا شب غم میں آسماں پر
نہ ہلال عید بنتا نہ مہ صیام ہوتا

تو جو بے حجاب ہوتا تو میں زار زار روتا　　کہ ازل سے حسن پنہاں کا ہوں تیرے تشنہ لب
مجھے شرم دید آتی، کہ ہجوم خلق ہوتا　　تجھے رشک سے اٹھا کر نہ نگاہ دیکھتا میں

دم حشر تیری رویت کا جو اذن عام ہوتا

پس پردۂ ازل بھی ترے روشناس تھے ہم — تجھے انجمن میں لایا ترا شوق خود نمائی
تیری رہگذر میں ہوتی صف خلق یوں نہ برہم — تری چال میں نہ ہوتی جو یہ شان دلربائی

تو قدم قدم پہ اک دل نہ دم خرام ہوتا

کبھی جیتے جی نہ جاتا در بتکدے سے اٹھ کر — یہیں سر ٹپکتا رہتا، یہیں سختیاں اٹھاتا
تری جستجو میں پھرتا نہ بیابان باد صرصر — نہ طواف کعبہ کرتا، نہ حرم میں خاک اڑاتا

اگر ان بتوں پہ مرنا نہ مجھے حرام ہوتا

جام مسرت

نوروز

نسیم لائی ہے نوروز کا پیام نشاط — چمن میں پھر نئے سر سے ہے اہتمام نشاط
ترانہ ریز ہیں شاخوں پہ طائران چمن — چٹک کے دیتے ہیں غنچے صلائے عام نشاط
شراب ذوق ترنم سے مست ہے قمری — چمن میں سرو ہی مینائے سبز فام نشاط
نگاہ شوق کو محو بنا رہی ہے بہار — گلوں کے بادۂ شبنم سے بھر کے جام نشاط
گھٹا رہی جو ہیں ابر بہار کا دامن — ہوا کے دوش پہ پھیلا ہوا ہے دام نشاط
نسیم پھرتی ہے صحن چمن میں اترائی — شمیم گل سے ہی مہکا ہوا مشام نشاط
سمونے نکہت گل ہو کہ جوشش صبح بہار — کدا رہی ہے سمند سبک خرام نشاط

بیاضِ روئے سمن ہے کہ جوشِ صبحِ بہار — سوادِ گیسوئے سنبل ہے یا ہے شامِ نشاط
بھری ہوئی ہے ہوا میں شراب کی تاثیر — عجب نہیں کہ رگِ گل ہو خطِ جامِ نشاط
فلک پہ کہتا ہے بادہ کشون سے یہ خورشید — شرابِ ناب صبوحی سے بھر کے جامِ نشاط
پیو! پیو! کہ کہاں پھر فضائے موسمِ گل — بہارِ عمر کہاں۔ پھر کہاں قیامِ نشاط
پیو پیو! کہ کہاں پھر ترانۂ نوروز — صدائے عیش کہاں پھر کہاں پیامِ نشاط
ٹپک رہی ہے نگاہون سے مستی نوروز — مسون کی آنکھ کی گردش ہے دورِ جامِ نشاط
ہر اک چمن ہے طلسم نگار خانۂ عیش — ہر اک گل میں ہے رنگِ مئے دوامِ نشاط
فلک پہ شاہدِ خورشید ہے صبوحی کش — زمین پہ غنچۂ رعنائے گل ہے جامِ نشاط
لنڈھا رہا ہے خمِ عیش ساقیِ گردون — خوشا نوید مسرت! خوشا پیامِ نشاط
ترے کرم سے ہمین محروم اک ہمین ساقی — ہمیں ہیں اک تیری محفل میں تشنہ کامِ نشاط
نگاہِ مہر تیری اک فقط ہمیں پہ نہیں — وگرنہ کس پہ نہیں تیرا لطفِ عامِ نشاط
تمام سال بپا ہو جنھون نے خونِ جگر — وہ غم نصیب ہیں بھر کے خاک جامِ نشاط
نصیب میں ہو غم تحط جن غریبون کے — اڑائیں چاب وہ ٹن کیا وہ تلخ کامِ نشاط
ازل سے تھا۔ جو مقدر میں آہ! جرعۂ غم — ہمارا خون تھا شربتِ دوامِ نشاط
ہوائے گل کا قفس میں دماغ ہے کسکو — سنا نہ ہم کو نسیمِ سحر پیامِ نشاط
جلا رہا ہے زمانہ وہ غم نصیب ہیں ہم — ہمارے خونِ جگر سے چراغِ شامِ نشاط
دکھائے ہم کو تمنائے سبز باغِ بہشت — لئے فلک نے بہت ہم سے انتقامِ نشاط
ترے امید پہ مر مر کے آہ! ہم رنجور — جئے تو خاک جئے او! خیالِ خامِ نشاط
الم نصیب ہی تو قوم! یہ کہاں امید — ترا نظامِ معیشت ہے نظامِ نشاط

وہ دن بھی ہونگے کہ خورشید خاور نوروز
سپہر قوم پہ چمکے گا بنکے جام نشاط

بچہ اور ہلال

رنگین ادا ہیں دونو۔ رنگین جمال دونو
نورس ثمر ہیں دونو۔ اور نونہال دونو
بچے ابھی اگرچہ ہیں خورد سال دونو
بڑھکر کرینگے اکدن کسب کمال دونو
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

تو بڑھ کے بدر ہوگا جس طرح آسمان پر
ڈالے گا اپنی کرنیں اس تیرہ خاکدان پر
میرا شباب یونہیں آئے گا عنفوان پر
شفقت کا نور میں بھی برساؤنگا جہان پر
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

جس طرح تیرے دل کو اللہ داغ دیگا
سوز جگر کا یونہیں مجھکو چراغ دیگا
تیری طرح مجھے بھی روشن دماغ دیگا
مجھکو مے محبت تجھکو ایاغ دیگا
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

وہ دن بھی ہونگے ہم تم آفاق گرد ہونگے
ہامون نورد ہونگے گردوں نورد ہونگے
اوج کمال ہستی میں ہم دونو فرد ہونگے
پھر ولولے جوانی کے آہ سرد ہونگے
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

تو بن کے ماہ کامل پھر سے ہلال ہوگا
گردش پہ رفتہ رفتہ تجھکو زوال ہوگا
میرے قد خمیدہ کا یونہیں حال ہوگا
پیری میں لہو و بازی کا کب خیال ہوگا
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

چھوٹی سی کیا ہی دلکش ہے یہ کمان تیری — مجکو پسند دل سے ہے آن بان تیری
پر یہ نہیں رہیگی بچپن کی شان تیری — دو چار دن کی طفلی ہے مہمان تیری

آ دل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

کشتی اُتار لا ہاں چھوٹی سی آسمان سے — ایسا کہاں کا اونچا ہے تو مرے مکان سے
ہون تیر چھوڑنے کو مضطر تیری کمان ہے — تیرے لئے تڑپتا ہون میں غم نہان سے

آ دل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

ننھے سے او کھلاڑی او آسمان کے ساکن — آ کھیل لیں کہ دونون بچے ابھی ہیں کمسن
دو چار دن کے مہمان ہیں کھیل کود کے دن — پیری میں دونوں سے ہے طفلی کے غیر ممکن

آ دل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

یارب نہ چشم بد سے پہونچے گزند تجھکو — ہو شام کی سیاہی دود سپند تجھکو
گردون کرے بڑھا کر بالا بلند تجھکو — ہاں! کون سے کھلونے ہیں دلپسند تجھکو

آ دل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

کتابوں پر سلسلہ خیالات

(میری کتابیں)

آہ! اے میری کتابو! میرے بچپن کی رفیق — عالم طفلی سے ہو تم میری غمخوار و شفیق
راحت دل ہو تمہیں - آسائش جان ہو تمہیں — میری دنیا ہو تمہیں، اور میرا ایمان ہو تمہیں
شب کو تنہائی میں گھنٹوں لطف صحبت تم سے ہے — دن کو میرے خوش گذرنے کی بھی صورت تم سے ہے
قلب مضطر کے لیے سرمایہ تسکین ہو تم — میرے پیارے پھولوں کا اک گلدستہ رنگین ہو تم

تمسے میں مانوس ہون مجھسے محبت تمکو ہے
تمسے الفت مجکو ہے۔ اور تجھسے الفت تم کو ہے

ہے عجب دلکش تمہارا آہ! انداز سکوت
کنج خاموشی میں ہو تم میری ہمراز سکوت

دلمین یہ چھپتے ہوئے فقرے۔ یہ تقریر خموش
تم ہو دیوانہ ہون میں۔ تم ہو وہ تصویر خموش

نطق کے پھولون میں یہ انداز رعنائی کہان
یہ سکوت روح پرور۔ یہ مسیحائی کہان

آہ! اے میری کتابو! مایۂ عقل و تمیز
کیون نہ رکھون میں تمہین نقد دل و جانسے عزیز

تم غذائے روح ہو۔ تم صیقل اخلاق ہو
صفحۂ دانش پہ گویا جدول اخلاق ہو

ہو دبستان خموشی میں ادب آموز تم
اور غم و آلام میں ہو مونس و دلسوز تم

تم جو تنہائی میں رہتی ہو نظر کے سامنے
رونما اک دنیا نئی ہے۔ میرے فکر کے سامنے

ہیں مرے روندے ہوئے دشت و جبل کیا شہر کیا
تیری وسعت ہے محیط تنگنائی دہر کیا

اونچے اونچے نیلگون ہیں جو یہ طبقات بلند
اپنے پھینکی ہے نگاہ شوق نے برسون کمند

اے فضائے آسمان! اے خیمۂ عرش برین
اے فروغ حسن خور! اے جلوۂ ماہ مبین

اے ضیائے انجم پر نور و خط کہکشان
بزم قدرت میں ہون میں گویا تمہارا رازدان

آسمان اک تختۂ باریک میرے دلمین ہے
وسعت پہنائے عالم آہ! اس منزل میں ہے

ہون میں وہ موج محیط وسعت انداز شوق
منطقے سے منطقے تک ہون میں اک پرواز شوق

اڑکے کرتا ہون کبھی طے جادۂ عرش برین
اور نئی دنیا کبھی ہے سامنے زیر زمین

ایک نیا عالم نظر آتا ہے دن بھر سامنے
بزم قدرت کی ہے اک دلچسپ منظر سامنے

گھر میں نظارہ کبھی ہے سبزۂ گلزار کا
سامنے نقشہ کبھی ہے جلوۂ گل پر خار کا

موج گل بانگ عنادل ہون گلستان میں کبھی
ہون شمیم ناز پھر اپنے شبستان میں کبھی

میں وہ قطرہ ہوں کہ ہوں طوفان میں قلزم آشنا
موج ساحل ہوں مگر ہوں میں تلاطم آشنا
ہر مرقع میں ہوں میں دنیا کے تصویر سکوت
ہوں میں نقش عالم نیرنگ تسخیر سکوت

نیا سال اور نئی اُمیدیں

صبح بہار لیکر پھولوں کے ہار آئی
دوش صبا پہ نکہت ہو کر سوار آئی
پہلو میں پھر مسرت بنکر نگار آئی
مردہ دلوں کے قالب میں جان آئی

پھر سال نو نوید عیش دوام لایا
نوروز پھر خوشی کا ہم کو پیام لایا

دور اُفق پہ سورج نوروز کا پھر آیا
پھیلا کے اپنی کرنیں ذروں کو جگمگایا
پھر صبح آرزو نے جلوہ ہمیں دکھایا
خوابیدہ دلگان شب کو پھر نیند سے جگایا

پھر جوش جب قومی اُٹھا اُمنگ سے چہک کر
آئی وطن کی الفت دل میں ترنگ کھا کر

کونپل نئی نکالی ہر نخل بوستان نے
بدلا بہار کا پھر جوڑا نیا خزان نے
دورِ کہن کو پلٹا پھر گردش جہان نے
چھیڑا نیا ترانہ یاران نکتہ دان نے

پھر سال نو کے مقدم کا غل ہوا چمن میں
نوروز کا ہے طوطی پھر بولتا چمن میں

کروٹ بدل رہا ہے سبزہ کنار جو پھر
پھولوں میں بھینی بھینی عطر کی سی بو پھر
نوروز کے ہے لب پہ بلبل کی گفتگو پھر
شاخوں پہ ہیں چہکتے مرغان خوش گلو پھر

آئی بہار تازہ پھر باغ آرزو میں

نزہت بھری ہوئی ہے پھولوں کے رنگ و بو میں

دورِ نشاط گردوں پھر دورِ جامِ جم ہے | پھر خانہ زارِ ہستی گلدستۂ ارم ہے
خاموش انجمن میں بانگِ خروشِ غم ہے | اٹھو کہ سونے والو فرصت کا وقت کم ہے

دل کو نئی امنگیں پھر گدگدا رہی ہیں
پھر سالِ نو کی خوشیاں ہمت بڑھا رہی ہیں

خوابِ گراں سے چونکو ہندوستان والو | پستی میں کیوں پڑے ہو اونچے نشان والو
کب تک یہ آہ ذلت و عز و شان والو | کب تک یہ خوابِ غفلت سونے کی کان والو

خلدِ بریں کے جھونکے تم کو جگا رہے ہیں
رحمت کے آسماں سے پیغام آ رہے ہیں

اٹھ کر ذرا تو دیکھو دنیا کا رنگ کیا ہے | رفتار کیا جہاں کی قوموں کا ڈھنگ کیا ہے
ہے حفظِ وضع کیا شے ناموس و ننگ کیا ہے | ایثارِ نفس کیا ہے قومی امنگ کیا ہے

قوموں کی ہے ترقی کا کچھ تو راز آخر
حبِ وطن میں کر دو دل کو گداز آخر

گلِ فردوس

خوشا بہارِ بہشت خوشا گلِ فردوس | پسند ہے مجھے تیری ادا گلِ فردوس
شمیمِ ناز سے تیرے خدا وہ دن تو کرے | مشامِ جان ہو معطر مرا گلِ فردوس
زمیں پہ لالہ خونیں کفن فلک پہ شفق | ترے شہید کا ہیں خوں بہا گلِ فردوس
ترے سوا جو کسی اور پھول پر جھکیں | نہیں ہیں بلبلِ ہرزہ سرا گلِ فردوس

ریاض دہر کے پھولوں سے دل لگاؤں کیا — نہ ان میں رنگ، نہ بوئے وفا گل فردوس

ترے فراق میں خونابہ جگر ہے مجھے — بہار لالۂ گلگوں قبا گل فردوس

فریب خوردۂ ہستی ہوں میں جو تو دیکھے — دکھاؤں داغ دل مبتلا گل فردوس

وہ سیخ سیخ تری پتیاں، وہ حسن قبول — نظر فریب وہ تیری فضا گل فردوس

وہ لطف صحبت مرغان قدس وا ویلا — وہ جوش نغمۂ رنگین نوا گل فردوس

ہوئی نہ اب کے برس بھی بہار خلد نصیب — قفس میں پہنچے نہ آئی صبا گل فردوس

خوشا وہ دن کہ نشیمن بہشت میں خاطر — کنار جو تھا ترنم سرا گل فردوس

خوشا وہ دن کہ پلاتی تھی باد خلد مجھے — تری شراب محبت فزا گل فردوس

خوشا وہ دن کہ تھا سرمست جام شوق تیرا
نسیم دیتی تھی مجھکو پیام شوق تیرا

خوشا وہ دن غم دنیا گلے کا ہار نہ تھا — خلش فزا کوئی پہلو میں آہ زار نہ تھا

خوشا وہ دور کہ مست الست تھا ساقی — شراب دہر کا آنکھوں میں جب خمار نہ تھا

خوشا وہ عہد کہ بستان سرے ہستی میں — خیال لالہ و سرو و گل و چنار نہ تھا

فراق گل میں قفس میں نہ چیختا تھا نسیم — رہین نالۂ شبہائے انتظار نہ تھا

خوشا وہ دن کہ گریبان شوق دست جنوں — ہر رنگ سبزہ بیگانہ تار تار نہ تھا

خوشا وہ دن کہ نہ تھا حسن عشق سے آگاہ — حریف دیدہ و دل شوق تازہ کار نہ تھا

خوشا وہ دن تیری نکہت کو جب گل فردوس — مشام شوق مرا وہ بیقرار نہ تھا

خوشا وہ عہد کہ تو بہار خلد تھا میں — شہید جلوۂ نیرنگ انتظار نہ تھا

میں اپنے کنج میں خوش تھا، خوشا وہ عہد نشاط — قلق خزاں کا، غم رخصت بہار نہ تھا

سمجھ کے سوز دروں تو نے آہ! کیا پھونکا
دل شگفتہ تھا گلفشندہ شرار نہ تھا

عجیب خواب تحیر فزا تھی سیر بہشت
کھلی جو آنکھ مری گنج خوشگوار نہ تھا

اڑا کے خلد سے لائی ہوائے دہر کہاں
میں کیا کہوں مرے قابل یہ خارزار نہ تھا

قفس میں آہ! تڑپتا ہوں آشیاں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نالہ و فغاں کے لیے

پھولوں کا کنج یا

(گلزار وطن)

پھولوں کا کنج دلکش بھارت میں اک بنائیں
حب وطن کے پودے اسمیں نئے لگائیں

خون جگر سے سینچیں ہر نخل آرزو کو
اشکوں سے سیل بوٹوں کی آبرو بڑھائیں

ایک ایک گل میں پھونکیں روح شمیم وحدت
اک اک کلی کو دل کے دامن سے [illegible] لائیں

وسعت کدے میں دل کے اغوا کل اک چمن ہو
چھوٹی سی چشم تر کی اک آبجو بنائیں

فردوس کا نمونہ ہو اپنا کنج دلکش
سارے جہاں کی جس میں ہوں جلوہ گر فضائیں

چھایا ہوا ابر رحمت کاشانۂ چمن میں
رم جھم برس رہی ہوں چاروں طرف گھٹائیں

پنپے چمن کے گل ہوں اپنے چمن کی مٹی
غیروں سے بیج جا کر کیوں مستعار لائیں

مرغان باغ بنکر اڑتے پھریں ہوا میں
نغمے ہوں روح افزا اور دلربا صدائیں

حب وطن کے لب پہ ہوں جانفزا ترانے
شاخوں پہ گیت گائیں پھولوں پہ چہچہائیں

روئیں چمن میں ہوتا اگلی بہار کا یوں
گنگ و جمن کی لہریں آنکھوں سے ہم بہائیں

پھولوں میں جب چمن کے ہوں [illegible] شادی
حب وطن کی قلمیں ہم اس چمن سے لائیں

چھائی ہوئی گھٹا ہو، موسم طرب فزا ہو — جھونکے چلیں ہوا کے اشجار لہلہائیں

پھولوں کا دلربا ہو منظر ہر اک روش پر
گلچیں نہ ہو چمن میں کانٹے نہ ہوں جلیس پر

اس کنج دلنشیں میں قبضہ نہ ہو خزاں کا — جو ہو گلوں کا تختہ ہو اک جناں کا
بلبل کو ہو چمن میں صیاد کا نہ کھٹکا — خوش خوش ہو شاخ گل پر غم ہو نہ آشیاں کا
ہر سو ہو آتش گل بھڑکی ہوئی چمن میں — شعلہ نہ مشتعل ہو سوز غم نہاں کا
حب وطن کا ملکر سب اک راگ گائیں — لہجہ جدا ہو گرچہ مرغان نغمہ خواں کا
نغموں کی وہ ہو سریلی اور ہو صدا رسیلی — طرز بیاں ہو دلکش ہر مرغ خوش بیاں کا
ایک ایک لفظ میں ہو تاثیر بوئے الفت — انداز دلنشیں ہو ایک ایک داستاں کا
مرغان باغ دہر اس شاخ پر نشیمن — پہنچے نہ ہاتھ جس تک صیاد آسماں کا
ایک ایک غنچہ میں وہ دلبستگی کا عالم — ایک ایک گل مرقع ہو عیش جاوداں کا
موسم ہو جوش گل کا اور دن بہار کے ہوں — عالم عجیب دلکش ہو اپنے گلستاں کا
ہم محو دید گل ہوں اس کنج دلنشیں میں — کیسے جہاں کے جھگڑے دنیا کا غم کہاں کا

مل مل کے ہم ترانے حب وطن کے گائیں
بلبل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن کے گائیں

سال نو اور ہندوستان

ہر بزم سال نو میں ہم داستاں ہمارا — آ آ کے گائیں مطرب اب ہندوستاں ہمارا
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا — ثابت ہے یہ جہاں میں روح رواں ہمارا

وقف خزاں نہ ہو یارب ہو بوستاں ہمارا
پھولے پھلے ہمیشہ۔ ہندوستاں ہمارا

بام فلک کا زینہ ہو نردبان ہمارا
لہرائے آسمان پر صدیوں نشان ہمارا

صبح امید ہم کو نوروز کی سحر ہو
سورج افق پہ ہو پھر جلوہ فشاں ہمارا

حب وطن کی مے کا ہو کیف چشم و دل میں
ہو دور جام ساقی! دور جہاں ہمارا

اکسیر کا اثر ہو پھر خاک در یا میں یارب!
پھر مرجع خلائق ہو آستان ہمارا

صبح بہار لیکر پھولوں کے ہار آئے
پھر ہو مشام خاطر عنبر فشاں ہمارا

شبنم جگائے ہم کو دے دیکے منہ پہ چھینٹے
اڑ جائے بنکے نکہت خواب گراں ہمارا

بازار دہر میں ہیں ہم آہ! نقد کاسد
ہوتا ہے دیکھئے کب سکہ رواں ہمارا

یارب ہمیں مبارک مقدم ہو سال نو کا
عشرت کدہ بنے پھر یہ خاکدان ہمارا

اے خضر راہ ہستی! ہے وقت رہنمائی
گم دشت مدعا میں ہے کاروان ہمارا

وہ دن بھی ہونگے۔ اونچا پھر آئیگا ہوا میں
چوٹی پہ جب ہمالہ! تیرے نشان ہمارا

اہل وطن رہیں خوش سرور کی ہے دعا
گزرے نہ ایک دن بھی ناشادمان ہمارا

شاہا تجھے مبارک ہو سال نو کا مقدم
صدیوں رہے جہاں میں تو حکمراں ہمارا

جلوہ امید

شب کو وقف بالش تسکین دل بیتاب تھا
عالم رویا میں میں سرست ذوق خواب تھا

بسکے پھولوں میں عجب انداز سے باد نسیم
چل رہی تھی بھینی بھینی ناز سے باد نسیم

نیلا نیلا سا منے تھا اک سہانا کوہسار
جسکے دامن میں رواں تھا ایک رنگیں آبشار

پڑ رہی چوٹی پہ تھیں سورج کی کرنیں زرد زرد
ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور تھی عجب کچھ باد سرد

آسماں پر اک نوا تھا زمزمہ زیر نشاط
اور شفق آلودہ تھا، دامانِ صبح انبساط

جلوہ آرا تھی لبِ ساحل پہ اک تصویرِ حسن
پاکدامانی کا پتلا، شعلہ تنویرِ حسن

بزمِ قدرت کے مناظر تھے اگرچہ دلنشین
نقشِ حسرت تھی مگر وہ لعبتِ ناز آفرین

گل سے رخساروں سے تھی آہستہ آہستہ فغاں
ماجرائے دردِ دل کرتی تھی یوں رو رو کر بیاں

او میرے آنکھوں کے تارو او میرے نورِ نظر
او میرے دلبندو او آسائشِ قلب و جگر

تم کو میرے شیوۂ مہر و محبت کی قسم
تم کو ماں کی مامتا، اور ماں کی شفقت کی قسم

تم کلیجے کی ہو ٹھنڈک تم میرے دل کا سرور
پتلیوں کی روشنی ہو اور میرے آنکھوں کا نور

قابلِ عبرت ہے اب افسوس ! روداد وطن
تم رہو گے آہ ! کب تک خانہ برباد وطن

اپنے یارانِ وطن کو تم نہ پہچانو گے کیا
ہم صفیرانِ چمن کو تم نہ پہچانو گے کیا

کیا کشاکش میں رہیں گے یونہیں ارکانِ وطن
جمع ہونگے کیا نہ اجزائے پریشانِ وطن

حیف ! تم کو ہے میرے دیدوستاں کی بھی خبر
مر رہی دکھیا ہے کچھ ہے پیاری ماں کی بھی خبر

تم نے کس کس ناز و نعمت سے تمہیں پالا ہے آہ !
میں نے جھیلیں ہیں جو کڑیاں میری شفقت ہے گواہ

تم میرے لختِ جگر ہو میری خدمت فرض ہے
پالا پوسا ہے تمہیں ماں کی اطاعت فرض ہے

بد نکہی ہے حد سے اب ناچاری اہلِ وطن
تم پہ لازم آہ ! ہے غمخواری اہلِ وطن

قلبِ نازک میں دہر اک مجمع اندوہ تھا
اور شریکِ نالۂ پیہم سکوتِ کوہ تھا

ارغوانی تھیں ادھر عکسِ شفق سے چوٹیاں
نیلی نیلی تھی عجب دلکش فضائے آسماں

تھی سہانی وادیاں اور پر فضا تھا کوہسار
چل رہی تھی جھوم کر باد صبا مستانہ وار
وہ صدا تھی یا مسرت کا ترانہ تھا کوئی
خواب و راحت کا مگر دلکش فسانہ تھا کوئی

رخصت اے عہد گزشتہ رخصت اے ایام غم
صبح عشرت سے بدلنے والی ہے اب شام غم
سہتے سہتے قوم کو غم آہ صدیاں ہو گئیں
آرزوئیں کتنی شکر خانہ ویران ہو گئیں
دور ہونیوالی ہے اب گردش لیل و نہار
آرہا ہے امن و آسائش کا دور روزگار
قوم و ملت کے بکھیڑے ختم ہونیوالے ہیں
ہر جگہ طوفان کے تھپیڑے ختم ہونیوالے ہیں
پھیلتی جاتی ہے پھر حب وطن کی روشنی
ہو چلی ہے تیز شمع انجمن کی روشنی
آرہا ہے ہند میں پھر کاروان اتحاد
یعنی قائم ہونیوالی پھر ہے شان اتحاد
قید قوم و رنگ و ملت دور ہونیوالی ہے
ظلمت شبہائے غم کافور ہونیوالی ہے

لیکے آئی جب صدا یہ جنبش باد سحر
چھا گیا تسکین کا اک عالم دل بیتاب پر
جن لبوں پر تھی ابھی آہستہ آہستہ فغاں
مسکراہٹ کی تھی اب دلکش جھلک انپر عیاں
یاس و حرمان کا مرقع جو دل صد پارہ تھا
اب جو دیکھا آرزوؤں کا وہ اک گہوارہ تھا

خوشنما جوڑی ہالہ کی تھی اک پیش نظر
تھا سکوت شب میں اسیر اک ستارہ جلوہ گر
ہلکی ہلکی کچھ عجب تسکین فزا تھی روشنی
پیاری پیاری تھیں شعاعیں دلربا تھی روشنی
روئے روشن کی ضیا تھی جلوہ افروز نشاط
تھا فروغ حسن دلکش شمع بزم انبساط
انجم نورانی نہ تھا اک کوکب امید تھا
پرتو حسن ازل تھا جلوہ جاوید تھا

کچھ عجب دلکش ادا سے تھا فلک پر جلوہ گر
تھا نگاہ ناز کا جادو مسلط خلق پر

یہ وہ جادو تھا دلوں پر جسنے افسوں کر دیا
موتیوں سے دامن امید جس نے بھر دیا

تھے پریشاں آہ! اک مدت سے جو اجزائے قوم
متحد ہو کر وہ آخر بن گئے شیدائے قوم

بھائی بھائی آہ! جو برسوں تھے بچھڑے ہوئے
تھے جو زنجیر نفاق قوم میں جکڑے ہوئے

ان میں یکرنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا
اور ہم آہنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا

سونیوالو! خواب سے چونکو سحر ہونیکو ہے
آفتاب حب قومی جلوہ گر ہونیکو ہے

امید اور طفلی

یاد بچپن کے ہیں وہ دن اے امید
جبکہ تھی تو صغیر سن اے امید

میں بھی کم سن تھا تو بھی کم سن تھی
اور تری آرزو بھی کم سن تھی

تو کھلونا تھی میرے بچپن کا
تجھ سے تھا ساتھ چولی دامن کا

ہائے! وہ پھول سے ترے رخسار
اف! وہ بچپنے کے تیرے ساتوں سنگار

لال لال انگلیاں حنا آلود
مسی مالیدہ لب کبود کبود

وضع البیلی چال متوالی
میرے بچپن کی گیسوؤں والی

تو نے کیوں میرا ساتھ چھوڑ دیا
ہاتھ میں لیکے ہاتھ چھوڑ دیا

تجھ میں کیا وہ وفا کی خو نہ رہی
نہ رہا میں ہی یا وہ تو نہ رہی

نہ وہ چاہت نہ ہے وہ ناز و نیاز
کیوں وہ تیرے بدل گئے انداز

وہ مروت رہی نہ اگلی سی
وہ محبت رہی نہ اگلی سی

پھر گئی تو نگاہ کی صورت
نہ رہی وہ نباہ کی صورت

طور بے طور ہو گئے تیرے
ڈھنگ کچھ اور ہو گئے تیرے

کس سے تو آہ! دل لگا بیٹھی
کس کے پہلو میں چھپ کے جا بیٹھی

مجھکو تو کتنی جلد بھول گئی
غیر کی آرزو پہ پھول گئی

او! مری لاڈلی! مری پیاری!
تھی یہی آہ! شرط غمخواری

میرے بچپن کی امنگ تھی تو
میری طفلی کی یادگار تھی تو

مجھ سے بیگانہ خو نہ تھی پہلے
مجھ سے بیزار تو نہ تھی پہلے

رات کو لوریاں سناتی تھی
دن کو جھولا مجھے جھلاتی تھی

اُف! وہ معصوم شغلے تیرے
وہ ادائیں، وہ چوچلے تیرے

وہ گلے سے مجھے لگا لینا
نیچی نظروں سے دل لبھا لینا

بول میٹھے وہ بولنا ہنس کر
لب سے وہ قند گھولنا ہنس کر

کبھی چاہت جتا کے کرنا پیار
کبھی کہنا "میں تیرے رُخ کے نثار"

او! میرے باغ کی کلی امید!
میری طفلی کی لاڈلی امید!

تجھ میں غمازیاں نہ تھیں پہلے
فتنہ پردازیاں نہ تھیں پہلے

کھیلنے کودنے کی گھاتیں تھیں
اور تری پیاری پیاری باتیں تھیں

گو کھلونے تھے مجھ کو سب سے عزیز
تھی مگر آہ! تو کچھ اور ہی چیز

لے کے ظالم دل و جگر تو نے
پھیر لی مجھ سے کیا نظر تو نے

وہ لڑکپن کے شغلے نہ رہے
وہ اُمنگیں، وہ ولولے نہ رہے

نہ وہ اگلی سی خاک بازی ہے
نہ وہ نغمے، نہ نے نوازی ہے

ایک حسینہ اور جگنو

جگمگاتا نہ شب تار میں جگنو ہو کر — کاش رہتا مرے خاتم میں نگیں تو ہو کر
میرے ماتھے کا چمکتا ہوا جھومر ہوتا — تو مرے حسن دل افروز کا زیور ہوتا
کیا چمکتا ہے شب تار میں تنہا جگنو — آ مری چاندسی جگنی پہ چمک جا جگنو
دے نگاہوں سے نہ دھوکا مجھے تو گم ہو کر — کہ مرے لب پہ چمک برق تبسم ہو کر
آتش حسن کا تو کاش شرارہ ہوتا — چھوٹے کپڑے پہ مری افشاں کا ستارہ ہوتا
میرے ماتھے پہ چڑھے چاند کا ٹکڑا ہو کر — تو چمکتا مرے جوبن کا نصیبا ہو کر
کاش تو سوز غم عشق کے قابل ہوتا — چھین لیتی کسی عاشق کا اگر دل ہوتا

شب کو جھم جھم مری مٹھی میں چمکتا ہوتا
اور کھڑا تجھکو ندیدہ کوئی تکتا ہوتا

میرے امکان میں جو ہوتا تو نہ جگنو ہوتا — او حسینہ تری پازیب کا گھنگرو ہوتا
یا ترے حسن گلوسوز کا گہنا ہو کر — شب کو گردن میں چمکتا تری کنٹھا ہو کر
او حسینہ ترے زیور کے جو قابل ہوتا — تیری گردن میں میں چھوٹی سی حمائل ہوتا
یا قبا کا میں تری تکمۂ زرکش ہوتا — یا ترے حسن کا میں شعلۂ سرکش ہوتا
یا ہتھیلی پہ تری پارۂ اخگر ہو کر — کسی عاشق کا چمکتا دل مضطر ہو کر
گرمی سوز محبت سے جو تو اُف کرکے — پھینک دیتی مری حالت پہ تاسف کرکے
شعلۂ رخ کا ترے محو نظارہ ہو کر — میں چمکتا کسی کونے میں شرارہ ہو کر

آتش شوق میں جل بجھ کے فنا ہو جاتا

تجھ پہ میں صورت پروانہ فدا ہو جاتا

(جگنو کا سوز)

میں غریب آہ! اگر جلنے کے قابل ہوتا
کسی محفل میں چراغ سر محفل ہوتا

شب کو اُڑتا نہ چمکتا ہوا کیڑا ہو کر
ٹوٹ پڑتا کسی شعلے پہ پتنگا ہو کر

کسی مہجور کا داغ دل سوزاں ہوتا
کسی مہجور کی آہ شرر افشاں ہوتا

سوزش داغ محبت کا شرارہ ہو کر
آگ کا شب کو چمکتا میں شرارہ ہو کر

کسی محفل میں سلگتی ہوئی مجمر ہوتا
کسی فانوس میں میں شعلۂ مضطر ہوتا

کسی عاشق کا چراغ سر مدفن ہو کر
جھلملاتا کسی ویرانے میں روشن ہو کر

کسی تفتیدہ کا ارمان بھرا دل ہوتا
کسی ننھی سی ہتھیلی پہ جلا دل ہوتا

درد بن کر کسی پہلو میں چمکتا شب کو
شرر نالۂ دلجو میں چمکتا شب کو

سوز پروانے کے پردے میں نمایاں ہوتا
شب کو محفل میں حسینوں کی چراغاں ہوتا

نہ چمکتا میں کسی پھول پہ جگنو ہو کر
کہ ڈھلکتا کسی رخسار پر آنسو ہو کر

گرمی سوز تپ غم سے پگھلتا ہوتا
کسی زانو کسی دامن پہ مچلتا ہوتا

لیلی حسن ازل کا جو اشارہ ہوتا
نجد میں قیس کی آہوں کا شرارہ ہوتا

آسمان مجھ کو اگر سوز محبت دیتا
ایک کیڑے کو جو پروانے کی قسمت دیتا

سر ترے حسن کے شعلے سے ٹپکتا ہوتا
شجر وادی ایمن پہ چمکتا ہوتا

آہ! میں تشنہ لب ذوق شہادت ہی رہا
تجھ سے محروم میں اے سوز محبت ہی رہا

سوزش عشق کے قابل جو نہ پایا ہوتا

ایک کیڑے کو نہ اللہ بنایا ہوتا

عنفوان شباب

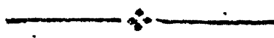
کی گذشتہ خود پرستیون کی حسرت آلود یاد

حسرت! اے عنفوان برنائی — رخصت! اے کاروانِ رعنائی
اب وہ سودائے خط و خال کہان — نہ وہ ہم ہیں، نہ وہ خود آرائی
گل رخساریون ہیں پژمردہ — جیسے کلیان چمن مین مرجھائی
نہ وہ لہجہ رہا، نہ طرز مقال — نہ تکلم، نہ ہے وہ گویائی
نہ رہی وہ لبون مین اگلی سی — شکر افشانی و شکر خائی
نہ رہا ان کا سلسلہ ہے ہے! — ہم تھے جن گیسوؤن کے سودائی
ہو رہے ہیں سپید موئے سیاہ — صبح پیری ہے شام برنائی
مٹ گئی اُف! وہ چاند سی صورت — جس پہ تھا ہم کو ناز یکتائی
سلک دندان کا جب خیال آیا — لب پہ روتی ہوئی ہنسی آئی
لطمۂ سیل عمر رفتہ مین — بہ گیے تختۂ شکیبائی
رحم! اے موج رعشۂ پیری — اپنی کشتی بھنور مین چکرائی
مدد! اے آنسوؤن کی طغیانی — آگ سوز دروں نے بھڑکائی
دل کے داغون کو مرہم کافور — صبح پیری نہ دے کے تو آئی
تجھکو او آسمان کج رفتار — نہ ہماری روش پسند آئی
ہم بہت سر اٹھا کے چلتے تھے — تو نے آخر زمین دکھلائی

نہ رہا آہ! وہ حدیقۂ عیش — جس میں تھے محو نغمہ آرائی
کھل کے مرجھا گئے وہ پھول افسوس! — روح افزا تھی جن کی رعنائی
اب ہے اجڑی پڑی وہ بزم نشاط — جس سے تھا لطف صحبت آرائی
اب وہ جلسے کہاں ہیں یاروں کے — ہم ہیں اور آہ! کنج تنہائی
وہ شب ماہ و بزم رقص و سرود — مطرب و ارغنون و شہنائی
سبزہ و باغ و ساقی و معشوق — شیشہ و جام و بادہ پیمائی
گرمیوں کی وہ چاندنی راتیں — نیلا نیلا وہ چرخ مینائی
دن امنگوں کے، سن جوانی کا — کچھ تڑپ دل میں کچھ شکیبائی
شب کو باغوں میں غنچۂ احباب — سرو و شمشاد کی صف آرائی
آہ! وہ ننھی ننھی کلیوں میں — کسی کم سن حسین کی رعنائی
پتے پتے میں حسن کا عالم — بوٹے بوٹے میں شان برنائی
پانی کی ہلکی ہلکی موجوں میں — دل کا انداز ناشکیبائی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں — لب جاں بخش کی مسیحائی
نہ رہے وہ شباب کے جلسے — حسرتا! اے ذوق محفل آرائی
روئیں کس کس کو، کسکو یاد کریں — اُف! وہ ہنگامۂ خود آرائی
تلوے گھائل ہیں، پنڈلیاں کمزور — نہ رہی تاب گام فرسائی
ضعف پیری نے ہے بنا رکھا — گھر میں پابند قید تنہائی
ہائے! وہ دن بھی تھے قیامت کے — چال میں جب تھی محشر آرائی
ہم کو، اے تازہ واردان شباب — کیا دکھاتے ہو شان برنائی

اس مرقع میں صورت تصویر — ہم بھی تھے نقش ناز یکتائی
لب میں اعجاز۔ آنکھ میں جادو — قد میں شوخی تھی، خد میں زیبائی
چوڑا سینہ، بھرے بھرے بازو — اے دریغا! وہ شان برنائی
کبھی ہم بھی جوان رعنا تھے — یوں نہ چہرے پہ تھی خزاں چھائی
دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار — گرم تھی محفل خود آرائی
ہم نئے تھے، نئی ہماری وضع — نئی سج دھج، نئی تھی رعنائی
دن کو یاروں کے رہتے تھے جلسے — شب کو پریوں سے صحبت آرائی
بن کے یوسف جو جاتے تھے بازار — جمع ہو جاتے تھے تماشائی
سر پہ کج تھی کلاہ عجب و غرور — زیب بر تھی قبائے رعنائی
کبھی مہندی لگائی ہاتھوں میں — کی کبھی رخ پہ غازہ آرائی
زعفرانی کبھی قبا بدلی — کبھی دستار سرخ رنگوائی
دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ — پہروں رہتے تھے ہم تماشائی
لیکن اگلی سی اب کہاں باتیں — نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
روٹھ کر ہم سے چل دیا جو شباب — اف! یہ کس کی ادا تجھے بھائی
تجھ سے صبر و قرار تھا دل کو — تجھ سے تھی روح کو شکیبائی

حیف تیری نہ قدر کی ہم نے
کھو کے آئی سمجھ تو کیا آئی



آنیوالی گھڑی

ہے نشاط انگیز عجب تو آنیوالی او گھڑی   تو نہیں لیکن بیکسون کی آہ! خالی او گھڑی!
کتنی امیدیں ترے دامن کی ہیں پالی ہوئی   گود تیری آہ! ارمانوں سے کب خالی ہوئی
بیکسی میں بھی غریبوں کا سہارا آہ! تو   یاس میں ہے غم نصیبوں کا سہارا آہ! تو
رہبر کوئے تمنا ہے مگر تیرا عصا   ہر شکستہ پا کے ہے تو ہاتھ کا گویا عصا



تو وہ نقش دلنشیں ہے آنیوالی او گھڑی   وہ طلسمی دوربیں ہے آنیوالی او گھڑی
جسمیں ارمانوں کی ہر سو جلوہ گر ہیں صورتیں   تیرے البم میں عجب پیش نظر ہیں صورتیں
درد فرقت کا ستایا عاشق حرماں نصیب   کروٹیں شب بھر ہے بستر پہ بدلتا جو غریب
ڈالتا ہی آہ! جب تیرے مرقعے پر نظر   اپنی معشوقہ کو اسمیں دیکھتا ہے جلوہ گر
اور بیٹے کی تمنا ہے جسے وہ باپ آہ!   دیکھتا ہے اپنا جیتا جاگتا نور نگاہ
اور وہ ماتم نشین ناموس بیوہ غم نصیب   ہے غم شوہر میں ناکام تمنا جو غریب
یاس کے عالم میں بھی ہے اپنے دلمیں شادمان   ہیں ترے صورت کدے میں کچھ نہ کچھ سامان
روٹیوں کو آہ! وہ محتاج تا گردش یتیم   شب جو کرتا ہے بسر جاڑوں میں بے دلق و گلیم
آئینہ خانے میں تیرے بیکسوں کی غمگسار!   دیکھتا ہے پھر امید کے نقش و نگار
گوشہ گیر کنج عزلت آہ! بیوہ خانہ نشین   جسکے باہر گھر کی چوکھٹ سے قدم رکھا نہیں
دیکھتا ہے تجھ میں گھر بیٹھے ہوئے دنیا نئی   ہے تیری بزم تماشا بھی تحیر زا نئی
وہ اسیر وادیٔ غربت وہ ناکام وطن   گوشۂ غربت میں جسکے ہے مشتاق پیغام وطن

لموں میں گھیرے ہوئے رنج و محن کی صورتیں
تمناؤں کی محفل ہے وہ، قصہ مختصر
دیکھتا ہے تجھ میں یارانِ وطن کی صورتیں
جسمیں امیدوں کا جلوہ سب کو آتا ہے نظر

نے والی او گھڑی! او مایۂ صبر و شکیب
رے دامن کی ہے اک اک آرزو بزمِ نشاط
، ہاں اک دلکش تمناؤں کی دنیا تجھ میں ہے
یکڑوں ارمان وابستہ ترے دامن سے ہیں
ل یہ جب ہوتی ہے طاری کثرتِ افکارِ غم
اٹھا دیتی ہے چہرے سے مسرت کے نقاب
محفلِ ہستی میں ہے تو اک طلسمِ دلفریب
آنے والی آرزوؤں کی ہے تو بزمِ نشاط
تو وہ محفل ہے کہ اک طرفہ تماشا تجھ میں ہے
پھول امیدوں کے چنتے ہم ترے گلشن سے ہیں
نا امیدی بن کے چھا جاتے ہیں جب آثارِ غم
دیکھتے ہیں شامِ غم میں آہ! ہم خوشیوں کے خواب

ندھتے رہتے ہیں اپنے دل میں منصوبے جو ہم
پنے دل سے ہم اگرچہ عہد و پیمان کرتے ہیں
ری صورت دیکھتے ہی ہم نگاہِ غمگسار
یے کر دیتے ہیں ہم "موجود گھڑیاں" رائیگاں
محو ہو جاتے ہیں سب آتے ہی تیرے یک قلم
یہ کرینگے "پیشتر سے فکر ساماں کرتے ہیں
محو کر دیتے ہیں دل سے آہ! سب قول و قرار
یونہیں کھو دیتے ہیں غفلت میں تجھے اے جانِ جاں

ح بتا کیا تو ہے وہ ناطورۂ ناز آفرین
وہ پری کیا تو ہے؟ جسکا وصل ہوتے ہی نصیب
داستاں کب چشمِ پُرفن کا ترے جادو نہیں
و نے دی تسکین ظالم! کب کسی ناکام کو
روح فرسا جس کے ہیں نقش و نگار دلنشین
گھٹ کے مر جاتے ہیں دل میں آہ! ارمانِ غریب
وصل میں بھی آہ! تو آسائشِ پہلو نہیں
ساتھ لیکر کب نہ آئی مجمعِ آلام کو

تیری صورت سے اگرچہ دلفریبی ہے عیاں — تجھ میں جلوہ آہ! یکجی کامیابی کا کہاں
کھینچتی تیری ادا ہے گرچہ دامانِ نظر — حسن میں تیرے خیالی ہیں کرشمے جلوہ گر
سامنے ہے جو آئندہ کی دلکش سرزمیں — اس پہ کیسی کیسی تعمیریں تھیں قائم بے یقیں
کیسے کیسے اس پہ لگوائے تھے باغ خوشنما — دید کے قابل تھی جنکے لالہ و گل کی فضا
تیرے دامن تک پہونچتے ہی مگر دست مراد — ہوگئی شہر خموشاں اپنی بزم خوش سواد
ایسا نقصان عظیم، ایسا ضرر ایسا زیاں — قلب نازک کے لئے کیونکر نہ ہو سوہان جاں

اک فسون تازہ ہے تو آنے والی او گھڑی — عیش کا خمیازہ ہے تو آنیوالی او گھڑی
جتنی آئندہ کی حالت میں ہے تو غم خوارِ غم — اتنی ہی موجودگی میں دل میں ہے دیوارِ غم
کاش تو آتی نہ ظالم! ہم نصیبوں کے قریب — تکتے رہتے راہ تیری عمر بھر فرقت نصیب
آہ! اے عمر رواں کے ابلقِ تعجیل رہوار — کاش! ہوتا اک جگہ پر تیری گاڑی کو قرار
اور کرکے حال موجودہ سے ہم قطع نظر — جسمیں اکثر حسرتیں ہیں اور ہزاروں غم بھی ہیں

دیکھتے رہتے ہمیشہ یونہیں امیدوں کے خواب
آرزوؤں کے نہ غم میں دل کو ہوتا پیچ و تاب

مبارکباد عید

(عریضہ از جان محمد عبد الواجد حلیم الرحمن)

قطعہ

عید قربان تمہیں عزّ و ہزار برس — واجدِ خوش منظر مبارک ہو

لے کے آئی صبا پیام نشاط — یہ مبارک سحر مبارک ہو
شب کو عیش و نشاط دن کو سرور — تم کو نور نظر مبارک ہو
ہو تمہیں عمر نوح و خضر نصیب — سر پہ ظل پدر مبارک ہو
تم کو اے مایۂ نشاط پدر — گنج لعل و گہر مبارک ہو
سر پہ لہرائے پرچم اقبال — در پہ کوس ظفر مبارک ہو
فرق نیکو پہ اسے نجستہ پے — تاج علم و ہنر مبارک ہو
پیار بہنوں کا التفات پدر — تم کو جان پدر مبارک ہو
سر پہ دست پدر رہے زرپاش — بارش سیم و زر مبارک ہو

میری چشم امید کو آقا
سرمۂ خاک در مبارک ہو

رباعیات

رسا لکھنوی

تصویر جمال عالم آرا بنکر — زیبا تصم جو تھا ریختا جاکر
نوروز آیا ہے لے کے پیغام نشاط — چوتھی کی دلہن عروس رعنا بنکر

او بیخبر با ادہ مست مے جام نشاط — اٹھ سو کے گزرہیں مفتنم ایام نشاط
ہے مژدۂ نوروز سے کیا رنگ چمن — ہر پھول ہے شاہد گل اندام نشاط

کافور ہے دل جلون کو تنویر سحر — ٹھنڈک ہے کلیجون کی طباشیر سحر
جی اُٹھتے ہیں دلون میں آرزوئیں مر کر — کیا روح فزا ہے واہ! تاثیر سحر

پھر عشق دوام لے کے آیا نوروز — پھر بزم میں جام لے کے آیا نوروز
دولایا ہون میں سال نو کی خوشیان ہمراہ — یارون کو پیام لے کے آیا نوروز

اے محو نشاط ہونے والو! اُٹھو — سرمایۂ عمر کھونے والو! اُٹھو
آتی ہے وہ قافلہ سے آواز جرس — نکلا خورشید۔ سونے والو! اُٹھو

پھر لالہ و گل ہیں زیب دامان چمن — پھر جھوم رہے ہیں سرو و ریحان چمن
ہیں صحن چمن میں تہنیت سنج بہار — یعنی ہیں ترانہ ریز مرغان چمن

(ادیب الہ آبادی کا خیر مقدم)

نکلا ہے ادیب بنکے نیرنگ نظر — آنکھوں سے کہو کہ دیکھ لین رنگ نظر
سُن تو یہ کدھر سے آج اے گوش خیال — آتی ہے صدائے نغمۂ چنگ نظر

ہیں اوج کمال کے نمونے اسمین — نیرنگ خیال کے نمونے اسمین
وہ پیکر حسن ہیکہ آتے ہیں نظر — دلکش خط و خال کے نمونے اسمین

وہ گل ہے یہ بوئے آرزو اسمین — ہر گل کی بہار رنگ و بو ہے اسمین
وہ آئینہ ادب نما ہے یہ سر تا سر — تصویر کمال ہو بہو ہے اسمین

دنیا کی رہے ادب کا زیور ہو کر — چمکے تاج سخن میں گوہر ہو کر
اقلیم سخنوری میں شہرت اسکی — اڑتی رہے نکہت گل تر ہو کر

گلدستۂ گلہائے معانی ہے ادیب — گنجینۂ اسرار نہانی ہے ادیب
نیرنگ فسون تازہ ہے ہر مضمون — مجموعۂ اعجاز بیانی ہے ادیب

شیشوں میں جھلکتی ہے مۓ ناب نظر — ہوں آکے شریک بزم احباب نظر
ہے نور نگاہِ دیدہ شوق۔ ادیب — آنکھوں سے لگائیں کیوں نہ ارباب نظر

ارباب سخن بزم سخن میں آئیں — مرغان خوش الحان چمن میں آئیں
یعنی ہے صلائے عام یاروں کیلئے — اسباب تفرج کی انجمن میں آئیں

اتری ہے فصاحت کی پری شیشوں میں — یا نطق کی ہے جلوہ گری شیشوں میں
اوراق ادیب میں ہیں اشعار سرور — یا ہے مۓ لالہ گون بھری شیشوں میں

غم فرقت

یاد طفلی

کدھر گیا آہ وہ میرا بچپن جو نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کش تمنا نہ تھی زباں آشنا فغاں کی

کہاں گئی وہ بہار طفلی کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گذر گیا آہ وہ زمانہ رہا جو تھا جب غم جہاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھا میں سرود قمری
چمن میں کرتا تھا چہچہے پھر وہ ان میں جا کے مرغ نغمہ خواں کے

میں دل میں خوش تھا کہ گا رہی ہے میرے سبب سے یہ ترانہ
بھلا تھا ذکر گل کا جو مجھ کو بلبل کی داستاں سے

بہت دنوں تک میں سیر کرتا رہا ہوں بچپن کی جنتوں میں
ہزار نغمے سنا کیا ہوں میں لوچ پچے تیری زباں سے

ہوائیں کھا غفلتوں کی تیرے بہت لیں جو نہا کے
بھریں کبھی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جو ساونی کی سہانی

کبھی شگوفوں کو چومتا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیار کرتا
تماشہ میں بھی تھا آج بلبل ادا سے گل پہ ہزار جاں سے

چمن کے سبزہ پہ پھرتے تھے میں جدھر دوڑا کیا ہون اکثر جگنو
کہ جیسے چھوٹے سے ٹوٹتے تھے خار انگشت کو فی گری کمان ہے

کبھی تمنا کہ چاند کو میں گھر اپنے لاؤن بنا کے مہمان
کبھی یہ حسرت کہ توڑ لاؤن میں جا کے تارے رنگ آسمان سے

وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب لپکتا تھا توڑنے کو
اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دست بازوئے ناتوان سے

کبھی جو آئینے میں یکایک نظر پڑی مجھکو اپنی صورت
رہا ہون پہرون میں محو حیرت کہ پیاری شکل آ گئی یہ کہان سے

لبون پہ بچپن کی کیا نہ آئے گی اب وہ معصوم مسکراہٹ؟
ادھورے الفاظ اے جوانی! وہ کیا نہ نکلینگے اب زبان سے

نسیم دینے کو مجھکو لوری نہ شام فرقت میں آئیگی کیا؟
جگر کے ٹکڑے اوڑینگے کب تک ہوا میں آہ شرر فشان سے

بتون کے تیر نظر کا بسمل نہ تھا۔ خوشا روزگار طفلی!
نہ لاگ شہرگ کو نشتر سے نہ چھیڑ پہلو کو تھی سنان سے

نہ دل کو فکر معاش کا غم۔ نہ مرگ احباب کا تھا ماتم
لہو کے آنسو نہ آہ! راتون کو تھے روان چشم خونفشان سے

نہ تھی گرانباری مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندی علائق؛
اسیر زنجیر غم نہ تھا میں۔ نجات تھی شورش جہان سے

جگر پہ میرے نہ طعنہ ہائے کرخت پڑتے تھے تیغ بن کر

شہید تیغ اقربا تھا نہ سوختۂ دشنۂ زبان سے
میرا بچھونا تھا عرش اعظم - میرے کھلونے تھے چاند سورج
اوتار لاتا تھا جا کے تارے زمین پہ ناوک آسمان سے
میرا گھروندا تھا گھر کا آنگن - اسی میں مہمان تھا میرا بچپن
تجھے بلایا تھا کس نے ظالم! شباب تو آگیا کہاں سے
رہے جو تو اے شباب مہمان یا رہیں غم و رنج و یاس و حرمان
مجھے توقع نہیں ہے یہ بھی طلسم نیرنگئ جہان سے
ابھی ہے تیرا فشار باقی - ابھی بڑھاپا ہے آنے والا
فلک کو لینے ابھی ہیں بدلے بہت سے اک جسم ناتوان سے
ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکھیڑے
سر و صدمے اٹھیں تو کیونکر اٹھیں یہ اک مشت استخوان سے

حسرت وطن

پس فنا میری چھوٹی سی یادگار بنے
غریب ہوں میں وطن میں میرا مزار بنے

جہاں تھا آہ! لڑکپن کا میرے گہوارہ
لحد بھی میری مرے کردگار بنے

صدا یہ مرقد سقراط سے ہی آتی آہ!
پیے جو زہر وطن کا وہ جان نثار بنے

مے نفاق وطن آہ! یہ کہاں امید
غلط! کہ رشتۂ نازک یہ استوار بنے

میرے ہی ساتھ میری آرزوئے حب وطن
میرے مزار کے پہلو میں اک مزار بنے

قفس میں میری تسلی کے واسطے صیاد
وطن کے پھولوں کا اک کنج خوشگوار بنے

وہ مرغ آہ! جو تیرا ہو دست پروردہ
قفس میں درد اسیری سے بیقرار رہنے

وفا پرست ہو جو دل وہ آہ! بسمل ہو
وہ آنکھ جسمیں مروت ہو اشکبار رہنے

زمین پہ آہ! میں وہ نقش نامرادی ہوں
ہزار بار بگڑ کر نہ ایک بار رہنے

وہ پھول آہ! جو ہو نازش بہار چمن
نظر میں بلبل و گلچین کے چبھکے خار رہنے

رہی جو کاہش یہ ہم یونہیں تو اے صیاد!
قفس کی آہ! نہ تیلی تن زار رہنے

کمین میں برق ستم گھات میں ہے باد خزان
چمن میں خاک شجر کوئی بار دار رہنے

رُلا رہا ہے مجھے سوز اشتیاق وطن
عجب نہیں ہے کہ آنسو ہر اک شرار رہنے

دلا نہ یاد وطن مجھ غریب کو ہر دم
کہ میری جان پہ نہ آئے درد انتظار رہنے

نسیم لیکے جو غربت میں آئی بوئے وطن
مشام شوق میرا نافۂ تتار رہنے

خلش فروش ہیں کانٹے یونہیں تو دشت جنون
کسی غریب کے خون سے نہ لالہ زار رہنے

ترس گیا تیرے جلوہ کو آہ! صبح وطن
میری طرح نہ کوئی تیرہ روزگار رہنے

چمن سے لاکے صبا! پھول دو چڑھا دینا
پس فنا جو میرا دشت میں مزار رہنے

دیار غیر میں کرنا نہ اے صبا! برباد
وطن میں آنکھوں کا سرمہ میرا غبار رہنے

وطن کی راہ نسیم سحر! بتا دینا
کہ میری خاک نہ یاروں سے شرمسار رہنے

دم اخیر ہے یاروں سے جاکے کہدے اجل
کہ بیکسی نہ میرے غم میں سوگوار رہنے

وطن میں جاکے نہ روح نکہت برباد
ہوا میں اُڑکے بگولہ میرا غبار رہنے

اسیر دام ہوں۔ اٹکھیلیاں نکر مجھسے
صبا سے کہدو نہ میرے گلے کا ہار رہنے

وہ غم نصیب ہوں۔ اے چارہ ساز مجھسے نہ پوچھ
اجل ہنسے جو کوئی میرا غمگسار رہنے

تڑپ کے دم جو دیار غریب میں توڑوں
میرے وطن میں میرا گنبد مزار رہنے

یہ لوح گور غریباں پہ ثبت ہو مصرع
کہ بیسے کوئی وطن کا نہ جانثار سے بنے

سال گذشتہ

زمین پہ برف زمستان ہو تا جتر آہ!
نسیم پہ ہیں نالہائے دلجو آہ

لکھو یکہ تاریخ کا گھنٹہ ذرا سنبھل کے بجے
صدا ہو دیکھی۔ کلیجہ مسل مسل کے بجے

تمام سال گذشتہ ہوا دریغ دریغ
رفیق مجھ سے ہوا اک جدا دریغ دریغ

میرے رفیق میرے غمگسار وا ویلا
کدہر گئے تیرے لیل و نہار وا ویلا

نشاط عمر کو تو آہ! لیکے آیا تھا
نئی امنگوں کو ہمراہ لے کے آیا تھا

ہر اک حال میں میرا شریک حال رہا
کہ غمگسار میرا تو تمام سال رہا

نگاہ پھیر کے او یار باوفا مجھسے
یہ کیا ستم ہے! کہ ہوتا ہے تو جدا مجھسے

پڑا ہے بے حرکت آہ! جسم زار تیرا
جگر پہ داغ محبت ہے یادگار تیرا

نظر نہ آئیگا اب جلوہ سحر تجھکو
نہ ہوگی آہ! نئے سال کی خبر تجھکو

جہان سے نکلی ہستی بے ثبات تیری
ملیگی تجھکو نہ گزری ہوئی حیات تری

وہ آہ! تیری رفاقت۔ وہ شرط غمخواری
وہ اختلاط! وہ اُف رے! تیری خاطرداری

جہان سے آہ! میری باوفا گزرنہ ابھی
سرائے ہستی فانی سے کوچ کرنہ ابھی

سمند عمر سے کہدے۔ ذرا ٹھہر جائے
چڑہا ہے نشہ خواب اجل اُتر جائے

جدا نہ مجھسے ہو میرے رفیق تنہائی
بہت دنوں ہی رہا گرم صحبت آرائی

پئے ہیں جام مے انبساط کے تو نے　　بسر کئے ہیں بہت دن نشاط کے تو نے
خبر نہ تھی کہ نہ آئیگا سال نو تجھکو　　نہ ہوگی آہ! مبارک یہ فال نو تجھکو

جہان کی بزم میں جب تک قیام تھا تیرا　　مئے نشاط سے معمور جام تھا تیرا
ملیگا تجھ سا نہ اقبال شادمان مجھکو　　دکھائیگا نہ تیرا دور آسمان مجھکو
چھلک گیا تیرا جام سرور واویلا　　رہا نہ وہ تیرے آنکھوں میں نور واویلا
اگرچہ کہتے ہیں دشمن تیرے برا تجھکو　　دعائیں دیتا ہوں میں یار باوفا تجھکو
جہان سے قصد عدم کا تجھے دریغ دریغ　　اٹھا ابھی سے نہ رخت سفر دریغ دریغ
رلوئیں جی کے میرے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا　　کہ لطف ہستی ناپایدار کیا تھا
وہ لطف صحبت و ہنگامہ نشاط دریغ　　وہ قہقہے وہ صدائیں وہ اختلاط دریغ

ہنسی خوشی کے تیرے دن کدھر گئے ہی ہی　　وہ خوش شگوار مشاغل گذر گئے ہے ہے!
وہ تیرا نور نظر اُف ری تیری حسرت شوق　　اُڑائے آتا ہی گلگشت سمن سرعت شوق
قضا سے پہلے نہ پہونچیگا جانشین تیرا　　نصیب ہوگا نہ دیدار وہ حسین تیرا
یہ رات تاروں بھری سرد سرد واویلا　　اُڑی ہوئی تیری رنگت یہ زرد زرد واویلا
فلک ہے آ کمین میں تجھے مٹانے کو　　نئی امنگ لئے سال نو ہے آنے کو

ہزار حیف! کہ تربت کسی کی ہے تصویر　　ابھی سے مرغ کے لب پر ہیں نالۂ شبگیر
چراغ شام میں اگلی سی وہ ضیا نہ رہی　　نظر فریب ستاروں کی وہ ادا نہ رہی

رہے نہ لیلیٔ شب کے وہ دوش پر گیسو
کہ ڈھڑ کے آگئے اب آہ! تا کمر گیسو
تیرا پیام اجل۔ غمگسار! آپہونچا
مفارقت کا سمان سوگوار آپہونچا
ٹھہر! ٹھہر! کہ تجھے ہم کنار کر لون میں
دم اخیر ہے۔ جی بھر کے پیار کر لون میں
ملے تو موت کے بدلے تجھے شفا لاؤن
جو آخری تیرا ارشاد ہو بجا لاؤن

وہ تازگی۔ وہ صباحت رہی نہ چہرے پر
کہ وہ گلاب سی رنگت رہی نہ چہرے پر
رہا نہ آہ! میرا غمگسار واویلا
کہ چل بسا وہ غریب الدیار واویلا
کھلی ہے۔ بند کرو چشم خوش ادا کو کوئی
زمین کو سونپ بھی دو میرے باوفا کو کوئی
در مزار پہ ہے منتظر کھڑا کوئی
زمین پر ہے نیا آہ! نقش پا کوئی
خروش نالۂ بے اختیار رہنے دو
اجل نصیب کو زیر مزار رہنے دو
نہان ہے خاک میں اُف! اُف! وہ چاند سا مکھڑا
کہ آرہا ہے نظر مجھکو اک نیا چہرہ

شکوۂ صیاد

میں بسمل ہوں۔ مجھکو نہ ظالم ہلاک کر
صیاد! تیر مار نہ یون دل پہ تاک کر
میرے جگر کو دشنۂ غم سے نہ چاک کر
مجھکو مٹا کے آہ! نہ پیوند خاک کر
نالون سے بدگمان میرے بیداد خو نہ ہو
بیکس سمجھ کے درپئے آزار تو نہ ہو
مجھ پر جفائے تازہ عبث بدگمان نہ کر
برباد میرے خار و خس آشیان نہ کر
مجھکو اسیر حلقۂ طوق گران نہ کر
مجھ ناتوان پہ ستم ناگہان نہ کر

مرجاؤنگا نصیب جو کنج قفس ہوا
مجھ پہ ستم کا وار جو اُلٹی برس ہوا

وہ دل نہیں رہا۔ وہ طبیعت نہیں رہی
تیرے ستم اُٹھانیکی طاقت نہیں رہی
دل سرد ہو گیا۔ وہ حرارت نہیں رہی
وہ نالہائے گرم کی عادت نہیں رہی

مجھکو نہ کر اسیر کہ میں صید خستہ ہون
صحن چمن میں طائر بازو شکستہ ہون

یہ جوش لالہ و گل رنگیں ادا دریغ
یہ بھینی بھینی جنبش باد صبا دریغ
یہ اودی اودی آہ! لب جو گھٹا دریغ
یہ کنج دلنشین۔ یہ چمن کی فضا دریغ

پر میرے کس کے باندھ نہ صیاد باغ میں
اُڑنے بھی دے مجھے۔ میرے کنج فراغ میں

پھر کے نہ تیغ کے دل اندوہگین کو دے
ظالم! نہ اب وہ تشنہ چین جبین کو دے
پروانگی جو شورش آہ حزین کو دے
اذن فغان جو تو نفس آتشین کو دے

افسانہ چھیڑ کر الم جان گداز کا
شکوہ کروں ترے ستم جان گداز کا

بھولا نہیں ستم ہون وہ اگلی بہار کے
نیرنگ یاد ہیں فلک دون شعار کے
نالے قفس میں آف! وہ دل بیقرار کے
سودائے گل وہ آہ! وہ دن انتظار کے

وہ ذوق آشیان۔ وہ فراق چمن صد دریغ
وہ تیلیان قفس کی وہ قید محن دریغ

دن بھر فراق گل میں تڑپنا وہ چیخ کر
پنجرے کی تیلیوں سے ٹپکنا وہ آہ بھر

حسرت سے دیکھتا وہ میرا آہ ہوئے در یاد چمن میں نالۂ پیہم زبان پر
وہ جوش اشک وہ نالۂ خونبار ہائے ہائے
ڈوبی ہوئی لہو میں وہ منقار ہائے ہائے
وہ موسم بہار۔ وہ کنج قفس دریغ فریاد متصل وہ بزنگ جرس دریغ
وہ خون طرازئی رگ تار نفس دریغ وہ قید غم۔ وہ سلسلۂ پیش و پس دریغ
لب پر وہ آہ و شکوۂ زنجیر الاماں
وہ یاد ہوئے نالۂ شبگیر الاماں
گردیاں اٹھا چکا ہوں میں مجھ پر ستم نہ کر مجھکو اسیر حلقۂ زنجیر غم نہ کر
میں بیمار وفا ہوں مجھے متہم نہ کر تیر رضا کے قید میں سامان بہم نہ کر
اتنا نہ دو ہ میری اسیری کو طول دے
آزادی چمن کے مجھے آہ پھول دے
پروا نہ مجھسے پوچھ نہ کس انجمن کا ہوں غربت زدہ۔ مسافر بیکس وطن کا ہوں
تیرا مگر کہوں کہ بلبل گویا چمن کا ہوں تنکا قفس میں ہیں نشیمن و چمن کا ہوں
پابند حلقہ ہائے سلاسل نہ کر مجھے
میں بیمار زخم خوردہ ہوں بسمل نہ کر مجھے

حسن

کاش اے حسن تو دنیا میں نہ آیا ہوتا دام تسخیر نہ عالم میں بچھایا ہوتا
بچھ نہ سکتی تھی پن آنکے جو تری دنیا میں بزم کے ہنگامۂ محشر تو نہ آیا ہوتا

اور اگر آیا تھا ہنگامۂ محشر بنکر — تو نہ ان خاک کے پتلوں میں آیا ہوتا
تجھ کو ہونا تھا حسینوں سے جو طرفدار — شیوۂ جور و ستم تو نہ سکھایا ہوتا
اور سکھائی بھی جو تھی ان کو جفا کی ترکیب — دلستانی کا طریقہ نہ بتایا ہوتا
رحم ہونا نہ اگر اعضا تھے بنائے تونے — دل حسینوں کا نہ پتھر کا بنایا ہوتا
کاش ! بچہ ورنہ محبت بھی انہیں تو دیتا — دل کے بدلے اثر نالۂ دلجو دیتا

فریادِ آدم

ہے ہے ! کدھر گئی وہ نسیم بہار خلد — وہ جوش گل ہے آہ نہ وہ سبزہ زار خلد
دلکش ادائیں تھیں وہ کلیاں کدھر گئیں — وہ پھول کیا ہوئے تھے جو آئینہ دار خلد
خوں ہو کے دل کہیں مرے آنکھوں سے بہہ نہ جائے — مجھکو لہو رلا نہ غم انتظار خلد
الجھا ہوا ہے کانٹوں میں دامان شوق اب — دامن میں یا کبھی تھے گل نو بہار خلد
پہلو بدل رہا ہے اب آغوش دہر میں — وہ دل جو آہ تھا کبھی زیب کنار خلد
حد اضطراب شوق کی کمبخت ہو چکی — پہلو میں اب تڑپ نہ دل بیقرار خلد
اے مہر و ماہ ! اے سحر و شام آرزو — دو دن کو پھیر دو مجھے لیل و نہار خلد
وہ دن خدا کرے۔ لب کوثر پھر ایکبار — بھر کے پیوں میں جام مئے خوشگوار خلد
مجھکو مئے طہور ملے ساقی ازل — آنکھوں میں میرے ہے ابھی باقی خمار خلد
ہائے طلب شکستہ ہوں میں کوئے شوق میں — ہوں منزل جہاں میں غریب الدیار خلد
مجھ پہ کرم ! کہ بندۂ عاصی ہوں اے کریم ! — یارب ہو مجھپہ رحم کہ ہوں بیقرار خلد

مرغ اسیر ہوں۔ مجھے میرا چمن ملے

بچھڑا ہوا وطن سے ہوں مجھکو وطن ملے

میں خوش بہشت میں میرے پروردگار تھا — دنیا کی فکر تھی نہ غم روزگار تھا
پابند تھا نہ قید علائق کا میں غریب — بیڑی نہ کوئی پاؤں میں تھی رستگار تھا
محفوظ تھا قضا سے میں کیسا غم فنا — ناآشنائے ہستی ناپائیدار تھا
ناکام آرزو تھا نہ اس غم کدہ میں میں — تسکین تھی جان زار کو دل کو قرار تھا
واقف نہ تھا جہان کے سپید و سیاہ سے — لب پر نہ میرے شکوۂ لیل و نہار تھا
سچ ہے بکھر گیا وہ مرا کنج دلنشین — میں آہ جس میں زمزمہ سنج بہار تھا
تھا صبح بوئے گل سے معطر مرا مشام — ایک ایک پھول نافۂ مشک تتار تھا
ہر سو ترانہ سنج تھے مرغان خوش نوا — اک طائروں کا شور سر شاخسار تھا
دلکو لگی ہوا بھی نہ تھی باغ دہر کی — کانٹا نہ کوئی میرے کلیجے کے پار تھا
آنکھوں میں بس گئی تھی کچھ ایسی بہار خلد — دم بھر فراق اسکا مجھے ناگوار تھا
دنیا میں آکے مجھپہ حقیقت یہ کھل گئی — غم آہ! میرے عیش کا پایان کار تھا

اب میں ہوں آہ! اور غم ایام آرزو
پتلا ہوں بیکسی کا میں ناکام آرزو

کلیجے کا داغ

نہ سینہ نہ یا ہم عرش کا آشنا بلند تھا — میری دعا کو باب اجابت ہی بند تھا
تیر اجل کو آہ وہ [illegible] مان بہت تھا — اچھا ہوا کسی سے نہ وہ دردمند تھا
دشتر کن گئی نہ دل کی نہ درد جگر گیا

بالین سے نا اُمید تری چارہ گر گیا

آہ! تری چاند سی صورت کدھر گئی | آنکھوں کا نور۔ رخ کی صباحت کدھر گئی
ہونٹوں کی لال لال وہ رنگت کدھر گئی | بچپن کے مسکرانے کی عادت کدھر گئی

ہونٹوں پہ اب ہنسی ہے نہ جنبش زبان کو
کیا جانے کیا ہوا مری ننھی سی جان کو

چہرے سے آہ! یوں ہی صباحت اڑی ہوئی | جیسے خزاں میں پھول سے نکہت اڑی ہوئی
دل سرد جسم سے ہے حرارت اڑی ہوئی | رخ سے گلاب کی سی ہی رنگت اڑی ہوئی

آنکھیں کنول سی ہیں۔ نہ وہ چہرہ ہے پھول سا
لوگو! ہے آج کچھ مرا تنہا ملول سا

پنہاں اجل کا دست ستم آستین میں ہے | مجھ کو خبر نہ تھی کہ یہ ظالم کمین میں ہے
آنکھوں میں نور ہے نہ صباحت جبین میں ہے | قالب یہاں ہے۔ روح بہشت برین میں ہے

زانو پہ سو گیا میرے سر رکھ کے آہ تو
کھولیگا آنکھ کب میرے نور نگاہ تو

گو مجھ سے اب نگاہ نہیں آشنا تری | مجھ کو مگر ہے آہ! وہی یاد آشنا تری
اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادا تری | اس غم میں بھی شبیہ ہے تسکین فزا تری

تو کوئی دم میں خاک کا پیوند ہی سہی
بوسے تو لے رہی ہوں میں اب چند ہی سہی

صبر و سکوں کا کر نہ سفینہ تباہ تو | ماں کا سمجھ کے توڑ دل داد خواہ تو
بے نور آنکھ ہے۔ میرے نور نگاہ تو | یعنی ہے مجھ غریب کا روز سیاہ تو

میں نے سمجھ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا اترا۔ تجھے سونپا زمین کو

ایذا سے جان غمزدہ کاہش طلب رہی — دن بھر پسر کی یاد میں میں مضطرب رہی
جب نصف شب گزر گئی اور نصف شب رہی — دل میں نہ آہ و طاقت رنج و تعب رہی

نیند آ گئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کنج پُر فضا لب دریا نظر پڑا

پچھلے پہر کا وقت تھا۔ جان بخش تھی ہوا — اور میرے ساتھ تھا میرا ننھا ٹہل رہا
صورت تھی پیاری پیاری وہ معصوم دلربا — اک پھول تھا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پھولوں کی بو سے باد صبا عطر بیز تھی
پھر اس پہ شعاع نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی — تھی گورے گورے گالوں پہ سرخی جھلک رہی
وقت خرام نازک کمر تھی لچک رہی — شبنم اُدھر گلاب کی رخ پر چھڑک رہی

رُخ پر جو چاندنی نے اُجالا تھا کر دیا
مکھڑے کا اور حسن دوبالا تھا کر دیا

کہتا تھا مسکرا کے مجھے یوں دکھا کے پھول — کس رنگ کے یہ گل ہیں یہ ہیں کس ادا کے پھول
کلیاں گلاب کی ہیں نہ یہ موتیا کے پھول — دلکش عجب ہیں اس چمن دلکشا کے پھول

دنیا کی ہے ہوا نہیں چھو بھی نہیں گئی
لاکر ہے ان کی خلد سے ابھی نہیں گئی

اس کنج دلنشین کی ہے آب و ہوا پسند — دنیا کی بو ہے نہ مجھے اب نہ اب پسند

ہو جس کو خلد کا چمن دلکشا پسند — کانٹوں کو دہر کے وہ کرے آہ کیا پسند

دنیا سے آہ اب مجھے وابستگی نہیں
میں شاد ہوں کہ مجھکو غم خستگی نہیں

میں جانتا ہوں ضبط کی عادت ہے کم تمہیں — برسوں رلائیگا مرے مرنے کا غم تمہیں
ڈھارس بندھاؤ دل کو بہت ہو الم تمہیں — رونا نہ ایسا مجھے میرے سر کی قسم تمہیں

اشکوں سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کرو
دنیا میں کچھ دنوں خوش و باش بسر کرو

یاران عدم

یارب مجھے دنیا کی ہوا راس نہیں ہے — وہ گل ہے یہ بو جس میں نہیں باس نہیں ہے
لب تشنۂ الفت ہوں میں او ساقی ہستی — پانی ہے تجھے تیری یہ وہ پیاس نہیں ہے
جب تن یہ بھی جائیگی یہ درد جدائی — دل ہے کوئی پتھر نہیں۔ الماس نہیں ہے
بیمہر ہے۔ دنیا کی محبت پہ نہ جانا — عیار ہے یارو انکا اسے پاس نہیں ہے
حسرتکدۂ دہر میں کیا شے نہیں یارو — رنج ایسی نہیں ہے کہ غم و یاس نہیں ہے
دے جان حزین۔ شمع پہ گر کر نہ پتنگے — شعلہ ہے۔ محبت کا اسکے پاس نہیں ہے
مرتا ہوں میں۔ آسان مری مشکل ہو الٰہی — بالیں پہ دم نزع کوئی پاس نہیں ہے
دم توڑتا ہوں زن و فرزند کے غم میں — آگے کبھی یارب کوئی اب آس نہیں ہے

بندہ ہوں گنہگار ترا مجھپہ کرم کر
حال دل محزون پہ توجہ کوئی دم کر

ہوں آہ بہت دل سے میں ناکام جوانی
گردش زدہ کلفت ایام جوانی

سونے دے مجھے اٹھو کہ پیری کی سحر ہے
بیگانہ ہوا ہوں لذت آلام شام جوانی

دو دن کی ہے یہاں یہ عیش پہ مغرور
چھوڑ دے بھی خیال ہوس خام جوانی

میں بھی کبھی یک رند خرابات نشین تھا
تھا میں بھی کبھی جرعہ کش جام جوانی

ہاں بادہ کشو! ہاتھ نہ ساغر کو لگانا
ہے خون جگر بادۂ گلفام جوانی

جمگھٹ میں شب و روز پری رویوں کی خوش خوش
ہوتے تھے بسر عیش سے ایام جوانی

کوچے میں حسینوں کے رہا آہ میں برسوں
دیوانہ و شوریدہ و بدنام جوانی

سایہ جو ڈھلا شام جوانی کا یکایک
جاتی رہی وہ صحبت اصنام جوانی

اس دل کو حسینوں کی ادا راس نہ آئی
کافر کو محبت کی ادا راس نہ آئی

گردوں نے دیے داغ بہت آہ جگر پر
یاران سفر مجھ سے چھٹے راہ میں اکثر

فریاد سنی قافلہ والوں نے نہ میری
چلا یا کیا سر پہ بہت خاک اڑا کر

وہ منزل ہستی میں مجھے دے گئے دھوکا
تھی میری جدائی نہ گوارا جنہیں دم بھر

یاران عدم ہو گئے کچھ مجھ سے ایسا
بھیجا کبھی دو حرف کا پرزہ بھی نہ لکھکر

دل سے خلش صدمۂ احباب نہ پوچھو
رہ رہ کے ہے پہلو میں چبھوتا کوئی نشتر

بیٹھے ہوئے ہیں بچھڑے ہوئے یاران عدم سے
لیکن ہے وہی چوٹ جدائی کی جگر پر

ہیں مرقد احباب پہ او باد سحر دم
پھولوں کی چڑھا آتا ہوں اب بھی چادر

جینا ہی تو رہا وعدۂ محشر پہ جیئے کون
اے اجل آئے کاش کہ وعدہ ہو برابر

تنہا کوئی دنیا میں جیا بھی تو جیا کیا

طے جادۂ ہستی کو کیا بھی تو کیا کیا

دل ہی نہیں وابستگی دہر کہاں کی — تنہا کوئی کیا خاک کرے سیر جہاں کی
کر ناصح مشفق! نہ تسلی کی یہ باتیں — سوجھی ہے تجھے رام کہانی یہ کہاں کی
ٹھہرے رہو ٹھہرے! او قافلہ والو — ہاں! تمکو قسم اس دل بیتاب و تواں کی
جب منزل ہستی سے گئے ایسے مسافر — آئی کبھی آواز جرس سے نہ فغاں کی
چٹکی غم احباب نے لی ایسی الٰہی! — دھڑکن نہ گئی آہ! مرے قلب تپاں کی
جی بھر گیا دنیا سے ہوس اب نہیں باقی — میں کر بھی چکا سیر جہان گذراں کی
لے جان، کہ او موت کے بیدرد فرشتے — آخر کوئی حد بھی ہے مرے درد نہاں کی
ہیں پہلوئے احباب میں ہوں دفن پس مرگ — حسرت ہے الٰہی یہ دل سوختہ جاں کی

ملنے کی مجھے آہ! تمنا ہے کسی سے
کچھ مجھکو گلہ ہے نہ مجھے شکوہ ہے کسی سے

رُوحی انی

اے زمیں کیلوہ ہائے روکش عرش بریں — خاک میں پنہاں ہے تیرے کون یہ ماہ مبیں
ابر رحمت کا ہے سایہ کسکی چھتری پر فلک — اُف یہ کسکی خوابگاہ ناز ہے زیر زمیں
عطر افشاں کسکی چوٹی کے ہے پہلو سے شمام — بھینی بھینی کیوں ہے ہوا میں بوئے زلف عنبریں
کس ستی کی یہ زیارت گاہ ہے او آسماں! — اُٹھ رہے ہیں جس سے ابتک شعلۂ غم آتشیں
مرحبا اے شمع عصمت خانۂ ناموس حسن — آفریں اے نفتہ سوز وفا اے صد آفریں
پاکدامنی کی ہے تو وہ مقدس یادگار — تیری روح پاک کو وصل علی اے نازنیں

تیرے دامن تک نہ پہونچا دست فتنہ انگیز شوق — تیرے سر سے اٹھا پردہ نہ اے پردہ نشین
ایسی ضد تھی کیا جھکاتا ہائے اُف رے خودداری تری — مر گئی لیکن نہ اے ماہ آخر تری یہ حسین جبین

تو وہ ستوتی تھی اے پروردہ دامان عشق
جسکا ٹوٹا شیشۂ ہستی تیرا پیمان حسن

ننگ و ناموس وفا کی او مبارک یادگار — لاکھ جانین پاک دیوی تیری عصمت پر نثار
اے قتیل عشق اے جاں دادۂ سوز وفا — تیری خاکستر میں اب تک آہ باقی ہیں شرار
ہیں تیرے تقدیس کے اب تک زبان پر زمزمے — حوریں اب تک آکے کرتی ہیں ترا طوف مزار
آہ اے سچی ستی اے زندۂ جاوید عشق — تیری شہرت کے نشان میں آج تک یادگار
آتی ہے اب تک زیارت کو تیرے خلق خدا — جمع ہوتے ہیں پرستش کو ترے اہل دیار
لالہ و گل میں شگفتہ اب بھی چہرے ہیں ترے — تیرے پھولوں میں ہے اب بھی آہ اک جوش بہار
اب بھی تیری خاک پر اے عصمت رنگین ادا — بیٹھی بیٹھی پڑتی ہے ابر رحمت کی پھوار
تو لئے جاتی تو ہے پر ہے ماہ نازک مزاج — بار خاطر ہو نہ دیا رسیاں پھولوں کی ہار

منہ چھپا کر نازنین پھولوں کی چادر میں ابھی
سو گئی ہے روٹھ کر آغوش شوہر میں ابھی

بلبل اور میں

چیخ کر قفس میں فریاد کرنیوالے — او ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں تو نکو بھرنے والے
او حسرت چمن میں جی سے گذرنے والے — او عندلیب شیدا پھولوں پہ مرنے والے

حسرت نصیب ہے تو میں بھی ہوں دردآشنا ہوں

پنجرے میں قید تو - میں زندان میں مبتلا ہوں

نالے فراق گل میں تری زبان پر ہیں — صدمے مفارقت کے ننھی سی جان پر ہیں

تو ہے اسیر طفلی اور دھان پان پر ہیں — زندان میں جفائیں مجھ ناتوان پر ہیں

پابند قید غم ہیں اک سلسلے میں دونون

فریاد ہیں جرس کی اک تانغمے ہیں دونون

بتلا میں غم کا ہون تو تصویر ہے محن کی — ارمان مجھے وطن کا حسرت تجھے چمن کی

حسرت بھری صدا ہے مجھ زار و خستہ تن کی — ہے غم فزا ہے تری فریاد جان شکن کی

قید جفا میں تو، میں زندان میں پریشان ہون

تو نالہ گوش ہے میں منت کش فغان ہون

پنجرے میں آہ! تو تو سرگرم نوحہ خوانی — تجھ پر تھے شہر میں منہ سے اُف! اب تجھے نغمہ خوانی

زندان میں تلخ میری ہے آہ زندگانی — زنجیر کی صدا ہے اور غم کی ہے کہانی

بچھڑا ہے آہ! تو بھی مرغان نغمہ خوان سے

اور میں بچھڑ گیا ہون یاران خوش بیان سے

محو خیال تو میں کوہ و بوستان ہون — فرصت نصیب تو ہے یاد خانمان ہون

تو مرغ خستہ جان ہے میں زار و ناتوان ہون — تو آہ بستہ پر ہے میں مشت استخوان ہون

بیچین کر رہی ہے خواہش تجھے چمن کی

اور خون رلا رہی ہے حسرت مجھے وطن کی

کب تک نہ بان پر شکوے صیاد و آسمان کے — کب تک جگر پہ چرکے تیغ غم نہان کے

پتلے دل و جگر ہیں پہلو میں سوز جان کے — شعلے بھڑک رہے ہیں آہ شرر فشان کے

دونوں کو پھونکدے اور امیدِ شرارِ ہستی
قیدِ جفا میں آخر کب تک فشارِ ہستی

زندان میں آ بنی ہے دونوں کی جاں بجاں پہ — خستہ ہیں پاؤں میرے اور تیرے ناتواں بھی
فریاد شامِ غم میں دونوں کی ہے زباں پر — پھینکیں کمند نالہ آہوں کے آسماں پر

زندانیوں پہ شاید کچھ لطف کی نظر ہو
جلاد کو خبر ہو صیاد پر اثر ہو

حبِ وطن کے نغمے گاؤں میں پھر وطن میں — چھیڑوں نئے ترانے یاروں کی انجمن میں
اک عمر آہ گزری قیدِ غم و محن میں — آزاد ہیں وطن میں تو شاد ہو چمن میں

محوِ نثارِ گل ہو تو شاخِ آشیاں پر
ہوں الفتِ وطن کے نغمے مری زباں پر

ایک جلا وطن محبِ قوم کا گیت

نہ ہم نفس ہے نہ ہے کوئی غمگسارِ وطن — وطن کی یاد ہے غربت میں یادگارِ وطن
وطن سے آہ میں نکلا جلا وطن ہو کر — ہزار حیف کہ مجھ سے چھٹا دیارِ وطن
رلا رہی ہے تمنا کو خزانِ یادِ وطن — غریب کب سے ہے غربت میں سوگوارِ وطن
مزارِ حسرتِ مردہ سے آ رہی ہے صدا — کہ زیرِ خاک ہوں اب بھی میں جاں نثارِ وطن
وطن سے لے کے صبا کچھ پیام آتی ہے — کہا رہی ہے اڑائے ہوئے غبارِ وطن
خبر تو وحشتِ دل بڑھ گئی کہ ہوا لانا — کہ میرے بعد ہوا آہ کیا فشارِ وطن
زمیں پہ گر نہ پڑوں میں غریب غش کھا کر — سنبھال اٹھ کے مجھے دردِ انتظارِ وطن

وہ جان نثار وطن میں غریب ہوں افسوس
کہ میرے غم میں شکستہ ہے جان نثار وطن

وہ اودی اودی گھٹائیں وہ جوش لالہ و گل
ہزار حیف وہ رعنائی بہار وطن

کہاں وہ صحبت مرغان خوشنوا ہے ہے!
کہاں وہ کنج کہاں اب وہ سبزہ زار وطن

جگر کے داغ جو ہوتے تھے وادیوں میں کبھی
وہ دلفریب کہاں آہ آبشار وطن

قفس میں پھول نہ صیاد رکھ تسلی کو
عزیز ان سے ہیں آنکھوں کو میری خار وطن

اسیر دام ہوا میں فلک زدہ کس وقت
شروع موسم گل جو تھی جوشش بہار وطن

ہوں جاں نثار تیرا ہو نہ بدگمان صیاد
کرم کرم کہ ہوں غربت میں بیقرار وطن

حسرت اے صحبت مرغان چمن زاد وطن
رخصت اے جوش بہار گل و شمشاد وطن

درد غربت کی بھی آخر کوئی حد ہے کہ نہیں
ہو نہ سرگرم تپش او دل ناشاد وطن

لے ہی جائیگا کبھی جذبۂ یاران وطن
پھر دکھائیگا زمانہ ہمیں بنیاد وطن

شوق دیدار میں روزن سے لگی ہیں آنکھیں
کان زندان میں ہیں حسرت کش فریاد وطن

دل یہ کہتا ہے گلا گھونٹ کے مرجاؤنگا
یونہیں غربت میں جو جاتی رہی یاد وطن

ہم ستائے ہوئے ہیں گردش ایام کے آہ
ہمکو یاروں سے نہیں شکوۂ بیداد وطن

ساتھ تو نے بھی نہ ہم کشتۂ غربت کا دیا
ہائے اے قافلۂ نکہت برباد وطن

سرگذشت دل آوارہ کہیں کیا تجھسے
ہم غریبوں سے صبا پوچھ نہ افتاد وطن

لکھکے یاروں نے نہ دو حرف کا پرزہ بھیجا
اے صبا تو ہی سنا کچھ ہمیں روداد وطن

ساحل ہند کی جانب جو گذر ہو تیرا
ان سے کہنا یہ پیام دل ناشاد وطن

گیت گاتے تھے کبھی صحن وطن میں ہم بھی
وہ بھی دن تھے کہ چمن میں تھے ہم آزاد وطن

ہم اسیری کے سزاوار نہ تھے او صیاد
تیرے دشمن تھے نہ ہم آرۂ شمشاد وطن

رحم کر رحم کر صیاد قفس میں افسوس — پھنستا کب سے ہے اک مرغ چمن زاد وطن

دل ملکے ہم ترانے حب وطن کے گائیں

بلبل ہیں جس چمن کے گیت اُس چمن کے گائیں

یاکشی جی

سجی صورت وہ عجب تھی وہ عجب سجتی پھبن — کہ جب آکاس سے اُترا تھا ترا سنگھاسن

نظر آئی تیری صورت میں عجب حسن کی جوت — تو نے دیوی جہاں اپنے جو دکھائی درشن

اک چکا چوند کا عالم دم نظارہ تھا — گورا گورا تن نازک تھا سراپا کندن

شعلۂ حسن دل افروز بھڑک اٹھتا تھا — رخ روشن پہ جو پڑ جاتی تھی سورج کی کرن

تھی چمک آہ یہ تیرے چاند سے رخسار کی — کسی مندر میں تھے یا تھی کوئی دیا روشن

ترچھی بانکی وہ کمانیں تھیں کڑی دونوں بھویں — لئے پھرتے تھے کبھی بن میں جنہیں رام لچھمن

تیر نگہ بھیجے لئے جاتی دم نظارہ تھی — پیاری پیاری تھی عجب چاندنی سی مکھ کی پھبن

تیرے ماتھے پہ تھا چندن کا لگایا ٹیکہ — اپسراؤں نے کیا تھا تیرے رخ پہ اُبٹن

اور کنول کے تجھے پھولوں کا پنھا کر زیور — اُف ری! مشاطہ گری تجھ کو بنایا تھا دلہن

ناز تھا شاہد رعنائے ازل کو جن پر — تیرے حصے میں وہ جلوے تھے آئے ان گن

رخ تاباں پہ برستا تھا تیرے نور ازل — جیسے ساون کی جھڑی اور کبھی بھادوں کی جھڑن

بھولی بھولی سی وہ صورت وہ ادائیں پیاری — نیچی نیچی وہ نگاہیں اور وہ انوکھی چتون

کوکلا سی وہ تیری ہائے سریلی آواز — میٹھے میٹھے تیری ڈوبے ہوئے امرت میں بچن

گوری گوری تھی جبین برج کی سندر کوئی نار — زلف تھی یا کوئی متھرا کی گھٹا شام برن

خوشنما کانوں میں کنڈل تجھے تو ہاتھوں میں کنگن — اوڑھنی ہلکی سی ریشم کی تھی اک زیب بدن
تو اس انداز سے جو زمیں پر اُتری — دیکھنے والوں نے جھک جھک کے سے تیرے چرن
مچ گئی دھوم تیرے جلوہ گری کی پھر تو — پھوٹ نکلی تیری شہرت کی زمانہ میں کرن
اہل نظارہ سے تصویر تیرے بول اُٹھی — لکشمی ہوں۔ تمہیں دینے کو میں آئی درشن

آہ اے رونق خلوت کدہ عیش و نشاط — آہ اے شاہد رعنائے ازل کی دلہن
آہ اے عفت و عصمت کی مجسم دیوی — میرا منہ کیا ہے کروں جو تیری مہما برنن
سب سے پہلے ترا بھارت میں ہوا آہ ظہور — سب سے پہلے یہیں اُٹھی تیرے درس کی چلمن
تو وہ مورت تھی کہ اے لعبت زیبا تمثال — سب سے پہلے ترا بھارت میں ہوا تھا پوجن
سب سے پہلے تھی جو رشیوں کی زمیں پر چمکی — وہ تیرے حسن کی ضو تھی تیرے جلوہ کی کرن
جس میں امید کا چہرہ نظر آیا ہم کو — تیرے ہی حسن دلفروز کا تھا وہ درپن
کھڑکیاں تیرے شوالے کی تھیں آنکھیں اپنی — ان جھروکوں سے کیا کرتے تھے تیرے درشن
جاتری آتے تھے دیوی تیرے جھانکنے کیلئے — دھوم متھرا سے جو تھی حسن کی تا بندرابن
جوت اس روپ سے تیری نظر آئی ہم کو — ہم یہ سمجھے ہوئے پھر وار ہیں ہر کے درشن
گھی کے پریاگ میں جلتے تھے ادھر آرہ چراغ — کاشی والے تھے ادھر تیری عبادت میں مگن
بھجن سناتے تھے غرض سب تری ہدایت پاکے — کہیں پوجا تھی تری اور کہیں ترا پوجن
یاد ہی اکشت تھا چڑھانا کوئی دیوی تجھکو — اور گنگا آ کوئی لاتے یہ تھا کس کو جتن
پیاری پیاری کہیں دلکش تھی شب سنکھ کی آہ — کہیں گھڑیال کے گھنٹے کی صدا تھی ٹن ٹن
دھوپ اور دیپ کی خوشبو تھی کہیں مست کئے — اور کسی ستھے میں تھیں کافور کی شمعیں روشن

الغرض ایک چراغان کا تھا عالم ہر سو — روز و شب نور برستا تھا زمین پر چھن چھن
آہ! سونے کی تھی لنکا کبھی بھارت کی زمین — بھاگوان! ایسے عجب کچھ ترے دیوی تھے چرن
سونے چاندی کے شگفتہ تھے ہر اک نخل میں پھول — آب زر سے تیری رحمت نے تھا سینچا یہ چمن
وہی مٹی ہے یہ پارس کا اثر تھا جس میں — وہی ذرے ہیں چمکتے تھے جو بنکر کندن
شان اگلی سی مگر آہ! کہاں اب ان میں — نہ وہ ضو ہے نہ تجلی نہ وہ تابش نہ پھبن
تیل بھی اب نہیں بھارت کے چراغوں کو نصیب — ہائے وہ دن! کہ دیا گھی کے تھے گھر گھر روشن
تیرے مندر میں نہ تیجی نہ دیا ہے افسوس — آہ! دیوی! ترا سونا ہے پڑا اسنگھاسن
نظر آتی نہیں اب ہم کو تجلی تیری — لگ گیا چاند سے رخ کو تیرے کیا آہ! گہن
نہیں ملتے کہیں ہمکو تیری قدموں کے نشان — جستجو میں تیری برسوں سے ہیں پھرتے بن بن
کنج گلیوں میں بھی متھرا کی نہ پایا تجھکو — نظر آئے کہیں گوکل میں نہ تیرے درشن
جذبہ شوق ترا ہم کو لئے پھرتا ہے — کبھی کاشی کبھی پریاگ۔ کبھی بندرابن
نہیں ہٹتی تیرے اب دل سے نگاہیں افسوس — دیکھتے دیکھتے ہی پھر گئی تیری چتون
ہم وہ مشتاق زیارت ہیں کہ جوگی بنکر — رہگزر میں ہیں جمائے ہوئے بیٹھے آسن
ایک بار اور دکھا جا ہمیں درشن اپنے — آ رہیں آہ! ہے دیوی! تیری سب تن من دھن
گرچہ برسوں سے نہیں جلوہ فزائی تیری — اب بھی دھندلا سا دیا ہے تیری شبہ میں روشن
اب بھی دیوالی کو جلتے ہیں تیرے آہ! چراغ — اب بھی بھارت میں ہے دیوی تیری پوجا کا چلن
اب بھی مندر میں تری گھستے ہیں ماتھا اپنا — تیری تقدیس کی ہم جپتے ہیں اب بھی سمرن
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہر سو تجھے بھارت باسی — کبھی پورب کبھی پچھم۔ کبھی اتر دکھن
تیری مندر کے پجاری ہیں دیا کر ان پر — کہ یہ بیراگ لئے پھرتے ہیں تیری کارن

تیری چرنوں پہ ہیں یہ سیس نوانے والے تک رہی راہیں تیری ۔ انہیں آ تا درشن
خوش نصیب آہ! ہے وہ قوم جہاں ضو ہے تیری بھاگ اس دیس کے جس دیس میں ہیں تیری چرن

شمع انجمن

اے شمع اے حدیث سوز غم نہانی بھاتی ہے دل کو تیری حسرت بھری کہانی
تیری طرح ہوں میں بھی سرگرم نوحہ خوانی میری نصیب میں بھی ہے سوز جاودانی
پروانگی تجھے دی قدرت نے سوز جان کی
سینہ میں آگ رکھدی میرے غم نہان کی

راتوں کو جسطرح تو جلتی ہے انجمن میں جلتا ہوں میں بھی یوں ہی سوز غم وطن میں
لپٹے ہوئے ہیں شعلے دونوں کے پیرہن میں آتش بجان ہیں دونو اس محفل کہن میں
یعنی گداز الفت دونوں کے ہیں دلوں میں
دونوں کی روشنی ہے دنیا کی محفلوں میں

آہوں کا جیسے اٹھتا دل سے ترے دھواں ہے یونہی جلی بھنی اک لب پر مرے فغان ہے
محفل میں چپکے چپکے تو جیسے خونفشاں ہے آنکھوں سے میری یونہیں اک جوئے خوں رواں ہے
تجھ سے نہیں ہیں میری لیل و نہار آنسو
روتی ہے چار آنسو تو ۔ میں ہزار آنسو

تو نے رہی سنبھالا رو رو کے ہر سحر کو اس غمکدہ سے میں بھی سرگرم ہوں سفر کو
گلگیر سے ہے کاوش محفل میں تیری سر کو شہ رگ سے لاگ میری ہے نوک نشتر کو
تو سوز آشنا ہے ۔ ایذا پسند ہوں میں

تو آگ کی ہے پتلی۔ وہ شعلہ ہوں میں

تو جل کے جیسے اپنی ہستی مٹا رہی ہے — سوز فنا کی دل پہ بجلی گرا رہی ہے
میرے جگر کو حسرت یونہیں بجھا رہی ہے — گرد تپش ہوا ہوں میں اور تو تھرا رہی ہے

شعلے نکل رہے ہیں میرے دل و جگر سے
اور اٹھ رہا دھواں ہی آہوں کا تیرے سر سے

سینے میں آہ تیرے سوز غم و محن ہے — داغوں کا اک شگفتہ دامن میں میرے چمن ہے
پروانوں کا تجھے غم اے شمع انجمن ہے — قسمت میں آہ میرے دلسوزی وطن ہے

جلتا ہوں سوز غم سے۔ میں وہ فنا طلب ہوں
ہوں آگ پر لپکتا۔ وہ کباب مضطرب ہوں

جب بے نشان مکین تھے کاشانہ وطن میں — پروانے انجمن میں۔ بلبل نہ تھے چمن میں
شمس و قمر نہ تھے جب دنیا کی انجمن میں — شعلے تھے دو فروزاں اس محفل کہن میں

حصے میں تیرے اک۔ اک قسمت میں میری آیا
اک تیری بزم میں۔ اک خلوت میں میری آیا

اک کھیل امتحان تھا سوز غم فنا کا — دونوں کو رفتہ رفتہ برق ازل نے تاکا
درماں نہ پا کے آخر اس درد لا دوا کا — دی تجھکو آگ غم کی۔ شعلہ مجھے وفا کا

تصویریں کھینچتا ہیں دو سوز غم و محن کی
اک سوز انجمن کی۔ اک سوزش وطن کی

—— ∴ ——

رخصتِ شباب

حسرت! اے عنفوانِ برنائی
رخصت! اے کاروانِ رعنائی

اب وہ سودائے خط و خال کہاں
نہ وہ ہم ہیں نہ وہ خود آرائی

گُل رخسار یوں ہیں پژمردہ
جیسے کلیاں چمن میں مرجھائی

نہ وہ لہجہ رہا نہ طرزِ مقال
نہ تکلم نہ ہے وہ گویا سے

نہ رہی وہ لبوں میں اگلی سی
شکر افشانی و شکر خائی

نہ رہا ان کا سلسلہ ہے ہے
ہم تھے جن گیسوؤں کے سودائی

ہو رہے ہیں سفید موئے سیاہ
صبحِ پیری ہے شامِ برنائی

مٹ گئی اُف! وہ چاند سی صورت
جس پہ تھا ہم کو نازِ یکتائی

سلکِ دنداں کا جب خیال آیا
لب پہ روتی ہوئی ہنسی آئی

قطرۂ سیلِ عمرِ رفتہ میں
بہ گیا تختۂ شکیبائی

رحم اے موجِ رعشۂ پیری
اپنی کشتی بھنور میں چکرائی

مدد اے آنسوؤں کی طغیانی
آگ سوزِ دروں نے بھڑکائی

دل کے داغوں کو مرہمِ کافور
صبحِ پیری! نہ لیکے تو آئی

تجھکو او آسمانِ کج رفتار
نہ ہماری روش پسند آئی

ہم بہت سر اُٹھا کے چلتے تھے
تو نے آخر زمیں دِکھلائی

نہ رہا آہ! وہ حدیقۂ عیش
جس میں تھے محوِ نغمہ آرائی

کھِل کے مرجھا گئے وہ پھول افسوس
روح افزا تھی جن کی رعنائی

اب ہے اُجڑی پڑی وہ بزم نشاط جس سے لطف صحبت آرائی
اب وہ جلسے کہاں ہیں یارو کہیے ہم ہیں اور یا کنج تنہائی
وہ شب ماہ و بزم رقص و سرود مطرب دار غون و شہنائی
سبزہ و باغ و ساقی و معشوق شیشہ و جام و بادہ پیمائی
گرمیوں کی وہ چاندنی راتیں نیلا نیلا وہ چرخ مینائی
وہ امنگوں کے سن جوانی کا کچھ تڑپ دل میں کچھ شکیبائی
شب کو باغوں میں غنچۂ احباب سرو شمشاد کی صف آرائی
آہ! وہ ننھی ننھی کلیوں میں کیسی کم سن حسین کی رعنائی
پتے پتے میں حسن کا عالم بوٹے بوٹے میں شان برنائی
پانی کی ہلکی ہلکی موجوں میں دل کا انداز ناشکیبائی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں لب جان بخش کی مسیحائی
نہ رہے وہ شباب کے جلسے حسرت اے ذوق محفل آرائی
روئیں کس کس کو کس کو یاد کریں اُف وہ ہنگامۂ خود آرائی
تلوے گھائل ہیں پنڈلیاں کمزور نہ رہی تاب گام فرسائی
ضعف پیری نے ہے بنا رکھا گھر میں پابند قید تنہائی
ہائے وہ دن بھی تھے قیامت کے چال میں جب تھی محشر آرائی
ہم کو اے تازہ واردان شباب کیا دکھاتے ہو شان برنائی
اس مرقع میں صورت تصویر ہم بھی تھے نقش نازیکتائی
لب میں اعجاز آنکھ میں جادو قد میں شوخی تھی۔ خد میں رعنائی

چوڑا سینہ بھرے بھرے بازو — اے دریغا وہ شان برنائی
کبھی ہم بھی جوان رعنا تھے — یوں نہ چہرے پہ تھی خزاں چھائی
دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار — گرم تھی محفل خود آرائی
ہم نئے تھے، نئی ہماری وضع — نئی سج دہج۔ نئی تھی رعنائی
دن کو یاروں کے رہتے تھے جلسے — شب کو پریوں سے صحبت آرائی
بن کے یوسف جو جاتے تھے بازار — جمع ہو جاتے تھے تماشائی
سر پہ کج تھی کلاہ عجب و غرور — زیب بر تھی قبائے رعنائی
کبھی مہندی لگائی ہاتھوں میں — کی کبھی رخنہ غازہ آرائی
زعفرانی کبھی قبا بدلی — کبھی دستار سرخ رنگوائی
جوہی کے بھینے بھینے ہاروں سے — تھا معطر مشام رعنائی
دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ — پہروں رہتے تھے ہم تماشائی
لیکن اگلی سی اب کہاں باتیں — نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
روٹھ کر ہم سے چل دیا جو شباب — اُف! یہ کس کی ادا تجھے بھائی
تجھ سے صبر و قرار تھا دل کو — تجھ سے تھی روح کو شکیبائی

حیف! تیری نہ قدر کی ہم نے
کھو کے آئی سمجھ تو کیا آئی



داغ

اے نظم! تیرا عشوۂ دلجو کدھر گیا | سر چڑھ کے بولتا تھا وہ جادو کدھر گیا
شانہ وہ کیا ہوا خمِ گیسو کدھر گیا | چوٹی کا پھول داغِ سخن گو کدھر گیا

کلیاں کدھر گئیں تیری دامانِ ناز کی
بوٹی بنی کیا ہوئی زلفِ دراز کی

اے حسن تیرا نغمۂ اعجاز کیا ہوا | اے عشق! تیرا سوز فزا ساز کیا ہوا
وہ طوطیِ جنان کا ہم آواز کیا ہوا | وہ عندلیب زمزمہ پرواز کیا ہوا

وہ چہچہیں۔ وہ انجمن آرائیاں کہاں
وہ آہ! داغ کی چمن آرائیاں کہاں

چبھتے ہوئے جگر میں وہ خنجر کدھر گئے | تھے پُر خلش فروش وہ نشتر کدھر گئے
برجِ سخن کے وہ مہ و اختر کدھر گئے | وہ ہونٹ تھے جو برگِ گلِ تر کدھر گئے

محوِ سکوت ہیں لبِ رنگیں نوائے داغ
پھولوں میں اب ہے داغ کے بوئے قبائے داغ

سانچے میں وہ ڈھلی ہوئی تقریر کیا ہوئی | جذباتِ حسن و عشق کی تصویر کیا ہوئی
وحشت فزا جنوں کی وہ تاثیر کیا ہوئی | طوقِ گلو کدھر گیا زنجیر کیا ہوئی

زلفِ سخن کا آہ! وہ دیوانہ کیا ہوا
پریاں کدھر گئیں وہ پری خانہ کیا ہوا

سو نیاز میں ہیں کس سے اوجِ کمال کو | چھوڑا ہے اس نے لوگ دشت میں پیرِ غزال کو

ٹکرا کے کس نے شیشۂ بزم خیال کو　　توڑا طلسم عشوہ و غنج و دلال کو

پریوں کا آشیانہ وہ عشرت کدہ بگڑ گیا

بند قبا کیا ہوئے گھونگٹ کدھر گیا

کس کے ساتھ رونق باغ سخن گئی　　سنبل کے پیچ تازگی یاسمن گئی

کلیوں کی شان پھولوں کی دلکش پھبن گئی　　رعنائی عروس بہار چمن گئی

یہ ایشیا کا آہ چمن زار کیا ہوا

پھولوں کا پھول داغ وفادار کیا ہوا

کملا گئے حدیقۂ بزم سخن کے پھول　　کچھ رہ گئے جھڑے ہوئے باقی دکن کے پھول

مرقد پہ آہ داغ غریب الوطن کے پھول　　لیچل صبا چڑھا کے کو دو یاسمن کے پھول

گلگون کفن ہے جلوۂ صبح بہار داغ

چلکر کریں دکن میں طواف مزار داغ

ہاں اے فروغ داغ جبین نیاز عشق　　تیرے بغیر کون اُٹھائیگا ناز عشق

کس بزم میں ہے تو سر جلوہ طراز عشق　　لالہ میں کیا ہے داغ غم جانگداز عشق

کس حور عین کی بزم میں ہے گل فروش داغ

تو خلد میں ہے اور تیرے پھولوں پہ جوش داغ

مضمون حسن و عشق کے اے ترجمان چہک　　بزم سخن میں داغ فصیح البیان چہک

اے ہم صفیر طوطیِ خلد آشیان چہک　　مطلع پہ اپنا بلبل ہندوستان چہک

کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا

وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا

زلفِ عروسِ بندشِ مضمون کدھر گئی ۔ نیچر کی شوخی قدِ موزون کدھر گئی
وہ موجِ جنبشِ لبِ گلگون کدھر گئی ۔ سیلِ سرشک دیدۂ پرخون کدھر گئی

ڈوبے ہوئے لہو میں وہ پیکان کدھر گئے
وہ زخم کیا ہوئے وہ نمکدان کدھر گئے

اے عمرِ رفتہ تو ہی بتا کچھ نشانِ داغ ۔ کس راہ سے عدم کو گیا کاروانِ داغ
نرگس میں بوئے داغ نہ لالہ میں رنگِ داغ ۔ ہے ہے کدھر گیا چمنِ بے خزانِ داغ

وہ پھول کیا ہوئے وہ چمن زار کیا ہوا
کلیاں کدھر گئیں۔ وہ چمن زار کیا ہوا

وہ سروِ ناز رونقِ بستان کدھر گیا ۔ وہ تختہ بندِ سنبل و ریحان کدھر گیا
ویران چمن ہے مرغِ غزل خوان کدھر گیا ۔ خاموش بزم ہے وہ سخندان کدھر گیا

وہ شوخیٔ ادائے تکلم کہان گئی
جو نطق کی پری تھی۔ کدھر وہ زبان گئی

وہ ایشیا کا مرغِ چمن زاد کیا ہوا ۔ وہ عندلیبِ گلشنِ ایجاد کیا ہوا
وہ درس گاہِ عشق کا اوستاد کیا ہوا ۔ کہتے تھے جسکو داغ وہ ناشاد کیا ہوا

پہلو میں اب وہ درد ہے جو پہلے داغ تھا
اب ہے جگر کا داغ جو گھر کا چراغ تھا

او یادگارِ ذوقِ معانی طرازِ نظم ۔ کرسی نشین کہان ہے تو او نقش نازِ نظم
اٹھتے ہی تیرے ہوگیا خاموش سازِ نظم ۔ اک تیرے دم سے داغ تھا سوز و گدازِ نظم

محفل میں اک چراغ کہن تھا سو بجھ گیا

پہلو میں ایک داغ کہن تھا سو بجھ گیا

اُردو کے باغ میں گل رنگین ادا تھا ایک
سارے چمن میں بلبل رنگین نوا تھا ایک
داغوں میں داغ عشق کا لذت فزا تھا ایک
تاج سخنوری میں دُر بے بہا تھا ایک

بن کر وہ چشم دہر سے آنسو ٹپک گیا
اے دل ٹپک کہ داغ وفا خو ٹپک گیا

کس کی لحد پہ آہ چراغ سحر ہے تو
پھولوں میں کس غریب کے داغ جگر ہے تو
وہ چرخ کس زمین پہ ہی جس کا قمر ہے تو
برج سخن کے او مہ کامل کدہر ہے تو

خالی کا چاند ہے ترے غم میں ہلال عید
ماتم نشین ہے لیلی شام وصال عید

او نقش بند پیکر حسن مقام نظم
او غازہ ریز شاہد رنگین جمال نظم
او بلبل حدیقہ سحر حلال نظم
او ماہتاب اوج سپہر کمال نظم

کس برج میں ہی تو تیری منزل کدہر ہے آہ
جس دل میں داغ عشق ہے وہ ولی کدہر ہے آہ!

لالہ میں ہے کہ ہے مہ کامل میں داغ تو
ہی کس کی بزم ناز کا آخر چراغ تو
چھلکائے سخن کے نہ بھر کر ایاغ تو
او آسمان بہت نہ دکھا سبز باغ تو

اے صرصر زمانہ نہ داغوں پہ داغ دے
جو بجھ گئے وہ بزم سخن کے چراغ دے

داغ و امیر کے لب اظہار بھیجدے
نطق فصیح و شوخی گفتار بھیجدے
آج سخن کے گوہر شہوار بھیجدے
منگواتی ہے نظام کی سرکار بھیجدے

ان موتیوں کو خاکِ دکن کیا کرے گی تو
کس پر نثار یہ دُرِ یکتا کرے گی تو

سوتے ہیں ایک برج میں زیرِ مزار حیف
دو مہر و ماہ اوجِ سخن کے ہزار حیف
وہ خاک میں نہاں ہیں دُرِ آبدار حیف
گلگوں کفن ہیں وہ گلِ رنگیں بہار حیف
دہلی کا ایک پھول ہے اک گلشنی کا پھول
نالہ کا ایک پھول ہے اک نازبو کا پھول

بچپن

تیرے ہی باغ کا ہوں میں جو غنچہ اے بچپن
باقی ہے تیری مئی کا اب تک خمار بچپن
تیرے فراق میں ہوں میں بے قرار بچپن
کر لوں گلے لگا کر آ تجھ کو پیار بچپن
کیوں مجھ سے روٹھ بیٹھا تیرے نثار بچپن

پھر خاک کا گھروندا آنگن میں میں بناؤں
چھوٹی سی اپنی کشتی پانی میں پھر بہاؤں
طفلی کے پیارے پیارے معصوم گیت گاؤں
پھر بانسری بجاؤں پھر جھنجھنا بجاؤں
وہ دن پھرا دے جوانی دے کے ادھار بچپن

وہ عہدِ بے خودی بھی پروردگار کیا تھا
حسرت کی جب نظر سے ہر شے کو دیکھتا تھا
ہر چیز کا نظارہ تھا آرزو فزا تھا
قوس و قزح کے پیچھے میں دن کو دوڑتا تھا
ہر دم تھا شب کو میں اشکبار بچپن

تو اے زمانۂ طفلی جا کر کہاں ہے مکیں
اور میرے ساتھ کھیلیں میرے رفیق کمسن
تیرا خیال پھر بھی تسکیں فزا ہے لیکن
گلیوں میں دوڑتا تھا کس لطف کے تھے دن

گھوڑے پہ اپنے چڑھکر جب میں سوار بچپن

تو نے کئے جوانی! طفلی کے کیا کھلونے وہ میرے ننھے ننھے تسکین فزا کھلونے
ہیں جن سے کھیلتا تھا وہ دلربا کھلونے لا دے کہیں سے مجھکو وہ خوشنما کھلونے

ان پیاری مورتوں کو ہوں بیقرار بچپن

پیارا تھا باپ کا میں اور ماں کا لاڈلا تھا گھر بھر میں پھول گویا میں اک گلاب کا تھا
صورت بھی دلربا تھی چہرہ بھی خوشنما تھا وہ ننھے ننھے تلوے وہ ابھرا ابھرا ماتھا

بھولے نہیں وہ تیرے نقش و نگار بچپن

منت کی وہ گلے میں چھوٹی سی آہ ہیکل کانوں میں ہلکے ہلکے وہ موتیوں کے کنڈل
وہ لمبے لمبے گیسو لٹکے ہوئے مسلسل وہ سرخ سرخ غازہ بہتا ہوا وہ کاجل

وہ ہائے تیرا جوبن اور سنگھار بچپن

پھولوں کا وہ مہکنا کلیوں کا وہ چٹکنا سبزہ کا وہ لہکنا شاخوں کا وہ لچکنا
چڑیوں کا وہ پھدکنا قمری کا وہ چہکنا وہ رعد کا کڑکنا بجلی کا وہ چمکنا

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑیاں اور وہ بہار بچپن

کیچڑ میں وہ پھسل کر گلیوں میں لوٹ جانا اور میرے ہمسنوں کا وہ قہقہے لگانا
شانہ پکڑ کے میرا آہستہ پھر اٹھانا نت پیت وہ گھر کو آنا وہ ماں کا مسکرانا

کرتہ نیا بدل کر کرنا وہ پیار بچپن

آ عمر رفتہ آکر مجھکو گلے لگا لے آ اے شباب وہ میری طفلی کے ناز اٹھا لے
عمر رواں نے تجھکو کس کے کیا حوالے پایا نشان نہ تیرا او چھپ کے جانے والے

کھویا گیا کہاں تو تیرے نثار بچپن

کوئل کی آہ! کو کو وقت سحر وہی ہے — نالوں میں بلبلوں کے اب بھی اثر وہی ہے
تیرا بھی او پپیہا! سوزِ جگر وہی ہے — سورج وہی ہے دن کو شب کو قمر وہی ہے

تری مگر کہاں وہ کھیل وہ بہار بچپن

تو نے چرا لیا ہے بچپن مرا جوانی — تیری طرف سے ظالم ہی مجھکو بدگمانی
اک تیرے دم سے طفلی تھا لطفِ زندگانی — میں غمزدہ سناؤں غم کی کسے کہانی

تو بھی نہیں رہا جب او غمگسار بچپن

دو آنسو سے میں سجاتا چھوٹی سی تیری تربت — نالوں کو ساتھ لیکر کرتا طوافِ تربت
مجھ غمزدہ کی لیکن ایسی کہاں تھی قسمت — چلتا جو میرا قابو تو آہ! وقتِ رحلت

پہلو میں میں بناتا تیرا مزار بچپن

تجھکو خبر نہیں ہے میری غمِ نہاں کی — آ! چاشنی چکھاؤں نطق شکر فشاں کی
تکرار یہ بھی کوئی ہے نالہ و فغاں کی — بھاتی نہیں ہے پیارے مجھکو یہ کہانی کی

میں کھو گئے ارادے دن طفلی اور تو پکار بچپن

دایہ کے دوش سے ماں کی آغوش سی جدا ہوں — سڑکوں پہ خاک اڑاتا گلیوں میں لوٹتا ہوں
طفلی کی آرزو تھا! تم سے بچھڑ گیا ہوں — ان پیاری لوریوں کو کب سے ترس رہا ہوں

لے لے شباب دے دے پروردگار بچپن

سیتا جی کی گریہ وزاری

(رامچندر جی کے بن باس کے وقت)

ہمراہ اپنے بن کو مجھے ناتھ لے چلو — دیکھا تمہارے چرنوں کی ہوں ساتھ لے چلو

نازک ہے میرا شیشۂ دل ٹوٹ جائیگا
چھوٹا تمہارا ساتھ تو جی چھوٹ جائیگا

راتیں نہ کٹ سکیں گی اکیلے فراق میں
گھڑیاں وہ جسنے جھیلی ہوں تا جھیلے فراق میں

قسمت نے جب سے باپ کے گھر سے کیا جُدا
سوامی مجھے نہ تم نے نظر سے کیا جُدا

پتلی کی طرح آنکھوں میں شام و سحر رہے
پہلو میں بن کے صبر و شکیب جگر رہے

دکھ آج تک سہا نہ غم انتظار کا
مجھ پر کرم رہا ستم روزگار کا

صدمے تمہارے ہجر کے کیونکر اُٹھاؤنگی
میں مر مٹاؤنگی دکھ جو یہ دم بھر اُٹھاؤنگی

ہمراہ بن کو ناتھ میری روح جائیگی
سایہ کی طرح ساتھ میری روح جائیگی

مجھسے شب فراق میں تڑپا نہ جائے گا
روز سیاہ ہجر کا دیکھا نہ جائے گا

گھر میں جو چھوڑ جاؤ گے سیتا غریب کو
پاؤ گے بن سے آ کے نہ جیتا غریب کو

مانا کہ دشت میں غم و آلام ہیں بہت
بن باسیوں کو دکھ سحر و شام ہیں بہت

ایذا اگرچہ آبلہ پائی کی ہے کڑی
دوزخ سے بڑھ کے آگ جدائی کی ہے کڑی

یہ آگ وہ ہے جو دل مضطر کو پھونک کر
بجھتی ہے آرزو کے بھرے گھر کو پھونک کر

وابستہ آہ! تمسے ہیں سارے جہان کے عیش
رنج فراق دو جو تمہیں۔ تو کہاں کے عیش

تاریک تم بغیر ہے عالم مرے لئے
فردوس بھی ہے آہ! جہنم میرے لئے

میکے میں باپ ماں سے ہی تسکین روح کو
اور اہل خاندان سے ہے تسکین روح کو

سسرال میں ہے ساس سُسر پر مدار عیش
شوہر بغیر آہ! خزاں ہے بہار عیش

کیا مال سیم و زر۔ کہ ہر اک شے ہو گھر میں ہیچ
دنیا کی سیر۔ خلد کا منظر بھی ہیچ ہے

زینت بھی آہ! ہیچ ہے۔ زیور بھی ہیچ ہے
دنیا کی سیر خلد کا منظر بھی ہیچ ہے

صدمے شب فراق میں اُف! کس بلا کے ہیں
سارے جہان کے لوگ فرشتے قضا کے ہیں

شوہر بغیر قافلہ بیابان ہے آہ زن
شوہر کے ساتھ شہر ویران ہے آہ زن

صحرا مجھے چمن ہے رفاقت میں آپکی
دنیا کے سارے عیش ہیں خدمت میں آپکی

یوں ہی تمہارے ساتھ پھرونگی میں بن میں خوش
بھونرا کلی پہ ہو جیسے چمن میں خوش

ویرانہ ہوگا خانہ دلچسپ میرے لئے
پروانہ ہونگے بن کے پکھیرو میرے لئے

پتیاں سبز کے درختوں کی چھال کو
آراستہ کرونگی قد نونہال کو

سوامی جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ
خس پوش جھونپڑا مجھے ہوگا صنم کدہ

سبزہ بنا کے لائیگا بستر میرے لئے
جھولا جھلانے آئیگی صرصر میرے لئے

صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جاؤنگی
صحرا کے سارے رنج و الم بھول جاؤنگی

ہوگی نہ بن میں کوئی اذیت میرے لئے
تم ہو تو آگ پھول ہیں امرت ہے میرے لئے

پلکوں سے راہ دشت کو جھاڑا کرونگی میں
داسی ہوں لے چلو مجھے سیوا کرونگی میں

پنکھا جھلا کرونگی راتوں کو ہے ناتھ آپکا
سرمایہ میرے زیست کا ہے ساتھ آپکا

کرپا ندھان مجھکو نہ دکھ بیوگ کا
پرانوں کے پران مجھکو نہ دکھ بیوگ کا

مہاراجہ دسرتھ کی بیقراری

رام اپنی قوت بازو لچھمن اور اپنی پران پتی پت ورتا سیتا سمیت بن میں پہنچے ہیں۔ سومنتر رتھ بان شہزادوں کو پہنچا کر شاہی محل میں داخل ہوتا ہے اسوقت جو روح فرسا خیالات مہاراجہ دسرتھ کے دل پر یورش کر رہے ہیں۔ ناظرین ان اشعار سے انکا اندازہ کر سکتے ہیں۔

پھرتی ہے آہ! دیدہ و دل میں اداسی رام
آیا چمن میں پی کے بوٹے تبا ہے رام

بن سے اجودھیا کو پھرا خالی ہاتھ تو
لایا نہ لکشمن نہ سیتا کو ساتھ تو

چھوڑ آیا میرے پھولوں کو کس بن میں آہ! تو
پیچل! مجھے بھی دشت کے دامن میں آہ! تو

تیر و کمان دوش پہ ڈالے ہوئے جہان
پھرتے ہیں میرے نازوں کے پالے ہوئے جوان

آنکھیں کنول سی ہیں و کف پا یاسمن کے پھول
کملا نہ جائیں دشت میں میرے چمن کے پھول

بچوں کو اپنے ایک نظر اور دیکھ لوں
صحرا میں وہ! خاک بسر اور دیکھ لوں

آتا ہے مجھ کو رام پہ بے اختیار پیار
کر لوں لگا کے سینے سے پھر ایکبار پیار

آنکھوں کا میرے نور تھے ٹھنڈک جگر کی تھے
دل کا میرے سرور۔ بصارت نظر کی تھے

پر نور آہ! میری شبستان تھی رام سے
پیری کی صبح غنچہ خندان تھی رام سے

سیتا کی مجھ کو حسرت دیدار آہ نہ جائے
یہ پھانس ٹوٹ کر دل بیمار رہ نہ جائے

بن میں جو رام ہیں تو اجودھیا اداس ہے
کوسلیا غریب بھی کیا کیا اداس ہے

بدلے کہاں کے مجھ سے لئے تو نے کیکئی
داغوں پہ آہ! داغ دیئے تو نے کیکئی

رام و لچھمن کی آہ! کہاں ماتا ہے تجھے
میرے غم دروں کی خبر آہ! کیا ہے تجھے

بالک تھے رام دشت نوردی کے دن نہ تھے
بچے ابھی تھے۔ بادیہ گردی کے دن نہ تھے

بوٹا سا قد تھا۔ دن ابھی نشو و نما کے تھے
قابل نہ آہ! اس ستم ناروا کے تھے

کانٹے قدم قدم پہ آہ نکالے گا آہ! کون
صحرا میں بن کی جھاڑ الجھا پلکوں سے راہ کون

روئینگے یہ تو کون گلے سے لگائے گا
سوئینگے یہ تو کون تھپک کر سلائے گا

لائینگے آہ! دشت نوردی کی تاب کیا
پھولوں کو میری آئیگا کانٹوں پہ خواب کیا

نازو نعم کے پالے ہوئے۔ بیکس و ملول
کیونکر چنینگے دشت میں کھا کھا کے [illegible] ببول

صحرا میں بیشمار درندے کمین میں ہیں
گرگ و پلنگ گھات میں اژدر زمین میں ہیں

چیتے نہ بن میں آکے ڈرائیں قریب سے
بھولے ہیں رام۔ اور ہیں لچھمن غریب سے

محلوں کی رہنے والی ہیں۔ افسوس! جانکی
نادان بھولی بھالی ہیں افسوس! جانکی

دیکھا کہاں ہے۔ گوشۂ دامان دشت کو
ڈر جائیں دیکھ کر نہ غزالان دشت کو

پھر جو وفا کی آہ! ہیں وہ صورتیں کدھر
اے شام غم ہیں چاند سی وہ صورتیں کدھر

رام و لکھمن کے ساتھ گیا میرا اے عیش
قصر شہی ہے اب مجھے ماتم سرائے عیش

واقف تیرے ستم سے میں او آسمان نہ تھا
جائینگے بن کو رام مجھے یہ گمان نہ تھا

جس بن میں میرے نور نظر ہیں غبار شوق
آنکھیں ہوں میری فرش رہ انتظار شوق

توڑوں جو تڑپ تڑپ کے جو دم اشتیاق میں
آنکھوں سے جان زار جو نکلے فراق میں

چھوڑے میرے گیسوؤں والوں کا بن میں ساتھ
بن بن کے بوتیا کی رہی پیرہن میں ساتھ

شکوے ہیں کیکئی کے گلے آسمان کے ہیں
آ! اے اجل! کہ مجھ پہ ستم دو جہان کے ہیں

بھونرے کی بیقراری

نہ وہ کیتکی کی پھبن رہی
نہ وہ موتیا کی ادا رہی

نہ وہ نسترن نہ سمن رہی
نہ وہ گل رہے نہ فضا رہی

نہ گلوں کے اب ہیں وہ قہقہے
نہ وہ بلبلوں کے ہیں چہچہے

نہ غزل سرا وہ کوئی رہے
نہ وہ قمریوں کی صدا رہی

نہ وہ سرو ہے نہ وہ آب جو
نہ وہ ہمصفیر ہیں خوش گلو

نہ بنفشہ ہے نہ وہ ناز بو — نہ وہ جعفری نہ حنا رہی
نہ وہ صبح کی ہیں تجلیاں — نہ شفق کی آہ! وہ جھلکیاں
نہ وہ اودی اودی ہیں بدلیاں — نہ وہ بھینی بھینی ہوا رہی
نہ امنگیں ہیں وہ شباب کی — نہ وہ پتیاں ہیں گلاب کی
نہ ہوا میں بو ہے شراب کی — مجھے مست تھی جو بنا رہی
وہ کنول غضب کے تھے دلربا — جہاں اڑتے تھے میرے ہم نوا
مگر اب نہ انکی ہے وہ ادا — نہ وہ بو رہی نہ صفا رہی
لب آب جو تھی فضا غضب — وہ بہار کی تھی ہوا عجب
مرے کنج میں مجھے روز و شب — مئے بیخودی تھی پلا رہی
وہ غضب کی کوکو وہ زمزمہ — وہ سریلی درد بھری صدا
سر شام سرو پہ فاختہ — مجھے لوریاں تھی سنا رہی
ہیں کنول کی خشک جو پتیاں — میری خود جگہ تھی کبھی یہاں
یہیں شب کو دے دے کے تھپکیاں — تھی نسیم مجھ کو سلا رہی
یہاں ننھی جوہی کی ایک کلی — جو بہار کے نازوں کی تھی پلی
مجھے لگتی تھی جس کی ادا بھلی — مجھے کنج میں تھی بلا رہی
یہاں گل شگفتہ تھے جابجا — یہاں ننھا ڈیزی تھا ہنس رہا
یہاں مسکراتی تھی موتیا — یہاں چمپہ ادا تھی دکھا رہی
نہ گلوں میں بوئے وفا رہی — نہ وہ دلفزائی ادا رہی
نہ چمن رہا نہ فضا رہی — نہ وہ دن رہے نہ ہوا رہی

نہ روش ہے اب وہ بہار کی — نہ گلوں میں بو ہے وہ مہر کی
جو ہوا ہے گلشن دہر کی — مجھے سبز باغ دکھا رہی

فراق نل میں دمن کی بیقراری

ہائے! یہ جوش جوانی۔ اور یہ درد انتظار — یہ سواد شام غم۔ یہ ظلمت شبہائے تار
یہ کف پائے حنائی۔ یہ بیابان گردیان — اُف ری نیرنگی تری اے گردش لیل و نہار
میں کہاں۔ یہ خار زار دشت پیمائی کہاں — تیری چالیں ہیں مگر او آسمان دون شعار
رحم کر۔ اے پنجۂ بیداد وحشت۔ رحم کر — چاک ہی ہاتھوں سے تیرے دامن صبر و قرار
المدد! اے سیل اشک دیدۂ خونابہ ریز — مجکو رو لینے دے جی بھر کر کہ خالی ہو کنار
بیکسی میں موت بھی آتی نہیں کمبخت پاس — اے اجل مرنے پہ بھی اب تو نہیں ہے اختیار
پھٹ پڑا بیکس سمجھکر ہائے! مجھہ پر آسمان — دشت غربت میں چھٹا کیا ہاتھہ سے دامان یار
پوچھ اے باد صبا! ہم دشت گردوں کا نہ حال — پنڈلیاں گھائل ہیں خستہ ایڑیاں تلوے فگار
تم سے کانٹو! دلکو تھا لطف خلش شوہر کیساتھ — تم میں اک دلکش ادا تھی تم میں اک دلکش بہار
کس قیامت کے تھے وہ صحرا نوردی کے مزے — آبلے جب پائے نازک کے تھے تم سے ہمکنار
ہر قدم پر ہائے! وہ جوش بہار نقش پا — خون میں ڈوبی ہوئی اک اک زبان نوک خار
خون آلودہ اُدھر گل سا گریبان چاک چاک — دوش نازک پر اِدھر سبزہ سا آنچل تار تار
دل میں عالم آہ! اجزائے پریشان کا اُدھر — موج صرصر سے اِدھر گیسوئے پریشان روزگار
عیش رفتہ کا وہ ماتم۔ یاد ایام نشاط — چپکے چپکے وہ زبان پر شکوۂ لیل و نہار
آسمان سے ہائے! وہ اپنی تباہی کا گلہ — وہ سکوت شب میں لب پر نالۂ بے اختیار

وہ زمین جھلسی ہوئی وہ جنبش باد سموم — وہ بگولے آہ! چنین عالم رقص شرار
وہ پیادہ پائیان وہ آبلہ فرسائیان — وہ غم صحرا نوردی اور وہ ایذائی خار
تشنگی سے ہائے! لب پر وہ صدائے العطش — دوپہر کی دھوپ میں وہ جستجوئے آبشار
بھوک کی شدت۔ کڑاکے کے وہ فاقے الامان — کچے میوے ہائے! وہ صحرا میں کرنا زہر مار
تھی گران مجھکو اگرچہ شب کی شبنم دن کی دھوپ — تیری خاطر کی گوارا مون نوردی اختیار
چل دیا تو مجھکو تنہا چھوڑ کر صحرا میں آہ! — مجھسے او! وعدہ شکن تھے یہی کیا قول و قرار
تجھکو جان محبت کی قسم! او بے وفا! — یک بیک کیون دل میں آیا میری جانب سے غبار
دشت پیمائی کی ایذا تھی اگرچہ جان گسل — میں رہی ہون سو جان سے قدمون پر تیرے ہو کر نثار
پائے نازک میں نہ چبھ جائے ترے کانٹا کوئی — میں نے جھاڑا مدتون صحرا کا پلکون سے غبار
جب بڑھا درد جگر جب لگی بیتابی بڑھی — کر لیا سینہ پہ رکھکر ہاتھ تجھکو ہمکنار
سر ترا صحرا میں وقف بالش زانو رہا — اور رہے شب بھر نگہبان دیدہ اختر شمار
مجھکو کب تھا تیری خدمت تیری طاعت میں دریغ — مجھسے توڑا کیون تعلق ہائے! او غفلت شعار
حیف! اتنا تو دم رخصت کیا ہوتا خیال — کون اس صحرا میں اس بیکس کا ہوگا غمگسار
شیر و اژدر ہیں کمین میں اور بیابان ہولناک — کیسے کاٹیگی اکیلی ہائے! یہ شبہائے تار
شاق ہے بیدرد! دل پر صدمہ درد فراق — آ! لگا لے مجھکو سینے سے کہ ہون میں بیقرار
تیرے صدقے! تجھکو انداز تغافل کی قسم — پیچھے پھر کر دیکھ لے او جانیوالے ایکبار
تو نے بھی دامن نہ پکڑا اٹھکے آے درد فراق! — اٹھ گیا پہلو سے میرے اک رفیق غمگسار
کر چکی میں تیرا اے جذب محبت امتحان — دیکھ لی تیری کشش اے جذبہ بے اختیار
ہو گیا نظرون سے پنہان آہ! غربت میں کوئی — ابتو آنکھو تمبھی اترا دو خواب نوشین کے خمار

آرہی ہے کیا چمن سے آہ! ہنستی کھیلتی — میرے گل کی بھی خبر لائی ہے کچھ باد بہار
وحشت افزا ترا منظر ہے نگاہ یاس میں — ہے مرا آہوئے رم خوردہ کدہر اے سبزہ زار
اے پپیہے تیرے لب پر "پی کہاں" کی ہے صدا — تو بھی کیا میری طرح ہے "پی" کے غم میں بیقرار
میں غم شوہر میں روؤں تو فراق گل میں رو — اپنا اپنا روئیں دکھڑا۔ عندلیب کوہسار
میں ٹیڑ پردیسی اڑاتا خاک ہے جس بن میں آہ! — تو برس جا کر وہیں۔ او میری اشکوں کی پھوار
مرتے مرتے بھی نہ کیا نکلیگا ارمان نظر — تو کھلی رہجائیگی کیا یونہی چشم انتظار
تنگنا ئے دہر سے ہوں آہ! گھبرائی ہوئی — مجھکو بھی تہوڑی جگہ۔ اے خلوت کنج مزار
ہے دماغ سیر تیرا اے لالۂ صحرا کسے — ہوں میں خون گشتہ تمناؤں کے غم میں سوگوار
کر گئی سوز دروں کی سرد مہری سے ہوں تنگ — کوئی چنگاری ادہر بھی آتش شاخ چنار
اے درندو دشت کے ہے تم سے میری التجا — جب فراق یار میں قالب سے نکلے جان زار
کھائیو چن چن کے میری شوق سے سب استخوان — گرچہ کھانیکے نہیں قابل ہے یہ جسم نزار
چھوڑ دینا میری آنکھوں کو مگر بعد فنا — انتظار یار ہے اور حسرت دیدار یار

ایک اجل رسیدہ کی تمنا

گل بھی وہی ہیں موسم گل کی ہوا وہی — ہے شاہد بہار کی دلکش ادا وہی
اٹھکھیلیاں وہی ہیں نسیم بہار کی — چلتی ہے جھوم جھوم کے باد صبا وہی
ہے جوش گل وہی۔ وہی زندان بلوہ کش — رم جھم برس رہی ہے چمن میں گھٹا وہی
بلبل ہے اب بھی شاخ چمن پر ترانہ سنج — قمری کنار جو ہے ترنم سرا وہی
اب بھی وہی پپیہے کے نالوں میں ہے اثر — آواز پی کہاں کی ہے شورش فزا وہی

اٹھتی جگر میں ہوک ہی کوئل کے کوک سے نالے وہی ہیں درد بھری ہی صدا وہی
بگلون کی ہے سفید وہی ابر میں قطار اور کالی کالی بجلیون والی گھٹا وہی
پہلے جو تھی وہی دل عاشق پہ چوٹ ہے اب بھی رنگ نالہ خونین نوا وہی
اب بھی چکور کو ہے وہی حسرت وصال اور ہی قمر کا عشوۂ نا آشنا وہی
اب بھی وہی حسینون کے جھولے ہیں باغ میں ہیں سرخ چندریان وہی۔ رنگ حنا وہی
غمازیان وہی ہیں نظر بازیان وہی نرگس کی اب بھی ہی نگہ سرمہ سا وہی
قلمین وہی چمن میں ہیں اب بھی گلاب کی مہندی کی ٹہنیان ہیں وہی۔ موتیا وہی
چمپا کی چمپئی ہے وہی آہ! اور ہیں کلیون کی سرخ سرخ رنگینیٔ ادا وہی
اب بھی ہے اپنے رنگ میں دلکش ادائے گل اب بھی ہی جوش خندۂ دندان نما وہی
عاشق کی آنکھ اب بھی ہی خوننابہ ریز غم اور کشت زعفران ہی شبنم فزا وہی
دنیا وہی ہے اور وہی دنیا کے عیش ہیں اب بھی وہی چمن ہی۔ چمن کی فضا وہی
محفل وہی ہے۔ غنچۂ احباب ہی وہی مطرب وہی ہے۔ نغمۂ نے وصدا وہی

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کمبخت کم نہیں
حسرت یہ ہے لحد میں۔ کہ دنیا میں ہم نہین

فنا فی الملک لالہ لاجپت رائے

اے شہید ہمت مردانہ ایثار نفس اے فنا فی القوم! اے پروانۂ ایثار نفس
آہ! اے جرعہ کش پیمانۂ ایثار نفس تو کہان ہی! اے چراغ خانۂ ایثار نفس
تیرے غم میں آہ! اے جاں دادۂ سوز نہان

ہیں برنگ برق مضطر تیرے پروانے تپاں

کیا خبر تھی انقلاب آسمان ہونے کو ہی — تیرا جلوہ آہ! آنکھوں سے نہاں ہونیکو ہے
یک بیک تجھ پر بغاوت کا گماں ہونیکو ہی — تو تہکا را تہام دشمناں ہونے کو ہے

جسکے پیچھے تو ہوا پاداش الفت میں اسیر
تیرے ترکش میں وہ آخر کونسا ایسا تھا تیر

اے محب قوم! اے سرمایۂ جان وطن — مرحبا! اے نازش اجزائے ارکان وطن
حبذا! اے جلوہ افروز شبستان وطن — آفریں! صد آفریں! اے جوہر کان وطن

ہو کے طوفاں میں اسیر حلقۂ گرداب تو
بنکے چمکا تاج شہرت کا در نایاب تو

ہمنے یہ مانا کہ اب تصویر حیرانی ہے تو — نقش حسرت ہی! سراپا درد پنہانی ہے تو
جرم الفت میں اسیر قید سلطانی ہے تو — جاں نثار تاج ہی اب بھی وہ زندانی ہے تو

اے حبیب ملک! تو اب بھی وفادار وطن ہے
دولت برطانیہ کے اب بھی غمخوار وطن ہے

تجھسے یاران وطن کو سرگرانی ہو تو ہو — تجھپہ نازل آہ! جور آسمانی ہو تو ہو
تیری جانبازی کا افسانہ کہانی ہو تو ہو — تجھسے مسٹر مارلے کو بدگمانی ہو تو ہو

داستاں ختم ہے یوں تو آہ! طولانی تیری
بیگناہی کی ہے شاہد پاکدامانی تیری

باغیانہ ہم کہیں کیونکر تیری تقریر کو — ہمنے دیکھا ہے تیرے جذبات کی تصویر کو
اک تعلق تھا وطن سے خاطر دلگیر کو — تجھسے نسبت آہ! کیا تھی نیزہ و شمشیر کو

باغیانہ آہ! تیراکو نسا انداز تھا
تو کمانکش تھا نہ آخر کوئی تیر انداز تھا

راست گو تھا تو۔ خوشامد تیری عادت میں نہ تھی
صلح کل تھا۔ فتنہ پردازی طبیعت میں نہ تھی

شورش انگیزی ازل سے تیری خلقت میں نہ تھی
آہ! داد جانفروشی تیری قسمت میں نہ تھی

تو وہ بلبل تھا۔ کہ تھا صیاد تیری تاک میں
تو وہ آہو تھا۔ کہ تھی تیری جگہ فتراک میں

آہ! اے فخر وطن! اے جانفروش و جان نثار
اے شہید ملک! اے برطانیہ کے غمگسار

آسمان قوم کے مطلع پہ تا روز شمار
تیری شہرت کی رہیں گی آہ! کرنیں یادگار

تو نہ ہوگا۔ اور تیری عظمت کی ہوگی داستان
گیت گائینگے تیری تقدیس کے پیر و جوان

نوحہ بر نواب محسن الملک مرحوم

جستجو میں تیری ہو رہ ماندگان کاروان
او عدم کو جانیوالے تیری منزل ہے کہاں

تیرے نظارے کو ہے چشم تماشا بیقرار
تو کہاں ہے پردہ دار خلوت راز نہان

آہ! ویرانے میں ہے اب اے گل دستار قوم!
لالہ خونیں کفن تیری بہار بے خزان

ہے در نایاب تو اے قطرۂ باران فیض
ابر رحمت اب ہے تیری خاک پر گوہر فشان

ظلمت غم چھا گئی اوج سپہر قوم پہ
تیرا جلوہ ہو گیا کیا آہ! آنکھوں سے نہان

سر کو سودا ہے تیرے طواف مزار پاک کا
دل کو حسرت ہے کہ رہتے آہ! چلکر پاسبان

موج تحریک فغان سینہ سے ہے رخصت طلب
تیرے پھولوں میں رہے بنکر شمیم بوستان

لوح محفوظ محبت سے تیرے لوح مزار
تیرا تعویذ لحد ہے مرنیوالے! حرز جان

قوم ہے حرمان نصیب اسیر ستم کی نگاہ
آہ! او محو سکوت لذت خواب گران

اُٹھ گیا تو ہائے کیا او قافلہ سالار قوم
آرہی ہے دلسے آواز درائے کاروان

چارہ ساز درد دل۔ بخیہ گر زخم جگر
کس پہ ٹوٹا ہائے تو ائے دست مرگ ناگہان

قوم کی حالت پہ ہے اب بھی تاسف کی نظر
سونیوالے! خواب راحت تیری آنکھوں میں کہان

اب بھی حب قوم میں ہے نالہ کش زیر مزار
اُٹھ رہا ہے روزن مرقد سے آہون کا دھوان

اب بھی ہے تصویر غم تو اے گل خونین جگر
تیرے پہلو میں شگفتہ اب بھی ہیں داغ نہان

تیرے نالون میں وہی اب بھی غم افزا اثر
خون رُلاتا ہے تمنا کو ترا رنگ فغان

قوم کے درد محبت کی خلش اے فخر قوم
تیرے پہلو میں چبھوتی اب بھی ہے نوک سنان

مرنیوالے! واہ رے اب بھی یتیمونکا ہے تو
لے رہے ہیں اُنکی آہیں تیرے دلمیں چٹکیان

ان کے نالے ہیں کلیجے میں گزرتے بنکے تیر
اب بھی آنکھیں ہیں تیرے ہو اونکے غم میں خونفشان

آرزو ہے کاش! کر لون اور خدمت قوم کی
عمر رفتہ بھیجدے اے دست مرگ ناگہان

آرہی ہے تیری تربت سے صدائے دردناک
مجھ پہ ڈھایا یہ ستم کیا اے زمین و آسمان

"خدمت کالج سے مجھکو کردیا محروم آہ!
مجھ سے کیا ایسی عداوت تھی نصیب دشمنان"

خاک اڑا کر سر پہ کہ اب اے قوم کے دارالعلوم
گنج مرقد میں نہان ہے ترا گنج شائیگان

حشر تک تیرے کلیجے سے نہ جائیگا یہ داغ
تجھ سے لہرائیگا صدیون آہ! ماتم کا نشان

نالہ کر! فریاد کر۔ اے قوم احرمان نصیب!
ایسا محسن۔ اب ملے تجھکو یہ قسمت ہی کہان

دست شفقت کون رکھیگا جگر پر اب تیرے
اُٹھتے جاتے ہیں جہان سے آہ محسن سب تیرے

نوحہ سوامی رام تیرتھ جی

کونسا موتی ہے گنگا! تیرے دامن میں نہاں　　قلع ہے قامت پہ کس کے چادر آبِ رواں
حلقۂ گرداب ہے کیوں آہ! چشمِ خونفشاں　　کسکے ماتم میں لبِ ساحل ہیں سرگرمِ فغاں

تیرے موجوں نے یہ کسکو لے لیا آغوش میں
جوشِ گریہ کا عالم ہے تیرے سرجوش میں

کسکے غم میں تیرے ساحل کا ہے دامن تار تار　　تیرے موجیں آج کیوں ہیں ماتمِ گنگا بیقرار
شاہدِ خوابِ اجل ہے آہ! ہوکر ہمکنار　　ہوگیا یہ کون جانبازِ وطن زیرِ مزار

لینے آئی آسمان سے رحمتِ باری کسے
تھی گران اے موج! ساحل کی سبکساری کسے

منزلِ خورمیں ہے ذرۂ خلوت آرا کونسا　　دوش بر دوشِ صدف ہی دیکھتا کونسا
آشنائے بحرِ حقیقت کا ہے ایسا کونسا　　ہوگیا دریا میں دریا ملکے قطرہ کونسا

صف اُلٹ کر کون یہ بزمِ جہان سے اُٹھگیا
شمع و پروانہ کا پردہ درمیان سے اُٹھگیا

قیدِ ہستی سے تھی کسکو سرگرانی ہائے ہائے　　کردیا شوقِ بقانے کسکو فانی ہائے ہائے
کس پہ ٹوٹا دستِ جورِ آسمانی ہائے ہائے　　نذرِ طوفان ہوگئی کسکو جوانی ہائے ہائے

ساحلِ گنگا پہ روتی ہے قضا کس کے لئے
خاک اُڑاتی پھرتی ہے سر پہ صبا کسکے لئے

آسمان گردش میں ہے کسکو ستانے کے لئے　　پھر رہا ہے اک نہ اک فتنہ اُٹھانے کے لئے

چادر آب رواں میں منہ چھپانے کے لئے — جارہا ہے کون یہ گنگا نہانے کے لئے
بیکلا یہ موج فنا بنکر یہ کس کو جوشِ شوق
حلقۂ گرداب ہے کھولے ہوئے آغوشِ شوق
کس کا بیڑا غرقِ امواجِ فنا ہونیکو ہے — کسکا سایہ تجھسے او ساحل! جدا ہونیکو ہے
دل میں ماتم آرزوؤں کا بیاں ہونیکو ہے — آہ! اے دردِ تمنا! آج کیا ہونیکو ہے
دل یہ کہتا ہے کہ آنکھوں سے ٹپک جاؤنگا میں
صبر کہتا ہے کہ پہلو سے کھسک جاؤنگا میں
کہتے ہیں آنکھوں کے فوارے اُبل جائینگے ہم — اشک کہتے ہیں کہ دامن پر مچل جائینگے ہم
دل کے داغوں کا تقاضا ہے کہ جل جائینگے ہم — نالے کہتے ہیں کہ گھبرا کر نکل جائینگے ہم
دستِ ماتم کا اشارہ ہے کہ داماں چاک ہو
پنجۂ وحشت یہ کہتا ہے گریباں چاک ہو
بیکسی کہتی ہے صحرا میں اڑاکر سر پہ خاک — جارہی ہے خلد کو یہ آہ! کسکی روحِ پاک
ہے لہو کی بوند پہلو میں دلِ اندوہ ناک — جامۂ صبر و سکوں ہے کسکے غم میں چاک چاک
آ شرم سونا پڑا اُس کے لب ساحل ہے آج
کسکی چھوٹی سی کٹی اُجڑی ہوئی منزل ہے آج
خلد سے ہے کسکو لینے کو قضا آئی ہوئی — ساحلِ گنگا پہ ہے غم کی گھٹا چھائی ہوئی
ڈوبتی ہے کسکی کشتی آج چکرائی ہوئی — موجِ قسمت کسطرح اک اک ہے بل کھائی ہوئی
آشنا دریا سے قطرہ کو فنا ہونے کو ہے
اشتیاق مہر میں شبنم فنا ہونے کو ہے

آہ! اک تشنہ لب ذوق تمنا ہائے ہائے ہے غریق رحمت حق رام لنگا ہائے ہائے
کھا کے طوفان حوادث کا تھپیڑا ہائے ہائے تیرے موج غم میں ہو گم اک دُرِ یکتا ہائے ہائے

ہائے اب کیا کہہ کے سمجھائیں دل ناکام کو
رم رہا ہے رام میں لائیں کہاں سے رام کو

خاک میں کس کو ملایا آہ تو نے آسمان کس پہ ٹوٹا ہائے تو اے دست مرگ ناگہاں
شرق میں جس کی چمک تھی زیب تاج عز و شان خاک میں ہے آہ! اب وہ گوہر یکتا نہاں

موتیوں سے یوں ترا اے قوم خالی تاج ہو
حیف تیرے آرزوؤں کا چمن تاراج ہو

ہمنفس جز نالہ و آہ و بکا کوئی نہ ہو دستگیر اے دست بیداد قضا کوئی نہ ہو
جوش طوفاں ہو بپا اور آشنا کوئی نہ ہو موج دریا ہو کمیں میں ناخدا کوئی نہ ہو

ہو فنا طوفان میں اک زندۂ جاوید قوم
آہ! یوں گنگا میں ڈوبے کشتی امید قوم

اپنا بیڑا ہو گیا جب غرق طوفان فنا ہمکو کیا! باندھا کرے باد مراد اپنی ہوا
قوم کی کشتی کا کشتی بان ہی جب اُٹھ گیا سر کو موجیں آ کے اب ساحل سے ٹکرائیں تو کیا

ہمکو کیا لاکھوں برس شور و فغاں اُٹھا کرے
ساحل گنگا سے آہوں کا دھواں اُٹھا کرے

ایسا نقش دلنشیں! اور تو مٹائے آسمان ایسا موتی! اور مٹی میں ملائے آسمان
ایسا رخشندہ چراغ اور تو بجھائے آسمان ایسا تابندہ ستارہ! ڈوب جائے آسمان

جس نے قومی آسمان کو یوں لگائے چار چاند

خاک میں چھپ جائے وہ اے چرخ ناہنجار چاند

اپنے نشان ہو آہ! ایسا آج شہرت کا نگین ‏ ‏ ایسا قومی بے بہا ہو آہ! پیوند زمین
ایسا عارف گوشۂ مرقد میں خلوت گزین ‏ ‏ ایسا نقش مدعا پامال ہو چرخ بریں

خاک کا پیوند ایسا گوہر نایاب ہو
ایسا بیڑا آہ گنگا میں غریق آب ہو

جان نثار قوم ایسا غرق طوفان آہ ہو ‏ ‏ ایسا جانباز وطن آنکھوں سے پنہاں آہ ہو
ایسا مجموعہ تصوف کا پریشان آہ ہو ‏ ‏ بے چراغ اے قوم! یوں ترا شبستان آہ ہو

داغ ہو تیرے جگر کا تیری منزل کا چراغ
بجھ کے ہو باقی ہیں ٹھنڈا تیرے محفل کا چراغ

بے صدا زیر زمین اے قوم! ترا ساز ہو ‏ ‏ اور شوق شمع میں گوش بر آواز ہو
حلقۂ گرداب ہو سے! دیدۂ غماز ہو ‏ ‏ غرق دریا ہو وہ موتی جس پہ تجھکو ناز ہو

ڈوب جائے یک بیک جی تیرے جان باز کا
دل نہ پگھلے آسمان تفرقہ پرواز کا

نذر طوفان اجل اک گوہر نایاب ہو ‏ ‏ تیرے موجوں کا نہ زہرہ رام گنگا آب ہو
جوش پیہم ہو شور طوفان ہو کف سیلاب ہے ‏ ‏ آسمان کی آہ! گردش گردش دولاب ہو

غرق ہو اک نوجوان افسوس ساحل کے قریب
بیٹھ جائے اک مسافر تھک کے منزل کے قریب

قوم کی چوٹی کا ہو اک پھول پیوند زمین ‏ ‏ اُف! تیرے نیرنگیاں اے گردش چرخ بریں
جسکی منزل آہ! ہو جلوہ گہ نور یقین ‏ ‏ ہو گئیں ہیں وہ سپہر قوم کا ماہ جبین

جسکے دل میں گرمیِ حبِ وطن کا جوش ہو
وہ چراغِ قوم اے بادِ اجل خاموش ہو

جسکی کرنیں چار سو مغرب سے ہوں جلوہ فشان
ایسا سورج ڈوب جائے مشرق میں یوں ناگہان

ہو محبِ قوم ایسا خاک میں ہو جسکے نہان
ایسا پروانہ - وائے سوزِ فنا! آتش بجان

آہ ایسا بلبلِ رنگین نوا خاموش ہو
ایسی دلکش ایسی جانپرور صدا خاموش ہو

نذرِ طوفان آہ! یوں اک جان نثارِ قوم ہو
شاخِ ماتم جلوہ گر صبحِ بہارِ قوم ہو

اے زمین! یوں تیرے ہاتھوں سے نثارِ قوم ہو
اے فلک! یوں غم سے تیرا روزگارِ قوم ہو

ہو سپہرِ قوم پہ غم کی گھٹا چھائی ہوئی
سر پہ ہو یوں جوشِ ماتم کی گھٹا چھائی ہوئی

آہ! ایسے پھول پر بے وقت چھا جائے خزان
ایسا نخلِ آرزو ہو آہ! ماتم کا نشان

ایسا درِ بے بہا پانی میں ہو یوں رائگان
خاک میں ہو دفن ایسا آہ! گنجِ شائگان

ہاتھ سے گم آہ! ایسی دولتِ جاوید ہو
شامِ غم - صبحِ بہارِ جلوہ امید ہو

ایسا ظلِ عاطفت اُٹھ جائے سر سے آہ! قوم
ایسا محسن اور پنہان ہو نظر سے آہ! قوم

باز آئے آسمان، وہ دن نہ شر سے آہ! قوم
ہو کدورت ایسے پاکیزہ گہر سے آہ! قوم

ایسا موتی تاجِ شہرت سے ٹپک کر گر پڑے
جسکے افسوس یوں زمین پہ ایسا گوہر گر پڑے

منزلِ ہستی سے ایسا رہنما جاتا رہے
چارہ سازِ قوم اسے دستِ قضا جاتا رہے

غرق دریا ہو کے ایسا آشنا جاتا رہے　　قوم کی کشتی کا ہے ہے ناخدا جاتا رہے

ہو گنہگاروں کا بیڑا پار کیونکر دیکھیے
موج ہے اک اک نگل جانیکو اژدر دیکھیے

چھا رہی ہے سر پہ سرتاسر نحوست کی گھٹا　　اور مسلط قوم پر ہے خواب غفلت کی گھٹا
رنگ لائے دیکھیے کیا جوش نکبت کی گھٹا　　اُٹھ گئی افسوس سر سے ابر رحمت کی گھٹا

قوم کے سوکھے ہوئے دھانونکو اب سینچیگا کون
ایسے وحشت خیز میدانونکو اب سینچیگا کون

دیکھیے ہے گنہگاروں کا کیا ہوتا ہے حشر　　حشر کے دن ہم سیہ کارونکا کیا ہوتا ہے حشر
دشمن جان ہے فلک یارونکا کیا ہوتا ہے حشر　　قوم کے مایوس بیمارونکا کیا ہوتا ہے حشر

کہہ رہا ہے اُٹھ کے درد جان گداز قوم حیف
اُٹھتے جاتے ہیں جہانسے چارہ ساز قوم حیف

آہ اے ہند آہ اے شوریدہ سودائے غم　　آہ اے خانہ خراب اے بادیہ پیمائے غم
سر بہ ہامون دادہ و آوارہ صحرائے غم　　خار حسرت زیر پا و آبلہ فرسائے غم

تیرے خواب عیش کی افسوس یہ تعبیر ہو
نقش ماتم تو ہو غم کی آہ یہ تصویر ہو

غم کی چھریاں یوں ترے قلب و جگر کے پار ہوں　　تیرے پہلو میں شگفتہ زخم دامن دار ہوں
خار حسرت آہ یوں تیرے گلے کے ہار ہوں　　خاک کا پیوند تیرے محسن غمخوار ہوں

آشنا یوں آہ ڈوبیں تیرے ساحل کے قریب
تیرے پروانوں کا خاکستر ہو محفل کے قریب

تیرے پیچھے آہ ہوں شہرِ خموشاں کے مکیں ۔ تیرے جانی گوشۂ مرقد میں ہوں عزلت گزیں
اپنے غمخواروں کے غم میں تو ہو یوں ماتم نشیں ۔ دل میں ہو دردِ تمنا لب پہ ہو فریادِ حزیں
ہو پریشاں تیرے جانبازوں کی یوں دنیائے خاک
یوں اڑا دے شامِ غم تیرے سیہ خانے میں خاک

چھٹنے والے آہ اٹھ جائیں ترے محمل سے یوں ۔ لوٹتا ہو خاک پہ تو اضطرابِ دل سے یوں
اٹھ رہا ہو شور آوازِ جرس منزل سے یوں ۔ قوم سے ہوتی جدا ہو جیسے موج ساحل سے یوں
تیری کشتی آہ یوں گنگا میں بھر کر غرق ہو
تیری آئندہ تمناؤں کا دفتر غرق ہو

آہ یوں گلشن میں جل جائے ترا آشیانۂ گل ۔ بن کے سرمایۂ تمکین بیاں غیروں کے لئے
جن کا سایہ قوم و ملت کیلئے ہو نیک فال ۔ جلوہ گاہِ قوم سے اٹھ جائیں وہ روشن خیال
انجمن جاں خوش ہو اور انجمن آرا نہ ہو
تشنہ لب ہوں بادہ کش اور ساغر و مینا نہ ہو

تو سمیت گم گشتہ رہ اور رہنما کوئی نہ ہو ۔ جز صدائے نالہ آوازِ درا کوئی نہ ہو
ہو نہ ہو حق کا نشانہ اور نقشِ پا کوئی نہ ہو ۔ کارواں غولِ بیاباں کے سوا کوئی نہ ہو
قافلہ گم گشتہ رہ ہو وادیٔ پرخار ہو
خضرِ منزل ہو نہ کوئی کارواں سالار ہو

آہ ہائے آہ اے آماجگاہِ تیرِ غم ۔ آہ اے صیدِ جراحت خوردہ نخچیرِ غم
آہ اے منت پذیرِ نالۂ شبگیرِ غم ۔ آہ اے نقشِ نامرادی! آہ اے تصویرِ غم
بے کسی کا تو ہو غم آلودہ پتلا خاک پر

نقش حسرت ہو ترا نقش تمنا خاک پر

تیری کشت آرزو سے آسمان کو لاگ ہو — برق خرمن سوز کو۔ باد خزان کو لاگ ہو
شہ رگ جان سے تیرے نوک سنان کو لاگ ہو — تیرے بیمارو نفسے مرگ ناگہان کو لاگ ہو

چارہ ساز قوم ہون یون وقف بیداد اجل
تاک کر یون تیر مارے دل پہ صیاد اجل

آسمان ہو درپے فکر گزند قوم حیف — ہو بسان بید جکڑا بند بند قوم حیف
درد دل سے پیٹتے ہون دردمند قوم حیف — سو رہے ہون ہجر وران پسند قوم حیف

بادہ کش خون جگر پیتے ہون اور ساقی نہ ہو
خم میں کچھہ دو چار قطرون کے سوا باقی نہ ہو

ایک غریب الوطن محب قوم

اک محب قوم کی ہو آرزوون کا فشار — تجھہ پہ تف تجھہ پہ تف اے انقلاب روزگار
آہ اک فخر وطن ہو خانہ برباد وطن — وادی غربت میں ہو یاد وطن میں بیقرار
اک محب قوم ہو تجھسے جدا اے قوم حیف — تیرے غم میں نوحہ خوان غربت میں ہو اک غمگسار
ایک جان باز وطن کا قصہ ایثار نفس — آہ یون اہل وطن کی ہو زبان پر یادگار
غم کی زنجیرون میں ہو جکڑا ہوا اک فخر قوم — ایک ناکردہ گنہ کا مجرمون میں ہو شمار
ایک مرغ نوگرفتار قفس صحرا میں آہ — ہمصفیران چمن کے غم میں ہو سینہ فگار
دل میں ہو یاد وطن۔ آنکھون میں ہو لخت جگر — اشک گلگون یون دکھائیں آہ دور بہار
باغ وطن کا پھول یون آنکھون میں کھٹکے فلک — آہ یون نشتر رگ جان پہ ہو جیسے نوک خار

ملک کی خدمت سے ہو محروم اگر جانباز فلک — توڑتا زنداں میں دم ہو ملک کا اک جاں نثار
وادیٔ غربت میں ہو سرگرم آہنگ خروش — لب پہ ہو یاد وطن میں نالۂ بے اختیار
ہو جو دل سے جاں نثار دولت برطانیہ — آہ! ایسے باوفا کا باغیوں میں ہو شمار
بدگماں ہو بے سبب یوں وفاداروں سے تو — آہ! اے برٹش حکومت!
ہائے اک فخر وطن کو ہو جلا وطنی نصیب — تیرے دامن پر ہیں گے کتنے دھبے یادگار
کس کو روئیں کس کو بیٹھیں کس کا ہم ماتم کریں — اے زمیں! اے آسماں! اے گردش لیل و نہار
آہ اے قوم! آہ اے صحرائے غیب دردمند — اٹھتے جاتے ہیں جہاں سے آہ! تیرے جاں نثار
برق خاطف ہے کمیں میں اور فلک ہے تاک میں — تیرے نخل آرزو میں خاک آئیں برگ و بار
دل پہ تو نے اور اک چرکا دیا اے آسماں — رام کے غم میں ہیں آنکھیں اپنی اشکبار

اس سے بہتر ہے کہ مٹ جائے جہاں سے قوم تو
ظلم سے اب دیکھا نہیں جاتا یہ تیرا حال زار

مقدم برشگال

آہ اے ساون کے چھالو! اے فضائے برشگال — آہ! اے صحرا کے نالو! اے ہوائے برشگال ہو
دوستے بادلو! آغوش رحمت کی قسم — تھے کہاں اگلے برس تم جوش رحمت کی قسم
تیرے شگوں کا کہاں تھا ابر گریاں سلسلہ — آنسوؤں کا خلق کے تھا تا بداماں سلسلہ
یوں نہ اڑتے تھے ہوا میں ٹکڑیاں ابر سیاہ — تھی زمانہ کیلئے باران رحمت سے چاہ
سبزۂ صحرا میں پریشاں دل آویزی نہ تھی — جوش باران کرم میں تھی گہر ریزی نہ تھی
لاجوردی آسمیں سبز ہے زمیں کی کیاریاں — نیلگوں تھیں نہ تبسم جوش سبزی کی وہ شان

جوش پر آئی ہوئی ساون کی ادا کالی گھٹا!
تو کہاں تھی میرے لیے گیسوؤں والی گھٹا

مجھ کو اے ابر سیاہ! امساک باراں کی قسم
تا لبا خلق کے دو پریشاں کی قسم

تیری جھڑیاں تھیں کہاں اے ابر باران کرم
خلق تھی تشنہ لب سر جوش پیاں کر دم

اے بہار عالم تیرے رنگ پہنائے زمین
تو کہاں تھی دیتے و تول ہے آہ! تھا خلوت نشین

تیرے جھڑیوں کی ضرورت آہ! دیتا تو گھٹا
پیاس تیرے شوق کی بھڑکی ہوئی تو چھوٹی

تکتے تھے راہ تیری سرو ریحان چمن
تیرے مقدم کے تمنائی تھے مرغان چمن

لب پہ قمری کے صدائے نغمۂ دل جو تھی
کنگرہ پر فاختہ کی صبح دم کو کو تھی

بزم قدرت میں تھی رعنائے رنگ نشاط
بے صدا تھا تیرے غم میں ساز آہنگ نشاط

کیسی کالی گھٹائیوں سبزہ زار دیں کی
آہ یہ عالم فریبی تیری رہ ل بنی تھی

ذرہ ذرہ آہ! وقت بارش خوشتاب تھا
قطرہ قطرہ آہ تیرا گوہر نایاب تھا

تھا کا بار گراں تھا بار عصیان و شرر
ہائے آیا شکر ہے دریائے رحمت جوش پر

خیر سہانی رت تیری آ ابر باراں آ گئی
ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مہکی پھر نکلے جھڑیاں لگی

زندگی پھر تو نے دہقانوں کی بخشی جان
لگ گئی قدرت کے پھر پھر جھڑیاں

تنگ تھی شدت امساک باراں سے بحال
تیرے آنے سے ہوئی ابر کرم! خلقت نہال

پھر نکالیں کونپلیں پھر زیب پر آئے شجر
پھر چمن کا رنگ بدلا پھر نکھر آئے شجر

خوشنما ہے دل ولائے سبزہ کہسار پر
کر دیا قدرت نے مینا دوں کی ہر چادر پر

لاکھ جانیں تیرے صدقے! ابر فیضان کرم
ڈال دی مٹی میں تو نے جان باران کرم

یاد دوست

بھیجا نہ کوئی پرچہ لکھکر زراہ شفقت　　اگلی سی کیا نہیں اب وہ مجھ پر نگاہ شفقت
کہنا مرے مکرم سے اے نسیم جا کر　　دیوار خامشی ہے کیوں سد راہ شفقت
شرمندۂ کرم ہے احباب کا جو دیریں　　اگلی نوازشیں ہیں اب تک گواہ شفقت
تم وہ تمہارے ہی شفقت خوکردۂ تغافل　　میں وہ مجھے تغافل ہر اشتباہ شفقت
آنکھیں بچھائے بیٹھا ہوں کب سے آرزو میں　　چشم کرم ادھر بھی صاحب زراہ شفقت

تم کو قسم ہے میرے حرماں نصیب جی کی
میں کب سے منتظر ہوں مجھ پر نگاہ شفقت

حسرت بھری صدا

وہ پیدا نے خلش ہے آہ اسیر قلب مضطر پر　　نظر آتا ہے اک قطرہ لہو کا نوک نشتر پر
شب غم میں گریں کچھ آہ ایسی بجلیاں سر پر　　گماں نبض رگ شعلہ کا ہے ہر تار بستر پر

شرار جستہ کا دھوکا ہے مجھکو جسم لاغر پر

تپ سوز دروں نے دل میں ڈالے سینکڑوں چھالے　　مجھے ڈر ہے کہیں نالہ سوزاں سے پکا لے
پریشاں زخم گیسو ہیں کہ لہراتے ہیں دو کالے　　شب غم میں کہاں آنکھوں میں وہ [illegible]

برستی ہے اداسی مجھ میں اب دیدۂ تر پر

چبھوتا ہے مرے پہلو میں رہ رہ کر کوئی نشتر　　ٹپکتا ہے کلیجہ چشم تر سے [illegible]
ترنگ [illegible] غنچوں سے شگفتہ ہو دل مضطر　　وہ [illegible] کہاں [illegible]

کردیتے جا بجا اب اشک گلگوں کچھ ہیں چادر پہ

آہ نقشہ اب کہاں گلا سا شان لیلائی کا — وہ عالم قد رعنا میں کہاں رنگین ادائی کا
گلہ کیسے کروں میں بخت بد کی نارسائی کا — نہ پوچھو مجھ سے کچھ عالم خلش ہائے جدائی کا
شب غم میں بدلتی کروٹیں ہوں نوک خنجر پہ

درد دل اپنا سہے سر پھوڑتی ہوں کنج غربت میں — تڑپتی لوٹتی ہوں رات بھر آغوش حسرت میں
سیہ روزی ازل سے ہی ودیعت میری قسمت میں — اداسی گھر پہ ایسی چھا رہی ہے شام فرقت میں
گمان حلقۂ ماتم ہے مجھکو حلقۂ در پہ

کوئی کالی بلا سے یا پریشاں رخ پہ ہیں گیسو — قضا کے نیچے وہ شام غم میں ہیں مگر ابرو
نہ آنکھوں میں وہ جادو ہے نہ اب عشوۂ دلجو — نہ وہ ان ہیں چھپکے چھپکے عارض گلگوں پہ آنسو
چمن میں جس طرح شبنم کے قطرے ہوں گل تر پہ

نہ نکلے جسکے ارمان وہ دل ناآشنا ہوں میں — فغان بے اثر ہوں نالۂ حسرت فزا ہوں میں
نہ گلگونہ ہوں چہرے کا نہ ہاتھوں کی حنا ہوں میں — وہ بیکس ہوں شہید برش تیغ جفا ہوں میں
نہ پوچھو کچھ قیامت کے ہیں صدمے قلب مضطر پہ

کہوں کیا کس کشاکش میں ہے جان ناتوان میری — کلیجہ تھام کر اٹھتی ہے ہر پل سے فغان میری
وہ جوڑا ہے عروسی کا نہ اب وہ چندریاں میری — وہ بیکس ہوں کہ توڑیں آسماں نے چوڑیاں میری
وہ شیشہ ہوں کہ دے پٹکا فلک نے مجھکو پتھر پہ

نہ اب ذوق آرائش نہ ہے وہ شان برنائی — سیاہی اب ہے زلفوں کی سواد شام تنہائی
نہ آئینہ ہے خلوت میں نہ شوق جلوہ آرائی — کہاں چمپا کلی میں آہ وہ اگلی سی رعنائی
خزاں چھائی ہوئی ہے حسن کے بوٹے زیور پہ

وہ دوڑی اب کہاں سر سے میری چشم گریاں میں ‏ ‏ ‏ کہ آنکھوں میں جہاں تاریک ہے شبہائے ہجراں میں
نہیں اب طاقت فریاد میرے قلب نالاں میں ‏ ‏ ‏ گرایا ناتوانی نے ہے جب سے کوئی بحران میں
لگاتا ہے زمانہ مجھکو ٹھوکر پہ آہ! ٹھوکر پر

یہ دل ننھا سا پہلو میں یہ صدمہ روز فرقت کا ‏ ‏ ‏ جوانی کی یہ راتیں اور یہ عالم یاس و حسرت کا
کبھی شکوہ مقدر کا کبھی رونا ہے قسمت کا ‏ ‏ ‏ رنڈاپے کا بھی صدمہ اف یہ صدمہ کس مصیبت کا
اٹھاؤں کس طرح کمبخت ٹوٹا ہے فلک سر پر

کلیجہ چٹکیوں میں کوئی رہ رہ کر مسلتا ہے ‏ ‏ ‏ کوئی قیمہ قیمہ کرکے ہاتھوں سے دل مضطر کو ملتا ہے
برنگ شمع مغز استخوان شب بھر پگھلتا ہے ‏ ‏ ‏ نہ آتی ہے اجل مجھکو نہ میرا دم نکلتا ہے
قضا بھی رحم اب کرتی نہیں مجھ زار و لاغر پر

شیون داغ

پھولوں میں اُس کے ہے بوئے قبائے داغ ‏ ‏ ‏ آتی ہے بھینی بھینی کہاں سے ہوائے داغ
منہ اپنا آئینہ میں ذرا دیکھ او قمر! ‏ ‏ ‏ دے مجھکو وہ سے نہ فریب ادائے داغ
آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں ‏ ‏ ‏ تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے داغ
دلسوز ایک ہے تو شب غم میں چراغ گور ‏ ‏ ‏ آتی ہے تیرے پھولوں سے خوں روائے داغ
خاموش ہیں بہار میں مرغان نغمہ سنج ‏ ‏ ‏ ہے ہر جگہ ہر سے نالۂ رنگیں نوائے داغ
نرگس پہ ناز نہ کر چشم یار کش ‏ ‏ ‏ لینا ہے تجھ سے حشر کے دن خوں بہائے داغ
چھپتے ہی آہ! عید کا تو چاند ہو گیا ‏ ‏ ‏ نکلا نہ ایک شب مہ جلوہ فزائے داغ
نکلے شکوہ سے کہ جنازہ ہے داغ کا ‏ ‏ ‏ گلگوں قبائے داغ ہے رنگین ردائے داغ

اٹھی زمیں سے آہ اٹھا لے گنبد مزار! — خاموش ہو کے بیٹھ گئی کیا صدائے داغ
تلووں سے ملکے پھینک دیا کیوں عروس دہر — چوٹی کا پھول تھا گل رنگیں ادائے داغ
پڑھتے ہیں ماہ و مہر شب و روز فاتحہ — جس سرزمیں پہ آہ ہے خلوت سرائے داغ
ہنستے نہیں حدیقۂ بزم سخن کے پھول — اے وائے! موج خندۂ دنداں نمائے داغ
پھولا ہوا ہے لالۂ صحرا مزار پر! — جوش جنوں! ہے دیکھئے قابل فضائے داغ
منہ میں زباں کہاں ہے کہ زخم جگر کریں — شرح حدیث نطق ترنم سرائے داغ
اے چرخ لو وہ بھی مٹ گیا قصہ ہوا تمام — لوح سخن پہ ایک تھا نقش وفائے داغ
ہم کیا کہیں جو ہم کو دکھائے ہیں سبز باغ — داغوں پہ آئے افلاک! ہیں دیے تجھے ہائے داغ
تھا بزم آرزو میں ابھی ماتم امیر — اب دل سے آ رہی ہے صدا ہائے ہائے داغ

ہر دم زمانہ داغ دگرگونہ در دہد!
یک داغ نیک نا شدہ داغ دگر دہد!

نوحہ بر وفات بالمکند صاحب گپتا

آنکھوں کو کیوں ہے بارش خون جگر پسند — ہونٹوں کو کیوں ہے نالۂ شورش اثر پسند
غم کیوں ہے تجھ کو اے دل شوریدہ سر پسند — دنیا سے آہ کس کو ہے عزم سفر پسند

جاتا ہے آج شہر [illegible] ہستی سے آہ کون
نظروں میں کر چلا ہے زمانہ سیاہ کون

خاموش کیوں ہے بزم سخن آہ کیا ہوا — ہندوستاں سے وارث سخن آہ کیا ہوا
[illegible] آہ کیا ہوا — جوہر شناس اب سخن آہ کیا ہوا

کشتی تباہ کیوں ہے دل دردمند کی
دنیا سے کس نے آہ یہ رحلت پسند کی

کیوں بیقرار اے دل خونیں جگر ہے تو | کیوں اشکبار اے مژہ چشم تر ہے تو
اے صبر کیا ہوا تجھے کیوں نوحہ گر ہے تو | اے داغ کس کے غم میں چراغ سحر ہے تو

یہ آہ کون محفل ہستی سے اٹھ گیا
خیمہ یہ کس کا منزل ہستی سے اٹھ گیا

اے شام درد و غم کی سحر دا مصیبتا | باندھا کس نے رخت سفر وا مصیبتا
کس کے غم میں اہل نظر وا مصیبتا | ویراں ہے بزم علم و ہنر وا مصیبتا

پنہاں ہے آہ! ماہ سپہر ادب یہ کون
اک داغ دے گیا دل حسرت طلب یہ کون

آگ لگ رہی ہے تپ سوز نہاں کی ہے | گرمی جگر میں آہ! یہ آہ فغاں کی ہے
دل میں خلش یہ کس الم جانستاں کی ہے | پہلو میں آہ! نوک کھٹکتی سناں کی ہے

نشتر ہے غم کا شہرگ جان میں چل رہا
ہے چپکے چپکے کوئی کلیجہ مسل رہا!!

اے یہ بھی یہ سانحہ جانگزا ہے کیا | یہ ہائے ہائے نالہ خون نوحہ ہے کیا
اے درد اٹھ کے دیکھ یہ آہ و بکا ہے کیا | لب پر یہ جوش نالۂ حسرت فزا ہے کیا

تسکین قلب ہے نہ شکیب جگر ہے تو
نے صبر کس کے سوگ میں حشت اثر ہے تو

یہ ہو تیرا دل خون گشتہ ہے گیا | تو کس کے غم میں خون جگر پھٹ کے بہہ گیا

دنیا کو خیرباد کوئی آج کہہ گیا | ماہ سپہر فضل و ادب آہ گھر گیا

ظلمت غم و الم کی مسلّط جہان پہ ہے

صدمہ غضب کا آہ! دل ناتوان پہ ہے

اوج کمال کا مہِ کامل کدھر گیا | تھا اک چراغ رونق محفل کدھر گیا

ویران وہ میکدے تیرے منزل کدھر گیا | ہے ہے! تیرا اڈیٹر فاضل کدھر گیا

وہ مہر آسمان فصاحت کہاں ہے آج

وہ آفتاب اوج بلاغت کہاں ہے آج

اے تاج نثر کے دُر یکتا کہاں ہے تو | باغ ادب کے اے گل رعنا کہاں ہے تو

او گلبن ریاض تمنا کہاں ہے تو | نظریں ہیں ڈھونڈھتی تجھے گیا کہاں ہے تو

شوخی کہاں وہ اب لب رنگین نوا میں ہے

تیرا غبار آہ! پریشان ہوا میں ہے

ہے ہے وہ تیری شوخی طرز بیان دریغ | اے مرگ ناگہاں! یہ غم جانستان دریغ

ایسا گہر ہوا آہ! زمین میں نہاں دریغ | اے مرگ ناگہان! یہ غم جانستان دریغ

یہ جوش غم یہ رنج و الم وا مصیبتا

اے چرخ بار کش یہ ستم وا مصیبتا

خاموش کیوں ہے طوطیِ شکر فشاں چہک | باغ سخن کے بلبل رنگین بیان چہک

آ ایک بار بزم احبا میں ہاں چہک | روح القدس سے خلد میں ہے ہم زباں چہک

مدت ہوئی کہ تیرے ترانے سنے نہیں

خواب عدم کے آہ فسانے سنے نہیں

وہ آہ! تیری شوخیِ تحریر کیا ہوئی — فقرے وہ چُست چُست۔ وہ تقریر کیا ہوئی
طرزِ بیان کی وہ تیرے تاثیر کیا ہوئی — جس کے اسیر ہم تھے وہ زنجیر کیا ہوئی
لب ہیں خموش طرزِ تکلّم کو کیا ہوا
جنبش نہیں ہے موجِ تبسّم کو کیا ہوا

خاموش آہ! بزمِ احبّا کئے ہوئے — جاتا کہاں ہے داغ جگر پر دئے ہوئے
ہم تیرے سوگ میں غمِ دنیا لئے ہوئے — بیٹھے ہیں آہ! ن تمنا پئے ہوئے
دیکھے جو تو تجھکو دکھائیں جگر کے داغ
ناسور ہو گئے ہیں دلِ نوحہ گر کے داغ

او جانے والے! پھیر کے ادھر دیکھ لے ذرا — آنکھوں سے رنگِ خونِ جگر دیکھ لے ذرا
اپنی گلی میں خاک بستر دیکھ لے ذرا — اک بار تو اٹھا کے نظر دیکھ لے ذرا
ہم کب سے آہ! خاک اڑاتے ہیں راہ میں
اور سو رہا زمین کی ہے تو خوابگاہ میں

نقشِ حیات تیرا زمانہ مٹا چکا — رنگِ نشاطِ بزمِ شبانہ مٹا چکا!
رنگین نوائیوں کا ترانہ مٹا چکا — جادو نگاریوں کا فسانہ مٹا چکا!
باقی ہوا میں اب نہیں تیرا غبار بھی
اٹھتی نہیں ہے راکھ سے تیرے شرار بھی

او نجمِ آسمانِ فصاحت کہاں ہے تو — او مہرِ سپہرِ بلاغت کہاں ہے تو
او طوطیِ ریاضِ ظرافت کہاں ہے تو — او عندلیبِ گلشنِ جدت کہاں ہے تو
ہے ہے! تیرے خیال کی وہ تانہ کاریاں

دلکش وہ تیر نثر وہ جادو نگاریاں

تو اور ادیب مصر معانی کدھر گیا ہمراہ تیرے دفتر علم و ہنر گیا
دنیا سے آہ کیا ترا رخت سفر گیا پہلو سے صبر دل سے شکیب جگر گیا

اب تک وہی ہے تیرا الم جان شکن ہے حیف
اب تک وہی ہے تیرا غم درماں شکن ہے حیف

پہلو میں اٹھ کے درد سے ہچکیاں لیے یہ الٹی الٹی سانسیں دل ناتواں لے
میں خود ستم زدہ ہوں مرا امتحاں نہ لے یہ انتقام اے ستم آسمان نہ لے

میرے جگر پہ آہ! نہ یہ غم کا داغ دے
سو داغ دے مگر نہ یہ ماتم کا داغ دے

بیکس سمجھ کے مجھ پہ نہ کر آسماں ستم تیرے ستم بلا کے ہیں نامہرباں ستم
یہ حادثہ غضب یہ غم ناگہاں ستم اُف اُف! یہ داغ یہ الم جانستاں ستم

بادِ اجل! بجھا نہ تو ایسے چراغ کو
تو کاٹتا نہ میرے کلیجے کے داغ کو

ہے کس کو رونا تا فلک ہے یہ تازہ تو کیا ڈھا رہا ستم ہے یہ او فتنہ ساز تو
کس پر کرے گی فکر رسا اب تو ناز تو ایسا کہاں سے لائے گی جادو طراز تو

سانچے میں کون ڈھالے گا اردو زباں کے شعر
تھی لاجواب طوطی شکر فشاں کی نثر

شیریں سخن کے چشمے تراجم وہ شوخ و شنگ وہ میر آہ وہ تیرے طرز بیاں کا رنگ
وہ تیرا انداز طبع وہ تحریر کی امنگ تیر ناصر کلک تھی یا تھی صدائے چنگ

جادو بھرا تھا کوٹ کے تیری زبان میں
شوخی غضب کی تھی ترے طرزِ بیان میں
ندرت طراز و نادرہ شیوا بیان تھا تو   نکتہ شناس و نکتہ رس و نکتہ دان تھا تو
یکتائے روزگار و وحید الزمان تھا تو   سچ تو یہ کہ نازشِ اردو زبان تھا تو
اعجاز تھا قلم میں تو جادو زبان میں تھا
نیرنگ ساحری ترے طرزِ بیان میں تھا
ہے آہ تیرے سوگ میں بزمِ سخن خموش   پژمردہ غنچہ جان گیا چراغ سحر خموش
لب پر او ہے بیتابِ شورش اثر خموش   اور تو تہ زمین ہے افسانہ داد گر خموش
کیا جانے آہ! محو ہے تو کس خیال میں
رنگِ سکوت ہے ترے بول و چال میں
تیرے قلم کی آہ روانی کدھر گئی   ندی چڑھی تھی طبعِ روان کی اُتر گئی
ہمراہ تیرے تاب و شکیبِ جگر گئی   افسوس دل کے ساتھ تمنا بھی مر گئی
حسرت [illegible] تیرے ہاتھ میں مر مٹی
اک بیکسی تھی وہ بھی ترے غم میں مر مٹی
اُف اُف یہ حادثہ ستم آسمان دریغ   ہے ہے یہ سانحۂ اجلِ ناگہاں دریغ
لب پر یہ شور نالہ و آہ و فغاں دریغ   یہ حال ہے اے دلِ فریاد خواں دریغ
غم مجھکو ہے نہ تو کہیں اس غم میں مر مٹے
حسرت نہ مرنے والے کے ہاتھ میں مر مٹے
دیوانہ ہو گیا ہے ذرا اب تو صبر کر   اُو مبتلائے کربِ بلا اب تو صبر کر

ہے اگرچہ غم یہ ہوش دبا اے تو صبر کر کب تک یہ شور و دیکا اے تو صبر کر

پہلو میں میرے اب نہ دل خستہ جاں تڑپ

اتنا بھی غم سے سنبھل کے ذرا ناتواں تڑپ

ڈرتا ہوں آرزو کا کہیں دم نکل نہ جائے پہلو میں اٹھ کے درد تمنا مچل نہ جائے

گردن پہ بیکسی کی چھری غم کی چل نہ جائے دل خون ہو کے جوشش گریہ ابل نہ جائے

ارمان مر مٹیں گے نہ انکشاف کر

کمبخت اے تو صبر ذرا اختیار کر

صدمہ بھی جب ہو صبر شکن تو کہاں کا صبر آساں نہیں ہے حادثہ ناگہاں کا صبر

دشوار ہے بہت ستم آسمان کا صبر پڑ جائے آہ اجل کسی خستہ جاں کا صبر

دست ستم نہ آہ تمنا پہ کر دراز

کہ ریسمان ظلم نہ ہو بیداد گر دراز

ہے بے قرار درد تمنا تیرے لئے لائیں کہاں سے ڈھونڈھ کے گنجینہ تیرے لئے

ماتم نشین ہے بزم احبا تیرے لئے روتی ہے نظم و نثر کی دنیا تیرے لئے

اے بلبل ریاض معانی کہاں ہے تو

اے عندلیب سحر بیانی کہاں ہے تو

جادو نگار سحر رقم وا مصیبتا تو اور سکوت خواب عدم وا مصیبتا

یہ رنج یہ تعلق یہ الم وا مصیبتا اے آسمان یہ طرز ستم وا مصیبتا

وہ گلستاں " آہ تو ہمیں داغ فراق دے

بجلی گرا کے سوز غم اشتیاق دے

بے مہر و بیوفا تجھے دنیا کہیگی کیا ماتم کدہ ہے۔ بزم احبا کہیگی کیا
لوٹی گئی ہے۔ تجھکو یہ دکھیا کہیگی کیا خوں ہوگئی۔ غریب تمنا کہے گی کیا

تیرے ستم سے آہ! کوئی دادرس نہیں
بیدرد تو کسی کا بھی فریادرس نہیں

صیاد مرگ شوق سے ہمکو ہلاک کر یوں تیرے غم نہ مار کلیجے یہ تاک کر
پہلو کو یوں نہ رشتۂ ماتم سے چاک کر جھگڑا ہمارے ہستیِ فانی کا پاک کر

مٹ جائیں کاش دہر سے ہستی کم نصیب
ہوں آہ! جیتے جی تو نہ یہ داغ غم نصیب

چرکوں پہ اے اجل! نہ یہ چرکے جگر پہ دے ظالم! نہ اب نوک سنان نشتر پہ دے
یہ داغ بیکسی نہ دلِ نوحہ گر پہ دے دیتے نہ ماہ و مہر سپہر منیر پہ دے

تارے نہ اوجِ عالمِ امکان کے توڑ تو
خوش رنگ ہیں یہ گل نہ گلستاں کے توڑ تو

رنگین ادا ہیں آہ! یہ باغ سخن کے پھول چوٹی کے پھول ہیں یہ ہمارے چمن کے پھول
کلیاں ہیں موتیا کی نہ یاسمن کے پھول جادو نگار ہیں یہ ہمارے وطن کے پھول

اے آسمان! ان پہ نہ برق ستم گرا
نازک یہ پھول ہیں نہ کوہ الم گرا

باغ ادب کے گل ہیں یہ دست اجل نہ توڑ ہیں خوشنما غضب کے یہ ظالم کنول نہ توڑ
نورس ہیں آہ! نخل تمنا کے پھل نہ توڑ ان کا کہاں زمانے میں نعم البدل نہ توڑ

ہے ان گلوں کا رنگ فصاحت ثبات ہا

ان سے مشامِ علم و خرد ہے مہک رہا

داغوں پہ اے فلک ابھی دیتا تھا تو نئے داغ — تیر نگہوں نے تیرے دکھائے ہیں سبز باغ
بے مہریوں سے تیری ہے ظالم کسی کا داغ — تو نے بجھا جلا کے دیا ہے بہت چراغ

تیرے ستم غضب کے جفائیں بلا کی ہیں
گردش میں تیرے آہ ادائیں قضا کی ہیں

اے وائے ناظم تیرا دل سے ابھی غم گیا نہ تھا — ہم سوگوار تھے تیرا ماتم گیا نہ تھا
سینے سے جوش نالۂ پیہم گیا نہ تھا — دل سے بخار آہ شرر دم گیا نہ تھا

منجدھار میں پڑی ہوئی کشتی سکون کی تھی
آنکھوں سے آہ! نہر رواں موج خون کی تھی

تھا مجھکو تیرا رنگ تصوف رلا رہا — اور تو گلوں پہ خلد کے تھا چہچہا رہا
وحدت کا گیت تو لے کے شر تھا گا رہا — مرغانِ قدس کو تھا ترانے سنا رہا

جوش بکا ادھر دل اندوہگیں میں تھا
اور تو ترانہ ریز بہشت بریں میں تھا

اے چرخ تو نے اور دیا دل پہ ایک داغ — بزم سخن کا کر دیا گل وہ اک چراغ
چھلکا دیا اور ساقی گردوں نے ایک ایاغ — ٹھکرا دیا اور بزم میں ایک کاسۂ دماغ

اب یہ ادیب فاضل یکتا بھی اٹھ گیا
رخت سفر اٹھا تیرا یکتا بھی اٹھ گیا

اک اور وار دل پہ ہوا آسمان کا — الٹا ورق زمانے نے ہندوستان کا
لو ختم ہو گیا خمِ اردو زبان کا — پیمانہ بھر گیا مرے رنگین بیان کا

سوئے مزار دوش پہ احباب لے چلے
تیرے لئے زمین دُرِ نایاب لے چلے

رکھنا سنبھال کر یہ ودیعت ہماری ہے — محشر میں تجھ سے لیں گے امانت ہماری ہے
ہاں تجھ سے اے زمین یہ منت ہماری ہے — ہے یہ جنت اس سے محبت ہماری ہے

ہو یہ نہ خاک یہ دُرِ یکتا : آہ ! ہو
پرسش نہ تجھ سے حشر میں اور رُو سیاہ ہو

اے گنج شائگان فضیلت کہاں ہے تو — کیا آہ! خاک عدم میں نہاں ہے تو
کس بوستاں کا بلبل رنگین بیاں ہے تو — کس آسمان کا ماہ تجلی فشاں ہے تو

تارے کدھر گئے تیرے اوج کمال کے
سیارے کیا ہوئے تیرے برجِ خیال کے

تو کیا گیا فصاحتِ اردو زبان گئی — فکر بلند و جدت طرز بیان گئی
کیا تیری روح جانب باغ جناں گئی — رونق سخن کی بلبل ہندوستان گئی

رنگین بیانیوں کے جو جھڑتے دہن سے پھول
دامن میں چنتے تھے ترے باغ سخن کے پھول

ہیں تیرے غم میں آہ! احبا ملول اب — چنتے ہیں تیرے گور غریباں میں پھول اب
رنگینیِ بیان ہے نہ حسنِ قبول اب — وحشت فزا ہیں باغ سخن کے پھول اب

افسوس وہ گلاب کے تختے کدھر گئے
وہ احباب کے تختے کدھر گئے

تیرا زرہ خیال ہے کیتا کہاں تیرا — جاتا کدھر ہے توسن عمر رواں تیرا

جائیگا جیتے جی نہ غم جانستان تیرا — برسوں رلائیگا الم خونچکان تیرا
جب تیری یاد آئیگی احباب روئینگے
آنکھوں سے سیل بارش خوناب روئینگے

او جانے والے ہمکو بھی لے چل سوئے عدم — تیری مفارقت کا نہ اٹھیگا ہمسے غم
کس کسکو روئیں کیسے کریں ہائے صبر غم — ہم ناتواں ہر ہیں۔ یہ کیونکر سہیں غم
دو "گپتا" کا داغ دو "رام" کا غم وا مصیبتا
اے چرخ! یہ ستم یہ ستم وا مصیبتا

یہ نالہائے تاب شکن آہ! تا کجا — اے دل یہ جوش رنج و محن آہ! تا کجا
لب پر یہ دردناک سخن آہ! تا کجا — ہے ہے۔ یہ ذکر گور و کفن۔ آہ! تا کجا
ہم کس کو روئیں آہ! یہ دنیا ہے رفتنی
اے چشم تر! یہ بزم تماشہ ہے رفتنی

غمخانہ آرزو کا یہ دار المحن ہے حیف — انجام کار دہر کا دو گز کفن ہے حیف
ہے ساز نالہ جس میں یہ وہ انجمن ہے حیف — قبضہ خزاں کا جسمیں ہے یہ وہ چمن ہے حیف
وہ پھول ہے کہ جس میں شمیم وفا نہیں
وہ داغ ہے کہ کس کے جگر پر لگا نہیں

گر صبر نالہ کش دل آشفتہ سر نہو — اے بیکسی! ہے غم کی بھی حد تو حد گر نہو
اے صبر مجھ غریب سے وحشت اثر نہو — اے موج گریہ لجۂ خون جگر نہو
عبرت سرائے دہر پہ رونے سے فائدہ
اے دل! تڑپ نہ جان کے کھونے سے فائدہ

دل ہی نہ ہو تو کیا کوئی آہ و فغاں کرے
کیا سرگزشت درد تمنا بیاں کرے

تجھ پر ہزار بار ستم آسماں کرے
ٹھنڈی جلا جلا کے تری استخواں کرے

ہائے او ادیب منشی جادو نگار شعر
برسوں اڑینگے راکھ سے تیرے شرار شعر

نوحہ وفات شمس العلما آزاد صاحب مرحوم

تو کہاں ہے آہ اب وہ نازش بزم سخن
محشرستان عزاداری ہے تیری انجمن

تیرے غم میں تیرے دیوانے ہیں سرگرم تپش
بجھ گئی شمع اور پروانے ہیں سرگرم تپش

چھپ گیا کیا آہ تو اے نیر اوج کمال
شام غم کا ہے سیہ خانہ ترا بزم خیال

تیری محفل میں کہاں اب وہ چراغ آرزو
اب نظر آتا ہے اک دھندلا سا داغ آرزو

اب نہ وہ صحرا نوردی ہے نہ وہ ایذائے خار
اب اڑاتی پھرتی ہے باد صبا تیرا غبار

اب کہاں دل کی کلیاں اب کہاں جوش جنوں
اب کہاں زلف پریشاں وش پہ دو جوش جنوں

اب رگ جاں میں کہاں وہ نوک نشتر کی خلش
جسم لاغر میں کہاں اب تار بستر کی خلش

اب کہاں وہ آہ! سر پر طرۂ دستار کج
جوش وحشت میں کہاں وہ شوخی رفتار کج

اب کہاں وہ صحبت احباب سے بیگانگی
نازش فرزانگی اب وہ کہاں دیوانگی

تیرے آشفتہ بیانی کا وہ اب عالم کہاں
شاہد مضمون کے وہ گیسوئے برہم اب کہاں

ساز ہستی اب ہے تیرا بے صدا زیر زمیں
تیرے ماتم میں ہے اک محشر بپا زیر زمیں

پرزے پرزے ہے لحد میں اب گریبان کفن
بخیۂ وحشت سے ہے صد چاک دامان کفن

تجھ پہ عجب دلکش ہے اب انداز تیری خواب کا
گوشۂ مرقد ہے گہوارہ دل بیتاب کا

مرحبا اے دانش آموز دبستان ادب ۔ تو وہ دیوانہ تھا قایم تجھ سے تھی شان ادب
ایسے دیوانے کہاں پیدا ہیں اب روشن دماغ ۔ ہو گئی مرنے سے تیرے بزم دہلی بے چراغ
اک ترے دم سے تھی قایم شان معراج سخن ۔ آسمان رکھیگا کس کے سر پہ اب تاج سخن
چٹکیاں پہلو میں لیگا کس کا انداز بیان ۔ کسکی باتیں اب چبھیں گی دلمیں بنکر برچھیاں
دلکو تڑپائیگی کس کے نوک مژگان کی خلش ۔ کچھ عجب لذت فزا تھی تیرے پیکانکی خلش
آہ! یوں کھینچے گا نظم و نثر کی تصویر کون ۔ اپنے دیوانوں کو پہنائیگا اب زنجیر کون

چتوڑ کی گذشتہ عظمت

خاک میں تیری ملے وہ جو ہیں گہر تھا ۔ منہ چھپائے ہے اب یہیں پیوستہ عظمت کا نشان
رزم گہ میں باندھکر آتی ہوا دھ چاروں ۔ کیوں نکلتی ہے رکھ دی ہے آہ تیغ خونفشان
اب وہ عنصر ہے نہ پیکر ہے نہ وہ جوش ہے نہ جود ۔ تیرے مردان دلاور کا وہ زیور ہے کہاں
آہ! جس لو ہے پہ آئے چتور تھا تجھکو غرور ۔ تیرے پاؤں میں پڑا آخر وہ بن کر بیڑیاں
خون رلاتی ہے تیری نوک سنان کو دلکی یاد ۔ نیزے کے نشتر لیتی ہے اب تک جگر میں چٹکیاں
او کمان کش! یاد کرکے کارنامے تو تیرے ۔ روتی ہے رکھ رکھ کے پہلے تیر کا منھ پر کمان
دلمیں گھر کرتی نہیں اب تیر نیزوں کی خلش ۔ نوک کی لیتی نہیں اب آہ! تیری برچھیاں
بجھ کے ٹھنڈی ہو گئی خون میں وہ تیغ آبدار ۔ آگ جسمیں آہ تھی دوزخ کے شعلوں کی نہاں
صفحہ تاریخ جن قصوں سے خون میں بھر گیا ۔ تیرے سوفار دیکھے لب پہ مٹ گیا اب تک جو تھا
مٹ گیا افسوس! تیرے تاجداروں کا غرور ۔ وہ ریاست کے نظارے ہیں نہ باغوں کی کلیاں
پھول میں شہرت کے تیرے آہ کمہلا ہو گئے ۔ تیرے گلشن میں ہے اب چھائی ہوئی پیہم خزاں

خونچکاں ہیں تیرے کشتوں کا کفن زیر زمیں | رنگ لایا آہ! آخر انقلاب آسمان
وہ غرور تاجداری ہے نہ وہ شان شہی | خاک کے پیوند ہیں اب آہ! تیرے حکمراں
جن پہ چڑھتے تھے بسالت کے لئے اب تیر | کنج مرقد میں ہیں تہ بالش سنگ گراں
رزم میں داد شجاعت دی تھی اکبر کے خلاف | خون پانی ایک کر کے تیرے شیروں نے جہاں
مدتوں لوہے سے لوہا ہر جگہ بجتا رہا۔ | تھے جہاں تیغ آزما کل یہ کلہ دو جوان
کارناموں کو تیرے بھولی نہیں وہ سرزمیں | تیری عظمت کی ہے اب تک آہ! لب پر داستاں
اب کہاں ہے آہ! وہ بحر تہور کا نہنگ | جسکی ہیبت سے دہلتے تھے زمین و آسماں
خون اگلتی تھی ہے لحد میں اب وہ تیغ شعلہ رنگ | جسنے برسوں غنیم کی صفوں پر گرائی بجلیاں
دفن تیری خاک میں ہیں دفن موتی سینکڑوں | سچ بتا! ایسا بھی کوئی در یکتا ہے یہاں
فخر اب کس پر کریں گے آہ! تیرے راجپوت | تیرے سر سے اٹھ گیا افسوس تاج عز و شاں
اب تیرے قلعہ پہ آہ چتور لہراتا نہیں | کیا ہوا وہ آہ! تیرا پرچم نصرت نشاں
تیرے ایوانوں میں ہے چھائی ہوئی بے رونقی | اب وہ تخت مرصع ہے نہ تاج زرفشاں
اب وہ سطوت ہے نہ شوکت ہے نہ وہ جاہ و حشم | مٹ گئے برد رفتہ تیری عظمت کے نشاں
دوست کیا روتے ہیں دشمن تیرے حال زار پہ | تیری حالت ہو گئی یہ کیا! بنصیب دشمناں
لہلہاتی تھی تیرے تمناؤں کی پود جو | آسماں تجھ پہ تجھ پہ ایسی گرائیں بجلیاں
تیرے پودے تو نہیں ہیں پھر بھی آہ! گلشن میں | ہنسنے نہ پایا چھا گئی تیرے حدیقے پر خزاں

لالہ و گل کا شگفتہ ہے چمن زیر زمیں
پھول ہیں یعنی تیرے خونیں کفن زیر زمیں

ایک اجل رسیدہ کی تمنا

اک مشتِ خاک کا ہو یہ انجامِ کار حیف
تف! تجھ پہ تف ہو ہستیٔ ناپائیدار حیف

احباب دفن کر کے ہمیں کیا چلے گئے
آئے نہ دیکھنے کو بھی سوئے مزار حیف

پوچھا نہ اقربا نے بھی آکر اجل نصیب
کٹتے ہیں کسطرح تیرے لیل و نہار حیف

ہو کر شریک گراں ہوئے ایسے کہ بعد مرگ
یاروں کے دوش پہ بھی جنازہ تھا بار حیف

ہمکو تو اب بھی خون رلاتا لحد میں ہے
اخلاص بھائیوں کا وہ بہنوں کا پیار حیف

پوچھا مگر کسی نے نہ اتنا پس فنا
صحرا میں کس غریب کا ہے یہ مزار حیف

فرصت قضا نے آہ! دمِ واپسیں نہ دی
ٹھہری نہ آہ! زندگیٔ مستعار حیف

بالیں پہ روتے ہی زن و فرزند رہ گئے
احباب لیچلے ہمیں سوئے مزار حیف

ارمان مر گئے۔ غریب تمنا کا خون آہ!
کیا کیا ہوئے خدنگِ اجل کا شکار حیف

جس پر کبھی گراں تھی قبائے حریر چین
لپٹا ہوا کفن میں ہے وہ جسمِ زار حیف

وائے وائے! ہمکو جن کے تناسب پہ ناز تھا
اعضا ہیں اب تو مشتِ غبار حیف

کھاتا ہے اب وہ کاسۂ سر آہ! ٹھوکریں
دلکش تھے جسکے زیست میں نقش و نگار حیف

سبزہ ہمارے قبر پہ اُگ رہا ہے اب
محوِ خرام یا تھے لبِ سبزہ زار حیف

یا فصلِ برشگال کا منظر تھا سامنے
مجمع تھا دوستوں کا لبِ جوئبار حیف

کرتا ہے آکے یاں گہرِ اشک آب نثار
رو کر ہماری خاک پر ابرِ بہار حیف

رونق وہی چمن کی ہے اک ہم نہیں تو کیا
ہے جوشِ گل وہی وہی بانگِ ہزار حیف

شیشہ وہی ہے۔ جام وہی میکدہ وہی
ساقی وہی ہے اور وہی بادہ خوار حیف

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کمبخت کم نہیں
حسرت یہ ہے لحد میں کہ دنیا میں ہم نہیں

جان پدر سفر کے ہو قابل کہاں ابھی
ٹھیرے رہو ذرا مرے سرو رواں ابھی

بوٹا سے قد یہ کہدو نہ چہائی خزاں ابھی
دن گہر میں کھیلنے کے ہیں اے مری جاں ابھی

جلنے کا عزم ہے جو دل ناصبور کو
ہیں ساتھ لے چلو نگاہ حسیں کا نور کو

نوحہ وفات شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم

گھٹا چھائی ہوئی ہے چار سو کیوں آج ماتم کی
عروس شب نے کس کے غم میں اُلٹا یہ زیر برہم کی

صدائے جان گسل ہے لب پہ کیوں فریاد پیہم کی
خلش کیوں شہر کی جان ہیں ہے یارب نشتر غم کی

رواں ہے سیل خون آرزو کیوں چشم گریاں سے
ٹپکتا ہے لہو بنکر جگر کیوں نوک مژگاں سے

غم و اندوہ و حرماں ہیں کس کے سوگوار دیں
تمنا پیٹتی ہے رو کے سر کیوں اشکبار دیں

یہ غم ہے کسکی مرگ ناگہاں کا غمگسار دیں
قضا نے ڈالدی ہلچل ہے کسکے جان نثار دیں

لگائی آگ تو نے نالہ آتش فشاں کیسی
تڑپتی آرہی ہیں آسمان سے بجلیاں کیسی

زباں پر ہے پیہم آج شور الاماں کیسا
جگر سے اٹھ رہا ہے آہ! سوزاں کا دھواں کیسا

کلیجہ آرہا ہے منہ کو ہنگامہ فغاں کیسا
یہ ہنگامہ قیامت کا ہے مرگ ناگہاں کیسا

اعزا رو رہے بالیں پہ ہیں یہ کس کے ماتم میں
کہ اک اک اشک طوفاں خیز غم ہے چشم پرنم میں

نشاں لہرا رہے ہیں ہند میں کیوں آج ماتم کے یہ ہے کیسی غم آرائی یہ کیوں ساماں ہیں غم کے
لہو کے آہ! فوارے ہیں چھینٹے اشکِ پیہم کے کہ تختے بزمِ ماتم کے ہیں حلقے چشمِ پُرنم کے
قیامت کی تپش ہے آہ! قلبِ ناشکیبا میں
خلش ہے نوکِ نشتر کی رگِ جانِ تمنا میں

یہ کیا اندھیر ہے تاریک آنکھوں میں جہاں کیوں ہے سوادِ بزمِ ماتم خطۂ ہندوستاں کیوں ہے
محیطِ حلقۂ گردابِ چشمِ خوں فشاں کیوں ہے غریقِ لجۂ غم کشتیِ صبر رواں کیوں ہے
نہ پوچھو کچھ قیامت کا ہے صدمہ قلبِ مضطر پر
الٰہی خیر ہو شیشہ گرا ہے آج پتھر پر

یہ ماتم قیصرِ ہند میں ہے نصیبِ دشمناں کس کا فلک کو بھا رہا ہے آج یہ تختِ رواں کس کا
خمیدہ بارِ غم سے خاک پر ہے یہ نشاں کس کا نہاں زیرِ زمیں ہے آفتابِ عز و شاں کس کا
جو پنہاں ہوگئی آنکھوں سے وہ تصویر کس کی تھی
مٹایا نقشِ حسرت ہم کو وہ تصویر کس کی تھی

جگر میں کچھ نہ باقی تو نے اے سوزِ نہاں رکھا نہ غم کا حوصلہ رکھا، نہ یارائے فغاں رکھا
ملائک نے یہ کس کے سر پہ تاجِ آسماں رکھا قدم فردوس میں یہ کس نے مرگِ ناگہاں رکھا
اٹھایا ہاتھ کس نے آہ! یہ دولت پناہی سے
ٹپکتے ہیں گہر بن کے آنسو تاجِ شاہی سے

کلیسا میں نظر آتی ہیں کیوں ہر سو صفیں غم کی صدا کیوں آ رہی ہے چرچ کے گھنٹے سے ماتم کی
ردی ہے آہ! کس کے غم میں حالت اہلِ عالم کی کلیجے پر نہیں طاقت ہے اب فریادِ پیہم کی
وفات شاہ ایڈورڈ کی ہے لندن سے خبر آئی

پیام روح فرسا لیکے ہے باد سحر آئی

مبدل غم سے نقشہ آہ! قصر دلنشیں کا ہے
کہ عالم کچھ عجب حسرت فزا تاج و نگیں کا ہے

فلک ہے کانپتا تھر تھر کلیجہ شق زمیں کا ہے
کہ ماتم آج شاہ ایڈورڈ ہفتمیں کا ہے

عزاداری کے سامان ہو رہے ہیں آہ لندن میں
گریباں چاک ہیں گل اڑ رہی ہے خاک گلشن میں

نہ اب وہ طرۂ زریں نہ ہے وہ تاج سلطانی
نہ اورنگ مرصع ہے نہ ایوان جہانبانی

جہاں کل تک نشاط و عیش کی ہر سو تھی ارزانی
دلوں میں ہے وہاں رنج و الم کی آج مہمانی

اداسی غم کی اب ایوان شاہی پہ برستی ہے
زیارت کو شہ ذیجاہ کی خلقت ترستی ہے

نشاط عمر فانی چار دن کی آہ! مہماں ہے
بہار زندگانی چار دن کی آہ! مہماں ہے

شکوہ خسروانی چار دن کی آہ مہماں ہے
عروس کامرانی چار دن کی آہ مہماں ہے

گدا ہو یا ہو شہ اک دن فنا انجام ہستی ہے
یہ معمورہ نہیں ہے عیش کا عبرت کی بستی ہے

وید مقدس کی روشنی

ہوا تیرے جلوے سے عالم منور
کہ چمکی ہمالہ کی تو چوٹیوں پر!

وہ گنگا کی لہریں سہانی وہ کرنیں
وہ کہسار کا پر فضا آہ! منظر

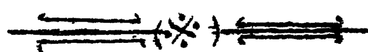
وہ نور سحر اور وہ تیری تجلی
وہ وادی وہ جھرنے وہ پانی کی چادر

وہ پھولوں کی خوشبو وہ کوئل کی کوکو
سریلی وہ تانیں پپیہے کے لب پر

وہ دلکش فضائیں وہ ٹھنڈی ہوائیں ۔۔۔ وہ جھونکے کہ جن سے تھا جنگل معطر
عجب صبح کا وہ سہانا سماں تھا ۔۔۔ کہ اتری تھی جب تو فلک سے زمیں پر
ہوئی بزمِ ہستی میں جب جلوہ آرا ۔۔۔ تو دریا میں نورِ ازل کے نہا کر
سمجھ کر تجھے دیوتاؤں نے دیوی ۔۔۔ پنہایا تجھے لاکے پھولوں کا زیور
وہ ذرے جو تھے شب کی ظلمت میں پنہاں ۔۔۔ زمیں پر چمکنے لگے بن کے اختر
زمیں پر جو نورِ ازل بن کے چمکی! ۔۔۔ کیے تو نے استھان سارے منور
تری جوت پریاگ میں جا کے چمکی ۔۔۔ زیارت کدے بن گئے تیرے مندر
ادائیں تری لے گئیں صاف دل کو ۔۔۔ پہن کر جو تو گیان کا نکلی زیور
اندھیری گپھائیں ہوئی تجھ سے روشن ۔۔۔ کہ تو بن میں رشیوں کی چمکی جبیں پر
جو یونان میں بن کے تو شمع چمکی ۔۔۔ بنی ماہ کامل عرب میں پہنچ کر
جو گم گشتہ اس دشت میں کارواں تھے ۔۔۔ بنی تو شبِ تار میں ان کی رہبر
تجلی تری شرق سے غرب پہنچی ۔۔۔ خوشا تیرا جلوہ خوشا تیرا منظر
تری حسن کا خاص مرکز تھا بھارت ۔۔۔ نگاہیں زمانے کی پڑتی تھیں جس پر
مگر اب کہاں آہ! اگلا زمانہ ۔۔۔ نہ تو ہے نہ اب وہ ترا پہلا منظر
نہ وہ روشنی ہے نہ اب وہ چمک ہے ۔۔۔ کہ چھائی ہوئی غم کی ظلمت ہے تجھ پر

بہت دن سے نظریں تجھے ڈھونڈتی ہیں
چمک جا ہمالہ کی پھر چوٹیوں پر!

ترانۂ خواب (دل)



پھولوں میں اے دل تجھکو چھپا کر — سورج کی کرنوں سے بچا کر
دن بھر تیری کی رکھوالی !! — تجھ پر کسی نے آنکھ نہ ڈالی
سو جا سو گئیں چڑیاں کب کی — رہ گئیں آدھی گھڑیاں شب کی
باد صبا دیتی ہے لوری — چاندنی ہے کیا گوری گوری
شام سے ہے کیوں مضطر سو جا — پھولوں کے بستر پر سو جا!

سو گئے اے دل دنیا والے — اب تو ذرا پلکیں جھپکا لے!
دریا کی خاموش ہیں لہریں — نیند سے ہم آغوش ہیں نہریں
سو گیا سبزہ نہر کنارے — سو جا میرے راج دلارے

اس گلشن کا ہوں سودائی — جس کی انوکھی ہے رعنائی
اونچے اونچے جس کے شجر ہیں — میٹھے میٹھے جس کے ثمر ہیں!

پکتے ہیں گلزاروں میں جو — بکتے ہیں بازاروں میں جو
عام کر دیا۔ تیرے صدقے — طرفہ تماشا تیرے صدقے
دل کو ہوا پر اُڑتے دیکھا — مثل کبوتر اُڑتے دیکھا
وا تھیں آنکھیں ساں نرگس — تھی رنجور میں شان نرگس

میٹھی نیندیں سو جا اے دل — اب تو ذرا چپ ہو جا اے دل
یاس کدۂ غم ہے یہ دنیا — بزم ماتم ہے یہ دنیا
بار الم اس میں نہ اُٹھا تو — نادان غم اسمیں نہ اُٹھا تو
سو جا میرے پیارے سو جا
میرے آنکھوں کے تارے سو جا

گھڑی

غضب کا وہ اُبھرا ہوا صاف چہرہ — وہ پرزدن کی شوخی وہ شفاف چہرہ
تیرے کوک میں ہے وہ جادو بیانی — دلآویز ہے وہ تیرے چہرہ خوانی
ہیں حیران تیری صدا سننے والے — کہ کہتے ہیں صلی علیٰ سننے والے
تجھے بارہا زینت کوٹ دیکھا — جوانوں کو تجھ پر بہت لوٹے دیکھا
تڑپنے میں تیری تپش حسن کی ہے — کہ پرزوں میں تیری کشش حسن کی ہے
قیامت ہے ضو تیری نور افگنی کی — مگر تو دلہن ہے نئی روشنی کی
تیرے حسن پر ہر بشر شیفتہ ہے — تری ہر ادا پر نظر شیفتہ ہے

پوشیدہ تو پردہ ساز میں ہے　　عجب دلکشی تیری آواز میں ہے
تیرے کھیل پردوں میں شوخی بھری ہے　　تیری چال میں اے گھڑی دلبری ہے
جوانان لندن کی دولہن تو ہی ہے　　مگر آج کل جان فیشن تو ہی ہے
قیامت کا تیرا قد نازنین ہے　　کہ پاکٹ میں نیلائیے پردہ نشین ہے
نہ ہوگی کبھی ختم رفتار تیری　　رکے گی نہ تا حشر تلوار تیری
سر مو نہیں تیرے وعدہ میں شک ہے　　کہ اوقات کی جانچ کی تو محک ہے
سر مو نہیں تیرے قد میں کجی ہے　　کہ شیوہ تیرا اے گھڑی راستی ہے
کلید در صدق ہے تیری چابی　　ثمر حسن کا ہے۔ تیری آفتابی

جگاتی ہے تو خفتگان سحر کو
اٹھاتی ہے بستر سے اک اک بشر کو

بیر بہوٹی

کچھ عجب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا　　سرخ غنچہ ہے کسی چشم فسوں پرداز کا
قطرۂ مضطر ہے خون کشتگان ناز کا　　قلب خون گشتہ ہے مژگان پر کسی جانباز کا

یا شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمیں پر جلوہ گر
جام زریں میں ہے یا صہبائے احمر جلوہ گر

گل بدامان ہے شفق میں شعلۂ تنویر حسن　　خون عاشق یا زمیں پر ہے گریبان گیر حسن
یا عقیق سرخ کی چھوٹی سی ہے تعمیر حسن　　نقش نیرنگ فسوں ہے یا کوئی تصویر حسن

جلوۂ گل ہے فضائے وادیٔ پرخار میں

سرخ تکمہ ہے قبائے سبزۂ کہسار میں

جلوۂ گل سے ہے رنگیں روئے زیبائی ترا
نازنیں ہے یا کوئی محو تماشائے بہار

یا مئے گلرنگ سے گلگوں ہے مینائے بہار
یا ہے آغشتہ بخون داغ سویدائے بہار

سبزۂ کہسار نے یا لعل اگلا ہے کوئی
چن رہی ہے پھول یا دوشیزۂ رعنا کوئی

وادئ پرخار میں اک مجمر نازاں ہے تو
دامن کہسار میں اک شعلۂ عریاں ہے تو

کشت زار حسن میں اک دانۂ مرجاں ہے تو
یا کسی گلگوں قبا کا گوشۂ داماں ہے تو

ناز ہے صحرا کو تیرے شوخئ رفتار پر
ڈھونڈتا ہے خون کا قطرہ سبزۂ کہسار پر

آہ! ننھے سے کیڑے نازش صحرا ہے تو
شعلہ زار حسن کی چھوٹی سی کٹیا ہے تو

محضر خون شہیداں ہے ترا داماں سرخ
یا ہے خون کشتگان عشق کا عنواں سرخ

صفحۂ ہستی پہ اک نقش تحیر ہے تو
دشت میں اک سرخ چھوٹا سا گل رعنا ہے تو

کوئل

اے چمن کی اجنبی چڑیا! کہاں تھی آہ تو
کیا کسی صحرا کے دامن میں نہاں تھی آہ تو

تیرے دلکش زمزمے تھے سبزہ زاروں میں خموش
آشیانہ تھا ترا گلشن میں یا بزم خموش

کھینچتی وقت سحر دلکو تیری کوکو نہ تھی
چھاؤں میں تاروں کی محو نغمۂ دلجو نہ تھی

موسم سرما میں اے سرمایۂ صبر و شکیب
بے صدا تیرا پس پردہ تھا ساز دلفریب

مرحبا اے پیکرِ پیکِ سبک گامِ بہار
لیکے پھر تو گرمیوں میں آئی پیغامِ بہار

تو ادھر آئی فضائے گل کا دور آیا ادھر
تو نے گایا گیت اور آموں پہ بور آیا ادھر

طائرانِ باغ نے چھیڑا ہے سازِ انبساط
تیرے مقدم میں ہیں شاخوں پر ہم آہنگِ نشاط

پہنی ننھی ننھی کلیوں نے قبائے غنچگیں
آ رہی ہے کان میں تیری صدائے دلنشیں

کوئی انجم آسمان کا او سبک پروازِ شوق
رہنما ہے کیا تیرا ـ دلدادۂ اندازِ شوق

تو جو آ نکلے موسم کا نشان باقی ہوئی
انہی منزل پہ پہنچ جاتی ہے یوں گاتی ہوئی

تیرے مقدم میں شکیبِ خاطرِ ناشاد ہیں
موسمِ گل کو بھی دیتا ہوں مبارکباد میں

تو چمن میں اڑ کے کیا آئی کہ آ پہنچی بہار
گا رہی ہیں چھوٹی چڑیاں سبز کنجوں میں ملہار

دامنِ رنگیں میں اک دوشیزۂ ناکتخدا
چن رہی ہیں ننھی ننھی سرخ کلیاں خوشنما

اور تجھ سے ہم سرودِ نغمۂ اعجاز ہے
بزمِ قدرت میں تری گویا شریکِ راز ہے

میٹھے نغمے گانیوالی اے چمن کی نازنیں
ہے تر و تازہ ہمیشہ تیرا کنج دلنشیں

اور مصفّا ہے فضائے آسمان تیرے لئے
ہے شفق جامِ شرابِ ارغوان تیرے لئے

تیرے نغموں میں اثر اندوہِ حرماں کا نہیں
سال میں تیرے گزر فصلِ زمستاں کا نہیں

مجھکو قسامِ ازل دیتا اگر دو بال و پر
اڑ کے ہوتا میں بھی تیرے ساتھ سرگرمِ سفر

بن کے ہم دونوں رفیقِ موسمِ جوشِ بہار
کرتے خوش خوش ہر برس گلگشتِ دشت و کوہسار

مرغابی

ڈھل گیا دن اور شبنم ہے زمیں پر قطرہ ریز
گوشۂ مغرب میں گلگوں ہے شفق سے آسمان

پڑ رہی ہیں دور تک سورج کی کرنیں زرد زرد — جا رہی ہے تو اکیلی شام کو اڑتی کہاں

✤

دیکھتا ہے کیوں عبث صیاد سوئے آسماں — یاس کی نظروں سے تیری شوکت پرواز کو
ارغوان زار فلک کے منظر خوش رنگ نے — کر دیا ہے اور دلکش تیرے نقش ناز کو

✤

ڈھونڈتی پھرتی ہے کیا کوئی سہانا آبشار — یا کہ سرگرم تلاش دامن دریا ہے تو
یا کسی بحر تموج خیز کی ہے جستجو — یوں سکوت شام میں کیوں آسماں پیما ہے تو

✤

تو جو سنگ نشان جادہ بے مرحلہ — کر رہی ہے آسماں پر قطع طبقات ہوا
اڑ سکے بے بدرقہ تو یہ کہاں تیری مجال — کوئی طاقت ہے مگر تیری مقرر رہنما

✤

اے سبک پرواز تیری سرعت پرواز نے — طے کئے کتنے ہی دل بھر سرد طبقات نسیم
ہو کے واماندہ زمیں پر گر نہ ٹھہرے جوڑ کر — شب کی ظلمت کا ہو گرچہ سر پہ طوفان عظیم

✤

ہو چکی تیری مشقت ختم تجھ کو عنقریب — گرمیوں کا اک سہانا گھر ملیگا خوشگوار
گائے گی چھوٹی چڑیوں میں ہم آہنگی سے تو — اور نشیمن پر ترے ہوگی نیستاں کی بہار

✤

ہو گئی غائب فضائے آسماں میں گرچہ تو — اور آنکھوں سے ہے تیرا تصور یادگار
میں نے سیکھا ہے سبق لیکن تری پرواز سے — ہے طریق زندگی میں تو مری آموزگار

منطقہ سے منطقہ تک اسے اسبکِ وارفتہ | وسعت اوج فلک پر ہیں جو تراہا اسیر
مجھکو بھی لیجائیگا وہ منزلِ مقصود تک | جب کرونگا جادۂ ہستی سے میں تنہا سفر

وصفِ زبان

تیرے نطق میں ہے عجب جانفزائی | شکستہ دلوں کو ہے تو مومیائی
بھری تجھ میں ہے کوٹ کر دلربائی | تیری ہر ادا میں ہے رنگین ادائی

وہ جادو بیان نطق کی تو دلہن ہے
کہ لٹ تیرے گیسو کی زلفِ سخن ہے

جواہر کی لڑیاں ہیں فقرے مسلسل | کہ ہے تو فصاحت کی گردن کی ہیکل
ستم تیری شوخی غضب تیری چھل بل | گر ہے کسی بت کی پائوں کی چھاگل

تکلم کی گھنگرو بجاتی ہے چھم چھم
کہ تو ناطقہ کو نچاتی ہے چھم چھم

پپیہا کبھی بن کے تو بولتی ہے | کبھی بن کے طوطی شکر گھولتی ہے
ہر اک رازِ سربستہ کو کھولتی ہے | کہ کانٹے میں پھولوں کو تو تولتی ہے

سخن سنج ہے تیری میزانِ دانش
ترا نطق ہے جوہر کانِ دانش

بنایا عجب تیرا قدرت نے پیکر | ملا نطق کا روغن قازمنقار پر
کیا نظم نے زیبِ سر لا کے جھومر | پنہایا تجھے نثر نے اپنا زیور

بلاغت نے ہاتھوں میں مہندی لگائی
فصاحت نے زلفِ معنبر بنائی
دہن میں جو تو بن کے تقریر آئی تیرے ساتھ لفظوں کی تاثیر آئی
لیے حسنِ معنی کی تنویر آئی کہ تو نطق کی بن کے تصویر آئی
بجاتی ہوئی ارگن نطق آئی ! !
اُوڑاتی ہوئی توسن نطق آئی !

وہ دلچسپ نیچر کا چھیڑا ترانہ کہ غش ہو گیا جس کو سُنکر زمانہ
کیا نطق نے تیرے گیسو میں شانہ کہ تھی وضع تیری عجب شاہدانہ
تجھے قال نے اپنے سانچے میں ڈھالا
رنگیلی! غضب تو نے جوبن نکالا

فصاحت کے پھولوں کی او گہنے والی تکلم کے پردے میں اُوڑھنے والی
کسی کی کڑی تو نہیں سننے والی کہ ہر ایک کے منہ پہ دو بس کہنے والی
نہیں تجھکو صولت پناہوں کی ہیبت
کہ غالب نہیں تجھپہ شاہوں کی ہیبت

سناں ہو کہ تیشہ چھری ہو کہ خنجر زرہ ہو کہ بکتر ہو یا خود و مغفر
ہو اورنگ و دیہیم یا تاج و افسر ہیں تیرے لئے آگے زبان سب برابر
وہ آزادہ رو ہے کہ رکتی نہیں تو
وہ سر ہے ورشہ پہ جھکتی نہیں تو

جو شیلے جوانوں کو لڑوانے والی اکھاڑے میں شیروں سے بھڑ جانے والی

سواروں کے نیزوں کو چمکانے والی — شجاعت کے شعلوں کو بھڑکانے والی
جو تو بڑھ کے کڑکے سنائی ہے رن میں
دلیروں کی ہمت بڑھاتی ہے رن میں

بندھاتی ہے تو رانڈ بیواؤں کی ہمت — یتیموں سے کرتی ہے اظہار شفقت
مریضوں کو دیتی ہے تسکین صحت — کہ ہے تیرے لب کی مفرح حلاوت
ترے ہونٹ ہیں نوشدارو سے سادہ
مقوی ہیں یاقوتیوں سے زیادہ

کہانی سے راتوں کو تو ہے سلاتی — کہ بچوں کو تو لوریاں ہے سناتی
کلیجے سے ماں کی طرح ہے لگاتی — کہ یوں ہوتے ہوتے ہے تو گاتی بجاتی
اری نیند! آجا! اری نیند! آجا!
مرے لال کو تیرے صدقے سلا جا

کہیں شہد ہے تو کہیں قند ہے تو — مواعظ کہیں ہے کہیں پند ہے تو
دہن میں نظر بند ہر چند ہے تو — مگر وقت تقریر کب بند ہے تو
روانی میں ہے سیل چلنے میں صرصر
چھلاوہ ہے شوخی میں تیزی میں خنجر

عیاں ہیں ترے نکتہ سنجوں پہ جوہر — کہ ہے تو بشر کے فضائل کا زیور
ہر اقلیم میں ہے ترا سکۂ زر — کہ زیر نگیں ہیں ترے ہفت کشور
چمک تیری ہر تاج و دیہیم میں ہے
نئی شاہزادی ہر اقلیم میں ہے

ہیوتو اے زباں! ایشیا کی پری ہے — تو یورپ کی لیڈی شرارت بھری ہے
کہیں پہلوی ہے کہیں تو دری ہے — سخن کے حدیقہ کی کبک دری ہے
کہیں تو ہے بھاشا کہیں فارسی تو
کہ ہے شاہد نطق کی آرسی تو!
ترانہ کہیں تو ہے مطرب کے لب پہ — کہیں تو ہے جادو بیانوں کے لکچر
کہیں بذلہ گو ہے کہیں پند گستر — کہ ہے طوطی شکرستان عبیر
زمانہ ہے شیدا ترا اور رنگیلی!
ادا ہے رسیلی! صدا ہے سریلی!
یہ رنگیں ادائی یہ رنگیں نوائی — تیرے روزمرہ کی اُف! یہ صفائی
بشر کو کہاں طاقت لب کشائی — کہ ممکن نہیں تیری مدحت سرائی
عجب نطق کی موہنی تو ہے مورت
ہوا ہے جنم تیرا کیا سبھ صورت

دمن اور ہنس

اے ہنس آہ! تیری یہ دلربا ادائیں — یہ نغمہ ہائے دلکش، یہ جانفزا صدائیں
افسوں ہے عاشقی کا تیری سرود خوانی — کچھ دل کی داستاں ہے کچھ شوق کی کہانی
نغموں میں آہ! تیرے ہے سوز عاشقانہ — دلکش تری صدا ہے دلکش ترا ترانہ
آنکھیں ہیں آہ! تیری سرشار جام الفت — آیا ہے لیکے شاہد دل کا پیام الفت
تیری صدا دمن کو بیخود بنا رہی ہے — تیری ادائے دلکش دلکو لبھا رہی ہے

نطق بشر کا جادو تیری زباں میں ہے
نیرنگ سحر و افسوں تیرے بیاں میں ہے
ہیں میٹھی میٹھی تیری باتیں عجب سُریلی
بولی ہے پیاری پیاری آواز ہے رسیلی
امرت کی ہیں برستی جھڑیاں تری زباں سے
اور شہد ہے ٹپکتا لعل شکر فشاں سے

اے مرغ خوش نوا! اے محوِ فسانہ خوانی
پوچھے دمن کے دل سے کوئی تری کہانی
ہے گوش شوق تیری آواز پر لگائے
ذکر حسین جاناں سنتی ہے سر جھکائے
عالم ہے بیخودی کا آنکھوں میں آہ طاری
اور اشک کر رہے ہیں چہرے پہ غازہ کاری
لیتا ہے آہ! چٹکی شوقِ وصال دل میں
کیا جانے آ رہے ہیں کیا کیا خیال دل میں

اے نقشِ دلفریبی! اے نازشِ زمانہ
یہ تیری جامہ زیبی یہ وضع شاہانہ
ہاں! اے نگار خوش خو! اے لعبت پری رو
عفت کی تو ہے مورت دیوی ہے حسن کی تو
نل کا رُلا رہا ہے جیسے فراق تجھ کو
صدمہ مفارقت کا ہے دل پہ شاق تجھ کو
یوں ہی نہیں گوارا اسکو تری جدائی
اک آگ عشق نے ہے دونوں طرف لگائی
دو دل جدا ہوئے ہیں اک آتشِ الم میں
دو صید ہیں تڑپتے اک دامِ رنج و غم میں
سینے فگار ہیں دو اک تیغ خوں فشاں سے
بسمل ہیں دو کلیجے اک تیر جاں ستاں سے

از بسکہ آہ دل کو ہے اشتیاق تیرا
حد سے گزر گیا ہے درد فراق تیرا
آنکھوں میں پھر رہی ہے تصویر آہ تیری
دل میں کھٹک رہی ہے نوکِ نگاہ تیری
دن بھر ترا تصور شب بھر خیال تیرا
بے چین کر رہا ہے شوقِ وصال تیرا

شام و سحر زباں پر تیری ہی گفتگو ہے — حسرت ہے دید کی اور ملنے کی آرزو ہے
آنکھوں میں بس رہی ہے چھب تیری پیاری پیاری — کچھ انتظار ہے اور کچھ ہے امیدواری

آنسو بہانہ مدہ کر اے شمع انجمن تو — کب تک رہیگی وقف سوز غم و محن تو
درد فراق کا ہے پایان کار آخر — ہے ختم ہونے والا یہ انتظار آخر
رکھو تل کا اد حسینہ! ہے تیری رہگذر میں — آنکھوں میں تیرا نقشہ، صورت تیری نظر میں
چہرے سے ہے نمایاں رعب جلال شاہی — اور حسن کا ہے شہرہ از ماہ تا بہ ماہی
مکھڑا ہے چاند سا اور ماتھا ہے گورا گورا — بازو ہیں لمبے لمبے سینہ ہے چوڑا چوڑا
نور نگاہ عالم ہیں انکھڑیوں کے تارے — روشن ہوں آسماں پہ جسطرح دو ستارے

اے نقش نازخوبی، اے عفت مجسم — جس طرح حسن میں ہے تو انتخاب عالم
تل آہ معد بازو میں ہے یونہیں یگانہ — طاقت میں عزم و ہمت میں نازش زمانہ
شاہان دہر سے ہے تل دبدبہ میں بڑھکر — تاروں میں ماہ کامل ہو جیسے جلوہ گستر

دریا رواں ہو کوئی جس طرح سوئے قلزم — اور بحر بیکراں میں اپنا نشاں کرے گم
کھویا گیا ہے یونہیں تل تیری آرزو میں — پھرتا کشاں کشاں ہے تیری ہی جستجو میں
الفت ہی تیری دل میں سودا ہے تیرا سر میں — اک آگ شوق کی ہے بھڑکی ہوئی جگر میں
بیگانہ ہو رہا ہے تیرے لئے جہاں سے — مرتا ہے تیرا شیدا تجھ پہ ہزار جان سے

ہر چند غم کا پتلا رنج و ملال سے ہے

غافل نہیں مگر وہ تیرے خیال سے ہے

سارس کا جوڑا

او بد نصیب سارس! جوڑا کہاں ہے تیرا
کیوں آہ! شام کو تو لیتا نہیں بسیرا
یہ دردناک چیخیں تیری یہ کھب ہے نا ہیرا
کیوں اڑ کے کر رہا ہے تو آسمان کا پھیرا

پھرتا اکشاں کشاں ہے تو کس کی جستجو میں
تصویر کس کی پھرتی ہے چشم آرزو میں

یہ کس کا کر رہا ہے غم بے قرار تجھ کو
پاتا ہوں آہ! ہر شب میں سوگوار تجھ کو
دل پر نہیں ہے اپنے کیوں اختیار تجھ کو
میں جانتا ہوں جس کا ہے انتظار تجھ کو

جوڑا بچھڑ گیا ہے او غم نصیب! تیرا
خلد بریں میں یعنی اب ہے حبیب تیرا

پھرتا ہے سر پٹکتا کیوں کوہسار میں تو
بھرتا ہے ٹھنڈی سانسیں کیوں سبزہ زار میں تو
دلگیر آہ! کیوں ہے جوش بہار میں تو
کیوں کر رہا ہے نالے شب ہائے تار میں تو

دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال اس کا
ناداں محو کر دے دل سے خیال اس کا

کب تک صدائے ماتم یہ نالہ و فغاں کی
آخر ہے انتہا بھی تیرے غم نہاں کی
چوٹیں جگر پہ کب تک اندوہ جانستاں کی
فریاد آہ! اس نے مجھ زار خستہ جاں کی

تیری طرح ہوں اک آف فرقت نصیب میں بھی
کھوئے ہوئے ہوں یعنی اپنا حبیب میں بھی!

جس طرح آہ! تجھکو جوڑا ہے اپنا پیارا — مجھکو بھی دردِ فرقت یونہیں نہیں گوارا
راتوں کو جس طرح تو پھرتا ہے مارا مارا — میں نے بھی چھان ڈالا یونہیں جہاں سارا
باغِ جہاں میں لیکن اس گل کی بو نہ پائی
لہجہ جدا جدا تھا، وہ گفتگو نہ پائی

جس طرح ٹوٹتا ہے تو دردِ جانستاں سے — ہوں بیقرار میں بھی یونہیں غمِ نہاں سے
حسرت ٹپک رہی ہے دونوں کی داستاں سے — دونوں کے یار دلبر رخصت ہوئے جہاں سے
راہی ہوئے عدم کو دونوں کے یار جانی
چھیڑوں میں قصۂ غم، تو ہجر کی کہانی

کبتک یہ سینہ کوبی کبتک یہ جوشِ ماتم — کبتک یہ شورِ نالہ کبتک یہ آہ پیہم
نظروں میں بیکسی کا کبتک یہ آہ! عالم — چپ چاپ شامِ غم میں آ ملکے توڑ دیں دم
دار المحن ہے دنیا، دونوں الم سے چھوٹیں
خوش خوش جہاں سے جائیں فرقت کے غم سے چھوٹیں

خلدِ بریں میں اپنے جوڑے سے جا ملے تو — اور ہو نصیب مجھ کو، میرا نگار خوش خو
دونوں کے زیبِ بر ہوں دونوں کے یار دلجو — ہوں روضۂ جناں میں دونوں کے گرم پہلو
تو سبزہ زار میں ہو، میں کنجِ دلنشیں میں
حسرت نہ عیشِ دنیا کی ہو دلِ حزیں میں

مرغ و صیّاد

اے نسیمِ صبح! اے گہوارۂ جنبانِ چمن — ہو گر تیرا گذر سوئے جوانانِ چمن

ان سے کہنا میری جانب سے بصد اظہار شوق
ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں وہ جو یاران چمن

اک گرفتار قفس نے ہے کہا تم کو سلام
اور پوچھا ہے مزاج سرو و ریحان چمن

پھر یہ دینا میری جانب سے نوید جانفزا
سیر گلشن ہو مبارک تمکو مرغان چمن

خاک اڑا کر پہلے چپ ہو جائیو باد صبا
حال پوچھیں کچھ جو میرا ہم صفیران چمن

پھر یہ کہنا کھینچکر سینے سے آہ جان گداز
ہے قفس میں قید وہ مرغ خوش الحان چمن

اب نہ سیر لالہ و گل ہے نہ وہ گلگشت باغ
حسرت پرواز ہے اب اور ارمان چمن

اب نہ وہ پھولوں کا تختہ ہے نہ کنج خوشگوار
وہ نہالان چمن ہیں اب نہ میدان چمن

تنکے چنتا ہے پڑا کنج قفس میں یہ غریب
آشیانہ کیسا! کہاں کی فکر سامان چمن؟

توڑتا ہے خانۂ صیاد میں دم ہائے ہائے
ہو رہا ہے بلبل تصویر ماتم ہائے ہائے

چھیڑتی ہے کیا قفس میں ہمکو اے باد نسیم
اس چمن میں ہم بھی تھے پروردۂ ناز قدیم

تھی ہماری بھی کبھی سرسبز کشت آرزو
ہمپہ بھی اے ابر رحمت تھا ترا لطف عمیم

لوٹتے تھے آہ دن کو سبزہ زاروں میں مزے
شب کو رہتے تھے تر و شاداب کنجوں میں مقیم

یا چہکتے پھرتے تھے باغوں میں ہم لے ہمصفیر
یا قفس میں چیختے ہیں آہ بے یار و ندیم

ہم کہاں کے خوشنوا تھے ہم کہاں کے بذلہ سنج
ہم پہ اے صیاد ٹوٹا جو ترا قہر عظیم

ہمصفیران چمن سے کیا تغافل کا گلہ؟
جب قفس میں پھنس گئے کیسی رہ و رسم قدیم

ذبح اے صیاد کر بھی چک کہ جھگڑا پاک ہو
ہم سے اب دیکھا نہیں جاتا ہے یہ حال سقیم

پھونکدے اے سوز غم ہائے نہانی پھونکدے
بھڑک او ظالم بھڑک اٹھ اے شعلۂ نار جحیم

ہم ہیں پابند قفس کیسا چمن کیسی بہار؟
کس کو مژدہ دینے آئی ہے تو اے باد نسیم

دیدِ گل سے واسطہ کیا ہم اسیروں کیلئے
سیرِ گلشن ہو مبارک ہم صفیروں کیلئے

لالہ و گل کی تھی قسمت میں فضا دو چار دن / ہم نے کھائی سبزہ زاروں کی ہوا دو چار دن
پھر سنیگا ہائے کس کے زمزمے صیاد تو / ہم قفس میں اور ہیں نغمہ سرا دو چار دن
حسرت پرواز بھی جاتی رہیگی اے اجل / ہم سے اڑ لیں اور مرغان ہوا دو چار دن
پھر کہاں صیاد ہم اور پھر کہاں کنج قفس / آب و دانہ ہے مقدر میں ترا دو چار دن
گھٹ کے اس زندان میں جائیگا کبھی تو دم نکل / مانگتے ہیں اے اجل! تیری دعا دو چار دن
یاد اے صیاد ہم کو بھی کریگا تو کبھی! / اور تڑپا لے قفس میں بے وفا دو چار دن
دیکھکر خالی قفس کو جی بھر آئیگا ترا / پیٹ کر رہ جائیگا سر! بعد فنا دو چار دن
کر رہے ہیں جس طرح ہم نالہائے دردناک / تو رہیگا یونہی مصروف بکا دو چار دن
یاد جب صیاد آئیں گے ہمارے زمزمے / گھر میں تنہا تیرا جی گھبرائیگا دو چار دن

دست حسرت مل کے اے صیاد! پچھتائیگا تو
ایسا لائیگا کہاں سے آہ! مرغ خوش گلو!

جب بنائیگا ہمارا آہ! چھوٹا سا مزار / چھپکے چھپکے تو ہمارے غم میں ہوگا اشکبار
یاد رہ رہ کر جفائیں اپنی آئیں گی تجھے / اور ہماری بیکسی پر روئیگا تو زار زار
لیکے خالی گھر کو جب گلشن سے لوٹیگا قفس / پیچھے پیچھے تیرے خاک اڑاتی آئیگی باد بہار
سن کے اے صیاد! تیرے نالہائے جانگداز / اتنے میں لوگ پوچھیں گے کہ کیوں ہو سوگوار
تو کہیگا مرگئی وہ بلبل رنگین نوا! / وصل گل کے واسطے تھی جو قفس میں بیقرار
گل کھلیں گے سبزۂ خودرو اُگیگا قبر پہ / ہم نہ ہوں گے اور آئیگی گلستاں میں بہار

سوتے ہوں گے تیرے گہوارہ میں لے کنج لحد — خواب راحت میں مخل ہوگی نہ گلبانگ ہزار
اپنی مٹی ہے کہاں کی کیا خبر باد صبا — ہو پریشاں دیکھئے کس کس جگہ مشت غبار
وہ بھی آزادی کے دن تھے ہائے کیسے جانفزا — تیرے بندہ ہم سے تھے جب آ قید ہستی رستگار

لوٹتے تھے اپنے گلشن میں بہاروں کے مزے
سبزہ زاروں کی تھیں سیریں جوئباروں کی مزے

ہم سرود طائران قدس تھے ہم بھی صبا — قید ہستی کی کشاکش میں نہ تھے یوں مبتلا
بولتے تھے اپنی دھن میں پیاری پیاری بولیاں — لئے وہ دن شاخ طوبیٰ پر تھے جب نغمہ سرا
لوٹتے تھے ہم بہاریں گلشن فردوس کی — تھی عجب دلکش بہار سبزہ زاروں کی فضا
کھل رہے تھے چار سو پیڑ ونکے کنج خوشگوار — تھیں رواں شیر و عسل کی انمیں نہریں جا بجا
اپنے پھولوں پہ تو اتراتی ہے کیا اے عندلیب — تو نے دیکھی ہی نہیں ہے شاہد گل کی ادا
کرکے ہمکو تو اسیر حلقۂ دام فریب — کھینچکر کس وادیٔ پرخار میں لائی قضا
ہم نہ پھنستے کس طرح صیاد تیرے جال میں — آب و دانہ تھا مقدر میں ترے گھر کا لکھا
ہم قفس میں کب تلک بے بال و پر تڑپا کریں — ٹوٹ بھی جا اے طلسم قید ہستی ٹوٹ جا
تیرے مرغ دست پروردہ ہیں صیاد ازل — خواہ ہمکو ذبح کر تو خواہ ہمکو کر رہا

من نہ آں مرغم کہ نالم از جفائے تیغ تو
ذبح کن صیاد اے قربان ادائے تیغ تو

بلبل و پروانہ

گرا رہا ہے ترا شوق شمع پر تجھکو — تجھے یہ ڈر ہے نہ پہنچے کہیں ضرر تجھکو

فروغ شعلہ کہاں اور کہاں تجلی حسن　　ہزار حیف کہ اتنی نہیں خبر تجھکو
تڑپ تڑپ کے جو بے اختیار گرتا ہے　　نہیں ہے آگ کے شعلے سے آہ! ڈر تجھکو
یہ ننھے ننھے پر و بال۔ یہ بلا کی تپش　　ملا ہے آہ! قیامت کا کیا جگر تجھکو
قریب شمع کے آ کر جو تھرتھراتا ہے　　نہیں ہے جان کے جانیکا غم مگر تجھکو
ملے گی خاک بھی ڈھونڈے سے تیری محفل میں　　صبا اڑائے پھرے گی دم سحر تجھکو
سمجھ نہ شمع کو دلسوز عاشق دشمن　　جلا کے آہ! رہیگی ہنسی ہیئت پہ تجھکو

نہیں ہے تو ابھی سوز و گداز کے قابل
نہیں ہے عشق کے عرض نیاز کے قابل

تپش یہ بزم میں فانوس پر نہیں اچھی　　کہ آگ لاگ کی او بے خبر نہیں اچھی
کھڑی ہے آنچ محبت کی شمع محفل سے　　لگاوٹیں ارے تفتہ جگر نہیں اچھی
تڑپ تڑپ کے نہ دیوانہ وار شمع پہ گر　　کہ آہ! یہ تپش بال و پر نہیں اچھی
یہ جاں گدازیٔ سوز وفا سر محفل　　کہیں نہ ہو تیرے جی کا ضرر نہیں اچھی
لڑے نہ شمع سے آنکھیں کہ ہے عدو تیری　　تری نگاہ محبت اثر نہیں اچھی
نہ ننھے ننھے پروں کی تڑپ یہ بیتابی　　حریف شوخیٔ برق نظر نہیں اچھی
ہوائے شوق میں فانوس پہ تیرا گرنا　　یہ بے خودی ارے شوریدہ سر نہیں اچھی

چمن میں چل کہ دکھاؤں ادائے شاہد گل
ہے دلفریب عجب خندہ ہائے شاہد گل

سمجھ نہ بوالہوس سمجھا ہے تو نے کیا مجھکو (پروانہ) پسند شاہد گل کی نہیں ادا مجھکو
جنوں نہیں! کہ ہو سودائے گل چمن میں مجھے　　سمجھ نہ اپنی طرح آہ! بیوفا مجھکو

فراقِ گل میں ہیں چیخوں کی طرح تڑپ کے آہ اُٹھے　　یہ داغِ سوزِ جدائی نہ دے خدا مجھکو
دلِ گداختہ لیکر ازل سے آیا ہوں　　بنایا بزم میں ہے سوز آشنا مجھکو
تڑپ تڑپ کے گروں کیوں نہ شمعِ محفل پر　　فنائے سوزِ محبت میں ہے بقا مجھکو
جلے وہ بزم میں جب جاں اُڑے میں نہ جلوں　　بعید عشق سے ہے۔ ہو غمِ فنا مجھکو
تیری نگاہ میں جانسوز ہے جو لے بلبل　　وہ آہ! آگ کا شعلہ ہے جانفزا مجھکو

شعور سیکھ۔ تجھے امتیازِ عشق کہاں
کہاں تو۔ لذتِ سوز و گدازِ عشق کہاں

پھول اور پیام

جا او گلِ گلاب تو کارِ ثواب کو　　میرا پیام دے میری عصمت مآب کو
کیوں مفت کھو رہی ہے وہ یوں وقتِ مغتنم　　کیا جانتی نہیں کہ فرصت بہت ہے کم
اس وقت آتشیں ہیں وہ رخسار پھول سے　　منہ سے بھی جھڑتے ہیں وہ گفتار پھول سے
گر وہ ہے شمعِ حسن تو پروانہ میں بھی ہوں　　ہے وہ پری جمال تو دیوانہ میں بھی ہوں
لازم ہے شکرِ نعمتِ پروردگار اُسے　　واجب ہے فکرِ گردشِ لیل و نہار اُسے
کیا مال ہے جو حسن اگر قدرداں نہ ہو　　مجنوں نہ ہو تو لیلےٰ کی بھی داستاں نہ ہو
اے گل تو ہی بتا کہ تجھے گر ہو چاہ باغ　　بہرِ نشیمن آج ملا ہو نہ کوئے زاغ
خوبی کو تیرے دیکھنے والا بھی تھا کوئی　　سو جان سے ہزار و شیدا بھی تھا کوئی
ایسا ہی وہ بھی سمن اندام نازنیں　　جنگل میں کوہ و دشت میں ہوتی اگر کہیں
اہلِ نظر کی جس جگہ ہوتی نہ دسترس　　ادا ایکساں ہی ہوتے جہاں ناکس اور کس

واں جنس حسن ہوتی خریدار بن پڑی
اور دل ربادہ اور طلبگار بن کھڑی
پیغام مرادیکے اٹھے لے گل گلاب
مرحبانا بیدریغ۔ درس کھا کے پیچ و تاب
شاید کہ تیرے مرنے سے ہشیار ہوکے وہ
انجام حسن دیکھ لے بیدار ہوکے وہ
جانے کہ کوئی گل سا نگین قبا بھی ہو
شیریں سے بڑھ کے گو کوئی شیریں ادا بھی ہو
قبضہ میں انکے حسن کا حصہ ہے چند روز
دنیا میں حسن و عشق کا قصہ ہے چند روز
جو فائدہ اٹھانا ہو اس سے اٹھائے جلد
دل میں سما چکی ہے نظر میں سمائے جلد

گل و بلبل کا فسانہ

وہ بلبل ہوں گلشن میں حسرت کشیدہ
کہ ہوں شیون گل کا اشک چکیدہ
میں وہ مرغ شوریدہ سر ہوں چمن میں
وہ صید شکستہ جگر ہوں چمن میں
زمیں پر تڑپتا ہوں بے آب و دانہ
برا ہو تیرا انقلاب زمانہ
شب و روز آہیں نکالے ہیں لب پر
کلیجے میں ناسور چھالے ہیں لب پر
ہر اک پھول گلچیں نے چن چن کے توڑا
شگوفہ کوئی شاخ گل پر نہ چھوڑا
وہ کلیاں جو پھولوں کے ہاروں میں گندھ کر
حسینوں کی کرتی تھیں جیبیں معطر
وہ گل جو کبھی یادگار چمن تھے
وہ غنچے جو آئینہ دار چمن تھے
ہوئے سوکھ کر خار حسرت چمن میں
برستی ہے اب اس پہ عبرت چمن میں
شگوفے چمن میں ہیں خونابہ غم
کہ جاتا رہا جوش گل کا وہ عالم
چمن میں نہیں یادگار چمن کچھ
پریشاں زمیں پر ہیں خار چمن کچھ

وہ مرغانِ طنّاز زِ اوجِ ہوا کے — جو اڑتے تھے جھونکوں میں موجِ ہوا کے
چمن میں چہکتے تھے جو شاخِ گل پر — خزاں آتے ہی اُڑ گئے تول کر پر!

مگر میں نے چھوڑا نہ دامانِ گلشن — کہ ہے یہ مری آرزو کا نشیمن
یہ مانا کہ کملا گئے پھول کھل کر — بہار اپنی دکھلا گئے پھول کھل کر

چمن سے بہت دن ہوئے چل بسے وہ — نہ دو روز بھی کھل کھلا کر ہنسے وہ
ہوا گو کہ عہدِ شباب اُن کا رخصت — یہ مانا کہ جاتی رہی وہ صباحت

مگر میرے نالوں کا عالم وہی ہے — وہی اُن کا شیون ہے ماتم وہی ہے
وہی عشق ہے بے قراری وہی ہے — تپش ہے وہی آہ و زاری وہی ہے

وہی لب پہ اب تک ہیں نالے سحر کو! — زمیں پہ پٹکتا ہوں صیّاد وابسر کو
اسی گھر میں صیاد پیدا ہوا ہوں — یہیں شاہدِ گل کا شیدا ہوا ہوں

یہیں میں نے نالوں کا انداز سیکھا — یہیں سوز سیکھا۔ یہیں ساز سیکھا
یہیں میری صیّاد تربت بنانا — یہیں میری مٹی ٹھکانے لگانا

اگرچہ میں صیّاد اک جانور ہوں — ہوں از خود رمیدہ وہ شوریدہ سر ہوں
مگر جانتا ہوں محبت کی رسمیں — نہیں لاگ ممکن ہے عشق اور ہوس میں

ہے عشق اور شئے اور ہوس اور شئے ہے — کہ گل اور شئے۔ خار و خس اور شئے ہے
نہیں عاشقی خام کاروں کا شیوہ — کہ ہے پختہ مغزوں کا حصہ یہ میوہ

روایت سناتا ہوں اِک عاشقانہ — غضب کا ہے حسرت بھرا یہ فسانہ
ہوا میں بھی کچھ خاکِ مجنوں پریشاں — کسی نے یہ پوچھا کہ اے خانہ ویراں

وہی عشقِ لیلیٰ ہے کیا تیرے دل میں — وہی جوشِ سودا ہے کیا تیرے دل میں

کہا! خاک مجنوں نے اک آہ بھر کر — گیا ہے کہیں عشق لٹنے مگر پرور
وہی نجد کا ہے بیاباں وہی ہیں — وہی میرے وحشت کا میدان وہی ہیں
وہی شورشِ عشق اب تک ہے سر میں — کہ پھرتا ہے لیلیٰ کا ناقہ نظر میں!
اگرچہ میں ہوں مشتِ خاکِ پریشاں — مگر ذرہ ذرہ میں ہے عشق پنہاں

محبت نہیں ہے فنا ہونے والی
نہیں حسن کی طرح یہ لا اُبالی

زنِ خوشخو

در مسدس

بہتر نہیں غمخوار زنِ خوب و نکو سے — گھر سارا مہک اٹھتا ہے اس پھول کی بو سے
آ جاتا ہے نور آنکھوں میں آئینہ رو سے — مٹ جاتی ہے قسمت کی سیاہی شبِ مو سے

چہرے میں تہِ زلف جو ہے بدر کا عالم
پھر جاتا ہے آنکھوں میں شبِ قدر کا عالم

شوہر کی زنِ نیک جو ہو مونس و دلسوز — جھونپڑا سی بھی کالی ہو تو ہے شمعِ دل افروز
تاکید جو پردے کی حیا کو ہے شب و روز — ہوتی نہیں گستاخ نگاہ ادب آموز

چہرے پہ ہے عصمت کوئی بیگانہ نہ آئے
فانوس پہ اُڑ کر کوئی پروانہ نہ آئے

الماس کو ہر چند کہ کاوش ہو گہر سے — اور گل عرق آلودہ ہو شبنم کے اثر سے
چادر کبھی خلوت میں سرکتی نہیں سر سے — بیگانہ نظر رہتی ہے شوہر کی نظر سے

خلوت میں نگاہوں سے نگاہیں نہیں ملتیں
دل ملتے ہیں دل ملنے کی راہیں نہیں ملتیں

جب چادر خورشید چھپاتی ہے قمر کو — اور باد صبا لاتی ہے بوئے گل تر کو
اٹھ بیٹھتی ہے چھاؤں میں تا رونقِ سحر کو — کرتی ہے روشن رخ پر نور سے گھر کو
شوہر سے کبھی دیر میں سوکر نہیں اٹھتی
نکہت سے پریشان کبھی ہرگز نہیں اٹھتی

بل کھاکے جو ہو جاتے ہیں رخسار پہ برہم — بکھرے ہوئے تنتے ہیں نظر گیسوئے پرخم
بالوں میں جو ہوتا ہے پریشانی کا عالم — سلجھاتی ہے اٹھکر اونہیں شانہ سے سحر دم
غازہ رخ گلرنگ پہ ملتی ہے سحر کو
خلوت سے دلہن بنکے نکلتی ہے سحر کو

چلتی نہیں شوخی سے لگاتی ہوئی ٹھوکر — ڈرتی ہے کہ نہ پامال کہیں ہو دل شوہر
کرتی نہیں اٹھلا کے بپا فتنہ محشر — رکھتی ہے قدم تول کے آہستہ زمیں پر
تو ام جو نہیں شوخی رفتار قدم سے
بجتے نہیں گھنگرو کبھی پازیب کے چھم سے

ہوتی نہیں زیور کی طلب گار زیادہ — رکھتی نہیں تزئین سے سروکار زیادہ
کرتی نہیں شوخی دم رفتار زیادہ — ملبوس پہنتی نہیں زرتار زیادہ
چلتی نہیں اٹھلا کے نسیم سحری سے
شوہر کا لبھاتی نہیں دل عشوہ گری سے

رکھتی ہے دل و جان سے جو شوہر سے محبت — دھوتی ہے جو دامن سے غبار غم و کلفت

خوش چہرہ و خوش وضع و خوش اسلوب و خوش اندام — دلسوز و دل افروز و دلآویز و دل آرام
گل پیرہن و غنچہ لب و مشاطہ گلفام — آسایش پہلو و شکیب دل ناکام

صورت ہے جو پاکیزہ تو سیرت بھی نکو ہے
خوش رنگ جو ہے پھول تو نکہت بھی نکو ہے

فرزانہ ہے زیرک ہے عقیلہ ہے نکو خو — کم گو ہے مودب ہے رضا جو ہے وفا کوش
صرف سخن خوب ہے گاہے گہے خاموش — آرام جگر راحت جان زینت آغوش

حسن آئیں نہیں ہے کہ ادائیں نہیں آئیں
ہاں کونسی پاکیزہ ادائیں نہیں ان میں

دیتی ہے ہر اک کام سلیقے سے سرانجام — دھندوں میں لگی رہتی ہے گھر کے سحر و شام
ہو کام کا دن تو یہ کرتی نہیں آرام — اور تھک کے نہیں بیٹھتی با خاطر ناکام

نازک ہے اگرچہ یہ جفاکش یہ بڑی ہے
ہر وقت اطاعت کو کمربستہ کھڑی ہے

غافل نہیں دلجوئی شوہر سے کوئی دم — ڈر ہے کہ نہ ہو خاطر نازک کہیں برہم
شوہر ہے اگر خوش تو ہے زن بھی خوش و خرم — ناشاد ہے شوہر تو ادھر بھی ہے یہی غم

چہرے پہ شکن واں ہے تو مائل ہے جبیں پر
واں دل میں ہے شورش صدمہ ہے یاں جان حزیں پر

لب پر ہے گرانبار وہاں نالۂ شبگیر — یاں زلف رسا پاؤں میں ہے حلقۂ زنجیر
اٹھا ہوا ہے واں ورق خاطر دلگیر — نمناک یہاں اشکوں سے ہے سرمہ کی تحریر

واں دل پہ خلش غم سے ہے جو خوں بہ فشاں ہے

یاں پان کا لاکھا لبِ نازک کو گراں ہے

وان تشانکش زلف ہے آشفتہ طبیعت
یاں آئینہ حسن دل افسردہ ہے حیرت

وان ہے وہ درِ چاک گریبانی ہے وحشت
آنچل ہے نقاہت سے یہاں بارِ نزاکت

دامن ہے ادھر پرزے تو محرم ہے ادھر چاک
اک تیر کے پیکاں سے ہیں دونوں کے جگر چاک

وان دشت میں مجموعہ خاطر ہے پریشاں
یاں دوش پہ ہے زلفِ تو تا شامِ غریباں

تلوؤں میں وہاں ہے خلش خارِ مغیلاں
نشتر سے کھٹکتے ہیں یہاں ناوکِ مژگاں

واں خارِ جنوں نوک کی لیتے ہیں سفر میں
یاں پھانس پڑی غم کی کھٹکتی ہے جگر میں

کانٹے ہیں ببولوں کے جو واں خوں کے پیاسے
یاں آگ لگی رہتی ہے تلوؤں میں حنا سے

لپٹی ہوئی واں گرد ہے دامانِ قبا سے
یاں ناک میں دم زلفِ معنبر کی ہوا سے

صرصر کی طرح ہوتا ہے شوہر جو سفر میں
نکہت سی پریشاں یہ پھرا کرتی ہے گھر میں

راحت نہیں ملتی دلِ اندوہ طلب کو
فرصت نہیں ہوتی کوئی دم نالۂ شب کو

خلوت میں جو پروانے کبھی پاتی ہیں شب کو
یہ شمع لگا دیتی ہے آگ عیش و طرب کو

گل کھا کے پگھل جاتی ہے سوزِ جگری سے
بجھ جاتی ہے پہلے یہ چراغِ سحری سے

رہ رہ کے غمِ ہجر ستاتا ہے جو اکثر
بہ جاتا ہے خون آنکھوں سے ہو کر دلِ مضطر

کیا دخل ہے نیند آئے ذرا آنکھوں میں جھپکر
سونے نہیں دیتا ہے خیالِ رخِ شوہر

پھرتی ہے جو وہ چاند سی تصویر نظر میں
راتوں کو ستارے یہ گنا کرتی ہے گھر میں

رہتی ہے جو گیسو کے تصور میں پریشاں
ہوجاتی ہے تاریک نگاہوں میں شبستاں

آتا ہے جو رہ رہ کے خیال رخ تاباں
تھمتے نہیں آنسو صفت شمع فروزاں

ہوتا ہے جو گردوں پہ گریبان سحر چاک
رو رو کے کیا کرتی ہے دامان جگر چاک

شوہر کی کبھی یاد سے غافل نہیں ہوتی
بیگانہ کی جانب کبھی مائل نہیں ہوتی

تیر نگہ غیر کی بسمل نہیں ہوتی!
شوہر کے سوا اور کی قائل نہیں ہوتی

اس شمع کو جلتے ہوئے پروانہ نہ دیکھا
شوہر کے سوا اور کا دیوانہ نہ دیکھا

شوہر کو بھی دیکھے جو نہ دزدیدہ نظر سے
وہ آنکھ لڑے غیر سے کیا روزن در سے

بے مقنع و چادر یہ نکلتی نہیں گھر سے
ڈرتی ہے بہت دیدۂ بد بین اثر سے

رہتی ہے سمائی ہوئی شوہر کی نظر میں
چبھ جاتی ہے ایک ایک ادا اسکی جگر میں

انداز بھی ہے ناز بھی عشوہ بھی ادا بھی
صورت میں ہے پنہاں جو چہرہ بھی ہے جو رنگ حیا بھی

آنکھوں میں مروت ہے نگاہوں میں حیا بھی
حسن اسکو جو قدرت نے دیا ہے تو وفا بھی

شوہر کو غرض مایۂ آسایش جان ہے
وہ قالب بیجان ہے تو یہ روح روان ہے

اندوہِ غربت

حسرت! اے صحبتِ مرغانِ چمن یادِ وطن
رخصت! اے جوششِ بہارِ گل و شمشادِ وطن

دردِ غربت کی بھی آخر کوئی حد ہے کہ نہیں
ہو نہ سرگرمِ تپش اے دلِ ناشادِ وطن

لے ہی جائیگا کبھی جذبۂ یارانِ وطن
پھر دکھائیگا زمانہ ہمیں بنیادِ وطن

شوقِ دیدار میں روزن سے لگی ہیں آنکھیں
کان زندان میں ہیں حسرت کشِ فریادِ وطن

دل یہ کہتا ہے گلا گھونٹ کے مر جاؤں گا
یوں نہیں غربت میں جو جا نکاہ رہی یادِ وطن

ہم مبتلائے ہوئے ہیں گردشِ ایام کے آہ
ہمکو یاروں سے نہیں شکوۂ بیدادِ وطن

ساتھ تو نے بھی نہ ہم دشت نوردوں کا دیا
ہائے رے قافلۂ نکہت برباد وطن

سرگزشتِ دلِ آوارہ کہیں کیا تجھسے
ہم غریبوں سے صبا! پوچھ نہ افتادِ وطن

لکھکے یاروں نے نہ دو حرف کا پرزہ بھیجا
اے صبا! تو ہی سنا کچھ ہمیں رودادِ وطن

ساحلِ ہند کی جانب جو گزر ہو تیرا
ان سے کہنا یہ پیامِ دلِ ناشادِ وطن

گیت گاتے تھے کبھی حبِّ وطن کے ہم بھی
وہ بھی دن تھے کہ چمن میں تھے ہم آزادِ وطن

ہم اسیری کے سزاوار نہ تھے او صیّاد!
تیرے دشمن تھے نہ ہم آرۂ شمشادِ وطن

رحم کر رحم! کہ صیّاد قفس میں افسوس
چیختا کب سے ہے اک مرغِ چمن زادِ وطن

صوفیانہ رنگ کے پردے

حسنِ راضی جو ہوا پردہ کشائے تحیّر
چٹکیاں لینے لگی دل میں ادائے تحیّر

تیری وحدت جو ہوئی جلوہ فزا بن کے گئے
ماہ و خورشید ہوئے محو لقائے نیچر

پھر تو بے پردہ تجلّی نظر آئی تیری
دل کے آئینے میں تصویر اتر آئی تیری

آشکارا ہوئی وحدت تری کثرت بنکر
نظر آنے لگی خلوت تری جلوت بنکر

تو جو ظاہر ہوا پردے سے حقیقت بنکر
پھر تو اڑنے لگی شہرت تری نکہت بنکر

بن کے جب کارگہ دہر میں استاد آیا!
لئے اک بوقلموں پر دئو ایجاد آیا!

تیری شوخی نے اٹھایا جو حیا کا پردہ
نظر آیا عجب اک حسن ادا کا پردہ

اٹھ گیا صاف جو حائل تھا خفا کا پردہ
رخ کا پردہ تھا نہ اب لطفِ قبا کا پردہ

بن کے آئے نظر ایام و لیالی دونوں
بچے تری جلوہ نمائی سے نہ خالی دونوں

اپنے بندوں سے جو پردہ تجھے ستار نہ تھا
کوئی بندہ ترا حسرت کشِ دیدار نہ تھا

درمیاں میں جو ترا پردۂ اسرار نہ تھا
آئینہ تشنہ لبِ جلوۂ انوار نہ تھا!

لاکھ پردوں سے نظر تو مرے ستار آیا
حسن بنکر ترا یوسف سرِ بازار آیا!!

تیری صورت میں عجب عالم یکتائی تھا
ایک عالم تری صورت کا تماشائی تھا

تو نہ کب تشنہ لبِ انجمن آرائی تھا
برق بے پردہ نہ کب پردۂ رعنائی تھا

شوخی حسن ازل کہتی تھی دلہن بنکر
میں رہوں گی نہ چراغ تہِ دامن بنکر

تو اٹھاتا نہ اگر پردۂ انوار شہود　　دیکھتا کون تجلی تری اے رب ودود
پردۂ غیب سے ہوتا نہ کسی شے کا وجود　　ہیں کرشمے ترے جلوت کے یہ سب یا معبود
تو نہ پردے میں اگر پردہ کشائی کرتا
کسکو قدرت تھی کہ پیدا یہ خدائی کرتا
محتجب پردۂ وحدت میں جو کثرت ہوتی　　پردہ داری جو ترے حسن کی رعادت ہوتی
تو خدائی تری ہوتی نہ یہ خلقت ہوتی　　اور ہی عالم ایجاد کی صورت ہوتی
چاند سورج نہ یہ ہوتے نہ یہ تارے ہوتے
تیری قدرت کے نہ آنکھوں کو نظارے ہوتے
گھر سے بے پردہ نکلتی جو نہ وحدت تیری　　بیٹھی ہوتی کہیں سمٹی ہوئی کثرت تیری
منہ چھپا لیتی دلہن بن کے جو قدرت تیری　　کس پہ کھلتی مرے ستار حقیقت تیری
رخ سے پردہ جو حیا کا نہ اٹھایا ہوتا
نور بن بن کے نہ آنکھوں میں سمایا ہوتا
تو اٹھاتا نہ اگر پردۂ اخفاے عدم　　دیکھنے والے تجلی کے تری کون تھے ہم
تو دکھاتا نہ اگر جلوۂ انوار حرم　　کس پہ کھلتا مرے ستار ترا راز قدم
پوجتی پاؤں ہر اک صنم کے خدائی تیری
شکر ہے ہمکو تجلی نظر آئی تیری
حسن باطن کو جو پردے میں بٹھالا ہوتا　　نور تیرا ترے آغوش کا پالا ہوتا
طور پر برق تجلی کو سنبھالا ہوتا　　گھر سے بے مقنع و چادر نہ نکالا ہوتا
آنکھ موسیٰ سے جو تو نے نہ لڑائی ہوتی

یوں نہ بے پردہ تجلی نظر آئی ہوتی!

حسنِ ایجاد کا پردہ تو اٹھاتا نہ اگر / تیری صنعت کے نمونے نظر آتے کیونکر
وہ عناصر کا ہیولیٰ جسے کہتے ہیں بشر / بطنِ مادر کے نہ پردے سے نکلتا باہر

برق بے پردہ جو گرتی تری چلمن بنکر
بیٹھ جاتی کہیں شوخی تری دلہن بنکر

جلوہ فرما نہ ترا حسن تماشا ہوتا / کہ خود آئینہ تو اور آئینہ سیما ہوتا
اپنے بندوں سے جو یارب تجھے پردا ہوتا / آکے دنیا میں ترا حسن نہ رسوا ہوتا

تجھکو تشہیر کیا تیری خود آرائی نے
کر دیا عام تجھے جلوۂ ہرجائی نے

شیونِ عروس

سو گیا بالش پہ سر رکھکر دمِ فکرِ سخن / ناگہاں آئی نظر اک لعبتِ سیمیں بدن
الجھے سلجھے بال، مستانہ ادا، متوالی چال / تیکھی چتوں گورے گورے گال چھوٹا سا دہن
ننھی ننھی انگلیاں، پتلی کمر، بوٹا سا قد / اس پہ سونے میں سہاگہ جامہ زیبی کی پھبن
گوری گوری ساق سیمیں، پیاری پیاری پر پا / قد بھرا، جسم سانچے میں ڈھلا، نازک بدن
ننھے ننھے دانت کلیاں موتیا کی خوشنما / پتلے پتلے نرم و نازک ہونٹ برگِ یاسمن
تھے لبِ رنگیں پہ مسّی کی اداہٹ کے نشاں / اودے سا اودے نالسو کا تہا شگفتہ کیا چمن
دوش پہ زرکش ردا، چہرے پہ زرّیں نقاب / سیم قامت، سیم بر، سیمیں بدن، سیمیں ذقن
لب میں تھی جاں، پردری آنکھوں میں سحرِ سامری / قد میں تھی فتنہ گری، رفتار میں تھا بانکپن

رخ کی افشاں کا عجب عالم تحیر خیز تھا	دن میں آتی تھی نظر تاروں بھری کی انجمن
دست قدرت نے بنائی تھی عجب زلفِ سیاہ	کس دیا گویا کسوٹی پر تھا کندن سا بدن
تھا نزاکت کا اشارہ یہ دمِ مشقِ خرام	ایسے نازک کو ہوا اک ہلکی سی پھونکی فتن
گورے گورے ہاتھوں میں تھیں دھانی دھانی چوڑیاں	پیارے پیارے بازوؤں میں ہلکے ہلکے نورتن
بھینی بھینی بس کے آتی تھی تنِ نازک سے بو	صانعِ قدرت نے صندل کا بنایا تھا بدن
ابھرا سینہ اس پہ جالی کی وہ محرم چست چست	اٹھتا جوبن اس پہ اودی اودی کرتی کی پھبن
کیا کہوں اس نازنیں کا عالمِ حسنِ شباب	پھوٹ نکلی تھی جوانی بن کے سورج کی کرن
اک نمونہ تھی یہ قدرت کا فی الغرض	بھولی بھولی شکل تھی اور گورا گورا تھا بدن
حسن کی ماتی ہوئی اک اک سے اٹھلاتی ہوئی	چلبلی چنچل رنگیلی سانولی غنچہ دہن
جب نظر اس سج سے آئی وہ عروسِ مہ لقا	لے گئی دل کو اڑا کر صاف گھونگٹ کی پھبن
پھر کہا آہستہ میں نے یوں بعد اظہار شوق	اور نکیلی لمبے گھونگٹ والی شرمیلی دلہن
کیا ترا نام و نشاں ہے؟ کیا حسب ہے کیا نسب	ہے کہاں تیرا گھرانا اور کدھر تیرا وطن
کس کے نازوں کی ہے تو پالی ہوئی اے نازنیں	کس کی آنکھوں کی ہے پتلی اے بت تقویٰ شکن
شمعِ محفل کس کی تو ہے وہ شبستاں ہے کدھر	تو کلی ہے جس کی پھولوں کا کہاں ہے وہ چمن ؟
ہیں کسی عاشق کے قبضے میں جوانی کے ثمر	یا اچھوتا ادھ سینہ ہے ترا سیبِ ذقن ؟
مجھ سے سنکر یہ سخن گردن جھکا کر شرم سے	یوں ہوئی گویا زباں سے وہ عروسِ سیم تن
یادگارِ عز و شان دولت اسلامیہ	دلی والی ہوں میں اردوئے معلیٰ کی دلہن
دورۂ اسلام میں تھا جو کبھی کرسی نشیں	لوحِ اوراقِ زمانہ پہ مٹا وہ نقشِ کہن
شاہزادی تھی کبھی دلی کی میں اب بے خبر	سر پہ میرے چترِ شاہی تھا کبھی سایہ فگن

بیٹھ گیا اک شعلہ رو قیصر صبا سوز کر
شمع محفل جس کی تھی میں اٹھ گئی وہ انجمن

پھر لہرا گیا صحرا یوں ... ہی ...
ایسا ویران ہو گیا وہ تختۂ ... کہن

بیٹھی بیٹھی جس میں اک شیشہ کی کلیاں تھیں کھلیں
تختۂ مشق خزاں ہے اب چھوٹا سا چمن

اب کہاں وہ قیصر ... اور ... تاج
اب جبیں میں داغ ہے اور ... شکن

نیا ویرانی بستی ہے در و دیوار پہ
نقش عبرت اب ہی آثار صنادید کہن

ہند میں اسلام کا جھنڈا ہی اب جس سرنگوں
کٹ کے نیزہ خاک پر جیسے گرے کوئی ...

کل جھلاتی رزم میں تھی جن کی تیغ خوں فشاں
ان کے مرقد پر ہی پھولا لالۂ خونیں کفن

چھپ گئے کیسے عدم میں کیسے کیسے حکمراں
لگ گیا افسوس کس کس ... کا ... کہن

سر پہ دلی کے جہانداری کا سایہ تھا کبھی
شاہد ماتم نشیں ہے اب یہ البیلی دلہن

اب نہ وہ آہنگ عیش ہے نہ وہ کوس نشاط
اب نہ وہ بزم شبانہ ہے نہ لطف انجمن

... کہاں ان کی ... چھتیں گلیاں کہاں
ہائے وہ قصر مرصع اور وہ ایوان کہن

مٹ گئے سب رفتہ رفتہ میری عظمت کے نشان
رہ گیا باقی فقط افسانۂ رنج و محن

وہ مرا ننھا سا سن وہ جانفزا طفلی کے دن
وہ شرارت، وہ نزاکت، وہ ادا، وہ بانکپن

آرزو میں ناچتی پھرتی تھیں چھم چھم سامنے
پیاری پیاری تھی عجب کم سن امیدوں کی پھبن

باتیں کرنا سیکھتی تھی بیگموں کی گود میں
ڈھل رہا تھا حسن کے سانچے میں انداز سخن

اک طلسم تو کلید شوخی تقریر تھی
قفل بے یدبن کے کھلجاتا تھا چھوٹا سا دہن

جب ہوا بوٹا سا قد نشو و نما پا کر بڑا
رکھ دیا سر پر فصاحت نے مرے تاج سخن

لے اڑی پردے سے باہر تو شوخی حسن کی
بن کے قصہ مختصر ... آئی ...

کچھ دنوں بار رہی دلی میں سرگرم نشاط
جا کے چمکا یا ہر اک محفل میں ... انجمن

رفتہ رفتہ لکھنؤ کو پھر مرا چسکا ہوا / بن کے مہکے سے گئی شستہ الی میری دلہن
نیچی نظروں نے کیا کتنے جوانوں کو شہید / کر گئی کتنوں کو بسمل پھر گھونگھٹ کی پھبن
میرے مقدم کے بہت شیدے تماشائی جو تھے / بول اُٹھے مرحبا سب بے ساختہ اہل سخن
سر میں برسوں سے جو تھا جوش غزل خوانی بھرا / آگے چہکے حسن کے پھولوں پہ مرغان چمن
شاعروں نے ایشیائی طرز پر ڈھالا مجھے / کر دیا اکسیر طمع تھا جو کندن سا بدن
زلف میں شانہ کیا کاجل لگایا آنکھ میں / بھینی بھینی بدھیاں پہونچی کہیں بیٹھا بن
کچھ عجب انداز سے کھینچا مرا نقش وجود / کر دیا مصدر دم دونوں کو اگھر گیا دہن
صبح پہ گلگونہ ملا مہندی لگائی ہاتھ میں / رنگ دیا رنگ تصنع میں سراپا بدن
لوح ہستی پر بنا کر آہ! میرا کالبد / رنگ بھر بھر کر بگاڑا پیکر حسن سخن
اور نگیلی قوم! او دلدادۂ رنگ نشاط / او شہید جلوۂ حسن بتان سیمتن!
او شراب عشق کی مخمور! او بدمست عیش! / تا کجا! شوریدہ سودائے زلف پرشکن
تا کجا! سرگرم افکار پریشان کمر / تا کجا! نکتہ طراز فکر مضمون دہن
او خود آرا! تا کجا! ترتیب بزم حسن و عشق / کب سے ہے اُجڑی پڑی افسوس تیری انجمن
ہے سپہر قوم پر چھائی ہوئی بے رونقی / لگ رہا ہے آہ! دونوں چاند سورج کو گہن
چھا رہا اسلام پر ہے اب بڑھاپا سر بسر / قوم کا پتلا ہے اب پیر نحیف و خستہ تن
کچھ خبر بھی ہے تجھے او نیند کی ماتے ہوئے / مٹ رہی ہے اب تری شہر خموشاں انجمن
اب تو اٹھ سو کر کہ سوتے سوتے صدیاں ہو گئیں / اب تو تو کروٹ بدل بدلا زمانے نے فشن
اب تو ظالم! کھول دے زلف دوتا کی بیڑیاں / ہے تجھے انجام دینے کو بڑی قومی مشن
اب تو کر دے مرغ دل کو دام گیسو سے رہا / سامنے ہے خوشنما تعمیر کے پھولوں کا چمن

ایشیائی وضع سے جی میرا گھبرانے لگا — مجھکو صدیاں ہو گئیں پہنے ہوئے یہ پیرہن

اور مانا وہ بھی ہوگا کوئی دورِ روزگار — بن کے جب پردے سے نکلونگی میں نیچر کی دلہن

ہیں سپہرِ قوم پہ چمکوں گی بنکر آفتاب

وہ بھی دن ہوں گے کوئی اے دورۂ چرخِ کہن

نیچرل شاعری

شب کہ تھا میں چارسو بستر پہ نظارہ کناں — چھاگیا آنکھوں میں میری یک بیک خوابِ گراں

ناگہاں آئی نظر اک ماہ سیما نازنین — اک چھلاوہ سر سے پا تک تھی وہ کافر الاماں

وہ تجلی حسن کی خورشید جس پہ ہو نثار — وہ ضیا عارض کی جس پر ماہِ کامل کا گماں

وہ تجلی وہ ضیا وہ جلوۂ حیرت طراز — سر سے پا تک برقِ بے پردہ تھی کافر الاماں

دونوں شانوں پر تھی زلفِ خم بخم لٹکی ہوئی — جعدِ عنبر بار تھی ڈسنے کو کافر الاماں

سادگی کا اُف وہ عالم اور وہ حسن دلفریب — وہ جوانی کی امنگیں وہ غضب کی شوخیاں

پتلے پتلے وہ لبِ نازک وہ چھوٹا سا دہن — پتلی پتلی وہ کمر وہ پتلی پتلی انگلیاں

دونوں آنکھیں سامری فن دونوں لب سحرِ حلال — دونوں گیسو دل کے ڈس جانے کو مارِ دوزباں

تھے رخِ پرنور پہ بکھرے ہوئے سر کے جو بال — ماہِ کامل ہے گہن میں صاف ہوتا تھا عیاں

شوخیٔ رفتار میں وہ گردشِ دوراں کا ڈھنگ — قدِ موزوں میں قیامت کا وہ عالم الاماں

وہ نگاہِ سرمگیں غارت گرِ صبر و شکیب — دل کے لے جانیکو صد پیرایۂ دلستاں

قدِ موزوں خود قیامت اس پہ وہ مشقِ خرام — سادگی کا اُف وہ عالم اس پہ وہ نیرنگیاں

پیاری پیاری موہنی صورت تھی مورت حسن کی — سر سے پا تک سادگی چھائی ہوئی تھی الاماں

وہ کفِ نازک ہو جس پر برگِ گل کا اشتباہ
ہاتھ وہ ہو پنجۂ خورشید کا جس پر گمان

سادگی ہی سادگی تھی تھا تصنع کا نہ رنگ
دستِ نازک میں نہ تھیں رنگِ حنا کی شوخیاں

پتلے پتلے ہونٹھ مستی نے کئے تھے کب کبود
سرمۂ اعجاز کے آنکھوں میں ڈورے تھے کہاں

فتنۂ محشر نہ کرتی تھی بپا مستانہ چال
اور دمِ رفتار کرتے تھے نہ گھنگرو شوخیاں

گل سے عارض پر جمایا تھا نہ گلگونے نے رنگ
یعنی اب تک تھیں اچھوتی حسن کی نیرنگیاں

جب نظر آئی مجھے اس دھج سے وہ کافر ادا
لے گئی پہلو سے دل کو ہر ادائے دلستان

اف وہ مستانہ ادا وہ شوخیٔ مشقِ خرام
قدِ موزوں میں بھری تھیں کوٹ کر اٹکھیلیاں

گیسوؤں سے پھوٹ نکلی تھی جو عارض کی ضیا
کالے کالے بادلوں میں کوندتی تھیں بجلیاں

جب مری بالیں پہ یوں آئی وہ اٹھلاتی ہوئی
میں نے پوچھا اس پری رو سے کہ اے آرامِ جاں

از کجا می آئی اے سرمستِ خوبی محوِ ناز
عطر آگیں تا بہ داماں تا کمر عنبر فشان

وہ پرستان کونسا ہے تو جہاں کی ہے پری
ہے وہ جنت کونسی تو جسکی ہے حورِ جنان

تو ہے کسکی لاڈلی کس کے چمن کی ہے کلی
ناز سے جس میں پلی تو ہے وہ گہوارہ کہاں

کس کے دوشِ ناز پر پائی ہے تو نے پرورش
کس نے سکھلائیں ہیں عشوے تجھکو شوخیاں

کس کے نازوں کی ہے تو پالی ہوئی اے نازنیں
ہے کدھر تیرا وطن تیرا گھر ہے کہاں

کسکی آنکھوں کی ہے پتلی کسکے گھر کا نور ہے
شمع ہے تو کس کے کاشانے کی اے آرامِ جاں

کون ملک ہے تو اس کی رانی ہے تو اے مہ لقا
کون سے بنگلے کی تو زیبِ حرم ہے الامان

کس کے خاتم کی ہے نقشِ دلنشیں اے نازنیں
کون ہے تو کیا ہے او کافر ترا نام و نشاں

مجھ سے سنکر وہ بتِ شیریں دہن یہ گفتگو
یوں لبِ لعل شکر خا سے ہوئی شکر فشاں

حیف تو مجھکو نہیں پہچانتا او بے خبر
پوچھتا مجھ سے کیا میرے وطن کا تو نشاں

سب ہے جہاں نیچر کے گلہائے مضامیں کی بہار
رہنے والی ہوں اسی گلشن کی ہیں آپ نکتہ داں

حور جنت ہوں نہ اندر کے اکھاڑے کی پری
ہوں مری تو نیچر اور یورپ ہے میرا خاندان

کہنے والے مجھکو کہتے ہیں بہت لندن نژاد
ایشیا کی رہنے والی میں نہیں ہوں بدگمان

ہوں مسوں کی سادگی کا جلوہ نیچر طراز
گورے گورے گال ہیں اور بھوری بھوری پتلیاں

بل نہیں مشتاق سے کرتی مری زلف دراز
میری جعد پرخم و پیچ دیتی نہیں ہے پھانسیاں

خون عاشق میری ملت میں نہیں ہے نادان
میری چتون کو نہ کہنا تیغ و نوک سناں

ایک میں جادو بھرا ہے ایک میں اعجاز ہے
حشر کے فتنے مری آنکھوں میں آ کر ہیں کہاں

پائی ہے نیچر کے گہوارے میں میری پرورش
حور جنت ہوں اسی فردوس کی میں نکتہ داں

میری باتیں سنکے زاہد کی ٹپک پڑتی ہے رال
گھولتی ہوں قند لب سے ہوں میں شیریں بیاں

مجھ پہ غش ہے اک زمانہ میں ہوں نیچر طراز
نازش شعر و سخن ہے میرا انداز بیاں

نخل قد میں میری کیا تنا خمیں نکالیگا کوئی
میری رگ رگ میں بھری ہے کوٹ کر موزونیاں

کھینچتی ہوں ہو بہو ہر واقعہ کی شبیہ
مجھکو بھاتی ہیں تصنع کی نہ رنگ آمیزیاں

سادگی میری اداؤں میں بھری ہے کوٹ کر
میرے جلوے میں ملمع کی نہیں نیرنگیاں

ہوں چمن میں میں گل و بلبل کا افسانہ نگار
شمع و پروانہ کی ہوں ہر انجمن میں داستاں

نیند کا جب وقت مجھکو چپکے چپکے آ قریب
چھوٹے بچوں کی ہوں میں جا کر سناتی لوریاں

لب پہ مطرب کے ہوں میں نیچر کی دلکش راگنی
اور میں پردہ تھیٹر تک کبھی ہوں نغمہ خواں

ہوں میں لبرل میری رگ رگ میں ہے یہ دم کا جوش
روکنے والا نہیں ہرگز کوئی میری عناں

رن میں جب کرکے سناتی ہوں دلیروں کے لئے
جھوم جاتے ہیں مری آواز سنکر نوجواں

گزرے ہیں یورپ میں جتنے شاعر نیچر طراز
کارنامے سب کے اتنے ہیں مرے ورد زباں

وہ اٹلین سا سخنور باکمال بے مثال
اور وہ گوئٹے سا اُف شاعر جادو بیان

وہ سخنداںوں میں یکتا سے زمانہ شکسپیر
گولڈ اسمتھ سا وہ ناظم نکتہ سنج و نکتہ دان

میرے گہوارہ میں آئی تھی جو لینے پرورش
میرے گلشن کے کبھی تھے ہائے جو [illegible]

میرے خرمن کے کبھی جو خوشہ چین ہی ہوئے
اب نظر آتا نہیں ہے انکی قبروں کا نشان

کیا ہوئے وہ میری بزم عیش کے چشم و چراغ
میری آنکھوں کے وہ تارے ہیں جدا مجھ سے کہاں

میرے بچپن کا وہ گہوارہ کہاں ہے اے فلک
ناز سے جس میں چلی تھی وہ ہنڈولا ہے کہاں

میرے جلوہ کی جھلک یورپ میں اب بھی ہے مگر
ہند میں کوئی نہیں افسوس میرا قدرداں

ایسی حسرت کا یہاں ہے آہ کس کو امتیاز
کر چکی میں بارہا اہل نظر کا امتحان

کیا کسی عاشق کا دل لیتی تھیں ہنگام خرام
میری چالوں میں قیامت کی تھیں [illegible]

بھولی بھالی بھول پیاری چہرہ پر [illegible]
ہیں کہاں مجھ میں بتان ہند کی [illegible]

کیسی چشم سرمگیں کیسے مسی مالیدہ لب
کیسی آرائش کہاں کا شوق زیبائش کہاں

گیسوؤں کے پیچ کیسے کیسی لٹوں کی شکن
کنگھی چوٹی کا ہوا افسانہ کیسی [illegible]

[illegible] ظاہری ہے پیاروں کی ٹیپ ٹاپ
ہیں طلسم نقش حیرت [illegible]

نیچرل ہے میری ہی طبع کی جھلک گو آرائش نہیں
سادگی کا لطف [illegible]

کر ہیں گوش سامعین کیسا ترانہ کیسا ساز
کس کو نیچر کی سنا دوں میں ترنم ریزیاں

پرورش کیسے کیا اردو کے دامن میں تجھے
ایک بھی پیدا ہوا ہے نہ ایسا نکتہ داں

نام لیوا کون ہے میرا سخنداں میں حیف
ہند میں ملتا نہیں ہے میری نسلوں کا نشاں

میرے جلوہ کو دیا اہل سخن نے کب فروغ
ایک دن بھی ہند میں چمکا نہ میرا خانداں

میری مردہ ہڈیوں میں پھونکتا نیچر کی روح
ایک بھی ہیرو نہیں پیدا ہوا ایسا یہاں

میرے نغموں کا نہیں ہے آہ کوئی ہمصفیر
مجھکو کیا گو سیکڑوں ہوں بلبل ہندستان

کچھ بھی آتا ہے انہیں ہرزہ سرائی کے سوا
ہند میں کہنے کو گو ہیں سیکڑوں اہل زبان

ان سے ہونا کیا ہے منہ پہ صفا کہدوں ملا
جنکے مضمونوں میں حسن و عشق کی ہے داستان

ملگیا کیا آگیا جو ہاتھ مضمون کمر!
کیا ہوا پایا ندھا دہان یار کو جو بے نشان

میں بھی دیکھوں تو وہ اصنام خیالی ہیں کدہر
ہے کمر معدوم جنکی اور دہن ہے بے نشان

حشر ہوتا ہے بپا کیونکر بتوں کی چال سے
فتنۂ رفتار کی میں بھی تو دیکھوں شوخیاں

جنبش لب سے ہوا زندہ نہ عاشق ایک بھی
سر ٹپک کر مرگئے لاکھوں مسیحائی زباں

کسکو اعجاز مسیحائی کا دعویٰ ہے تو!
ڈالتا ہے کون دیکھیں قوم کے مردے میں جان

کسکو بھاتی ہے تری روکھی زبان روکھا کلام
کیوں ہے یہ ہرزہ سرای اے سرور خستہ جاں

بے ثباتی دنیا

جگر کے داغوں نے کی ہے چمن کی تیاری
کھلو کہ دیدۂ تر جوئے خون کرے جاری

کہیں کو جاتا ہے پہلو سے قافلہ دل کا
سفر کی کی ہے جو اشکوں نے مل کے تیاری

نہال سینچ کے پودوں کو باغباں کیا ہو
ریاض دہر میں نہریں قضا کی ہیں جاری

کئے ہیں رخ پہ پریشاں جو بال سنبل نے
یہ کس کی کرتا ہے سر پیٹ کر عزاداری

چمن میں نرگس شہلا نے موندلی یوں آنکھ
ہو جس طرح کسی بیمار پہ غشی طاری

وہ سبز رنگ ہوے ملکے خاک میں پامال
کہ جن کی گھات میں ہے یہ سپہر زرنگاری

زمیں نے نور کے پتلے دبائے ہیں کیا کیا
کہ سو رہے ہیں لحد میں بتان فرخاری

جہاں میں ایک بھی یوسف تھا نہیں ملتا ۔۔۔ کہ ہر گئی وہ حسینوں کی گرم بازاری
زمانہ صید تھا جن کے خدنگ غمزہ سے ۔۔۔ ہوئے شکار اجل وہ غزال تاتاری
ہوا نہ دست قضا سے کوئی حسین جانبر ۔۔۔ کہ آئی دل میں وہ آنکھوں میں تھی جو بیماری
وہ مہ جبین جو بالائے بام سوتے تھے ۔۔۔ اب ان پہ خواب اجل زیر خاک ہے طاری
فلک نے محو تحیر کیا حسینوں کو! ۔۔۔ کہ زیر خاک نہیں شوق آئینہ داری
بنا کے نقش فلک نے مٹا دئے لاکھوں ۔۔۔ عجب طرح کا ہے کچھ یہ طلسم زنگاری
عدم سے مرگ کا سودا چکانے آئے ہیں ۔۔۔ سرا میں ٹھہرے ہیں پہنچے کچھ جو ہیں یہ بیوپاری
ٹھہرنے دیتی ہے گردش کسے زمانے کی ۔۔۔ ہزار قید علایق کی ہو گرا بناری
کہاں سے آئے ہیں ہم اور کہاں کو جاتے ہیں ۔۔۔ رہی نہ غفلت دنیا میں اتنی خودداری
رہا نہ کچھ زن و فرزند و مال و زر کا خیال ۔۔۔ قضا کے آتے ہی نیند ایسی ہو گئی طاری
کرے نہ عمر دو روزہ پہ سرکشی۔ کہ یہ ۔۔۔ کہ خاک کا ہے یہ پتلا بشر نہیں ناری
اجل کمین میں۔ زمانہ عدو۔ فلک دشمن ۔۔۔ کرے مقابلہ کس کس کا جان بیچاری
زمانہ آنکھ جھپکتے ہی ہو گیا تاریک ۔۔۔ وہ شب کا خواب ہوا زندگی تھی جو بیداری
لباس عمر ادھر جسم شہ پہ چاک ہوا ۔۔۔ بندھا تھا جو سر پہ ادھر طرۂ جہانداری
قضا کے جال میں شاہین جاں پھڑکتا ہے ۔۔۔ نہیں ہے دام علایق کی یہ گرفتاری
گڑھے ہیں گور کے جاگیر دار سوتے ہیں ۔۔۔ فلک نے چھین لیا منصب زمینداری
کہو کہ دار مکافات ہے یہ گھر۔ اس میں ۔۔۔ روا کسی کی نہ رکھے کوئی دل آزاری
یہی ہے راہ فنا جس میں رہرو غافل ۔۔۔ نفس کی آمد و شد کا ہے قافلہ جاری
یہ گنبد و شمع سے سونے دے سونے والوں کو ۔۔۔ کرے نہ گور غریباں پہ گریہ و زاری

سنا ہے قافلے لٹتے ہیں راہ ہستی میں — مسافروں کو ہے لازم یہاں خبرداری
یہ مال و زر ہے ہمارا۔ یہ گھر ہمارا ہے — اسی میں عمر کی پونجی گذر گئی ساری
بہت غریب لٹے شاہ راہ ہستی میں — سنی اجل نے کسی کی نہ گریہ وزاری
دیا نہ اُن کو کفن پیر زال دنیا نے — قبائے زر تھی کبھی جن کے دوش پہ بھاری
کفن کو یاد کیا روکے بزم ماتم میں — کسی کے غم میں اگر اشک ہو گئے جاری
قرار اوس میں کہاں ساکنانِ عالم کو — کہ گھومتا لیے ہمیشہ یہ چرخ دواری
کہاں وہ مسند جم ہے کہاں وہ جام نشاط — کہاں ہے قصر فریدوں کی اب وہ تیاری
پتہ نہیں ہے کہ رستم کی ہڈیاں ہیں کدہر — رہی نہ سام و نریمان کی کبر و خودرائی
کہاں ہے خسرو و بہمن کی بارگاہ رفیع — کہاں قباد کی ہوشنگ کی جہانداری
اڑا کے تخت سلیمان کو لے گئے دم میں — قضا کے جھونکوں میں تھی کتنی تیز رفتاری
لگائے دل نہ کوئی پیر زال دنیا سے — کہ اس عجوزہ نے یاروں سے کی ہے کج یاری

تمام عمر رہا اپنا تھا قضا کا سرور
گئی نہ وہ جو کلیجے پہ چوٹ تھی بھاری

یاد ویرانہ

پڑا ہے آج جو یہ بے مکین ویرانہ — بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غمخانہ
کسی زمانہ میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا — چہل پہل تھی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا
اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ — مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن وہاں سائبان و دہر دالان — ادہر کو آہ تھی اک کوٹھری رفیع الشان

ادھر کو وہ مری خلوت تھی آہ خوش منظر
پرانے تارے آتے تھے جس جگہ سے نظر

میں گرمیوں میں یہاں آہ شام کو اکثر
تھا لیٹتا کبھی ہلکی سی اک مسہری پر

وہ جھومتی ہوئی [illegible] کا کنگنی پہ سرہانے دیوار
[illegible] جھک کے ہم آہنگیوں سے گاتا [illegible]

[illegible] کی مرے بچپن کی [illegible] ادھر
تھا آشیانہ کبھی آہ جس کا کونے پر

غضب کی درد بھری جس کی تھی کبھی کوکو
تھی دوپہر کو جو سرگرم نالہ [illegible]

لگا رکھی ہو تو جی سے اہل تعصب کہیں
کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب [illegible]

میں کاش اس کے پروبال کا نشاں پاتا
تو پاس رکھ کے دل غمزدہ کو بہلاتا

یہاں پہ آہ وہ دالان تھا خوش منظر
میں گرمیوں میں جہاں محو خواب تھا اکثر

اسی کی اک شکستہ سی رہ گئی دیوار
اسی کی ہائے اک اینٹ سے رہ گئی دیوار

ہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس
[illegible] روشن تھے جابجا فانوس

ہمیں کے فرش پہ میں لوٹتا تھا بچپن میں
[illegible] آنگن میں

[illegible] تھی دیوار ترے منظر سے
[illegible]

مری تحقیق تھی اور میرے تخیل تھی تو
[illegible] حال [illegible]

مہر تھا ان دنوں ساون میں جب [illegible]
[illegible] چہرے پہ گھر کے غم میں تھی چھائی

پڑا ہوا تھا میں اک کھری چارپائی پہ
[illegible]

تو غمزدہ سی تھی اس وقت تو بھی اے دیوار
[illegible] آتے تھے ترے رخسار

جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے [illegible]
[illegible] گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے [illegible]

وہ چلچلاتی ہوئی دھوپ جیٹھ کی وہ سموم
وہ دل ملول وہ چہرہ فسردہ [illegible]

تھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن آزار
تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی اے دیوار

کہ ہے ہے آہ! وہ عہد گزشتہ اے دیوار گذر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل و نہار
وہ کم سنی کا زمانہ نہ آئیگا پھر کیا وہ دن نہ مجھکو زمانہ دکھائیگا پھر کیا
ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ دن دو چار وہ گزرے گود میں تیرے ہی اے مرے غمخوار
تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز
وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
وفا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے مرے مربی مجھے احسان یاد ہیں تیرے
مچلکے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا کسی کی گود میں جب آہ میں نہ آتا تھا
تو تجھ سے لگ کے میں ہو جاتا تھا کھڑا دیوار ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ زار
اداس دیکھ کے مجھکو گلے سے لپٹا کر لگا کے سینے سے آنسو تھی پونچھتی اکثر
نہیں ہوں آہ لڑکپن کی وہ ادا بھولا میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
مرے رفیق سب کھیلنے کو آتے تھے نکل کے گھر سے کہیں اب میں نہ جاتے تھے
برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینھ کی بوچھار تو کھیلتا تھا میں اسوقت تجھسے اے دیوار

بچے میں گیند تھا دیتا مجھے تو دیتی تھی
بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی

بجا ہے آہ! یہ میرا خیال کیا دیوار کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار
مگر یقین مرے دلکو آہ کیوں کر ہو کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پر ہو
خدا کرے تجھے اے کاش تو نہ بھولی ہو مجھے بھی آہ تری آرزو نہ بھولی ہو

اگرچہ دور رہا تجھسے میں فراق نصیب
اگرچہ سائے سے تیرے بچھڑ گیا میں جب
گذر گئے تیرے فرقت میں آہ کتنے سال
رہا میں وادئ غربت میں آہ کتنے سال
میں گو رہین ستمہائے روزگار رہا
تیرے خیال سے غافل نہ زینہار رہا
زمانہ یاد وہ لڑکپن کا جب کبھی آیا
تیرا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا
تھا اتفاق کہ تیرے قریب آ نکلا
ادھر کو بھول کے میں غم نصیب آ نکلا
نصیب پھر تیرا دیدار دیکھئے کب ہو
ادھر کو عزم دل زار دیکھئے کب ہو

جدا میں ہوتا ہوں تجھسے تیرا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ

ماتم آرزو

اے دل مردہ! کہاں ہے روزگار آرزو
ناامیدی کر چکی کب کا فشار آرزو
ہائے! وہ دل جسمیں امید ونکی تھی بزم نشاط
اسمیں ہے اک آہ! چھوٹا سا مزار آرزو
مت نہ جانا۔ تجھکو میری ناامیدی کی قسم
اے جگر کے داغ! ہے تو یادگار آرزو
چارہ گر دست تسلی میرے سینہ پہ نہ رکھ
آہ! اس مقتل میں پنہاں ہیں شرار آرزو
اب کہاں بزم تمنائے دل شیدا نہ کش
میں ہوں تو ہے اور تکلیف خمار آرزو
ناتواں ہے بہ نہ جائے ہوکے خوں اے جگر
لے نہ چٹکی دل میں درد انتظار آرزو
کب سے تیرے منتظر داغ جگر کے پھول ہیں
تو کہاں ہے! آہ اے طاق مزار آرزو
حسرت مردہ کے غم میں ہائے بے غمگسار
مر مٹا کیا تو بھی شوق بیقرار آرزو
خار زار یاس دامان آہ اب پہلو میں ہا
دل کہ تھا اک باغ نیرنگ بہار آرزو

ہائے وہ راتیں مرادوں کی امنگوں کے وہ دن
ہائے وہ تسکین فزا سیل بہار آرزو

لہلہاتا ہائے! وہ جام تمنا کا سرور
ہائے! وہ ذوق شراب خوشگوار آرزو

چارہ گر! سینہ پہ رکھکر دیکھتا ہے ہاتھ کیا
دل تڑپتا ہے پڑا زیر مزار آرزو

بیکسی! بزم نشاط دل میں اب رکھا ہی کیا
جمع ہے کچھ گرد حسرت کچھ غبار آرزو

میرے پہلو میں تڑپتا ہے جگر بھی دل کے ساتھ
آہ! یہ بھی ہے شہید انتظار آرزو

آج وہ بھی مٹ گیا لو ہو گیا قصہ تمام
داغ حسرت دل میں تھا اک یادگار آرزو

کیا خبر تھی ایک دن مجھ سے جدا ہو جائیگا
تیرا آغوش تمنا اے کنار آرزو

دل کی کشتی تیری موجوں میں بہی جاتی ہے آہ
آہ! سیل گریۂ بے اختیار آرزو

جلد پامال کر کے آہ! دل کو تو کہاں
اے سمند ہستی ناپائیدار آرزو

آرہی ہے بیکسی کی آہ ٹیلے سے صدا
راکھ میں میرے ہیں اب بھی کچھ شرار آرزو

سو جگہ سے چاک ہے کب تک کرے گا تو رفو
اے رفوگر! دامن صبر و قرار آرزو

ہے دل مردہ کی تربت بھی ذرا آ بیکسی
جس جگہ ہے میرے پہلو میں مزار آرزو

ایسا لوٹا آہ! یہ کس کا تماشا کر اے دوست جنوں
مرتے مرتے بھی نہ نکلا دل سے خار آرزو

اے رفیق صحبت دیرینہ بزم نشاط
دل میں آجا! اے خیال غمگسار آرزو

تجھ کو بھی رونا پڑے گا ایکدن اے بیکسی
تو رہی ہو گی نہیں جو چند سے سوگوار آرزو

گل مزار

دشت غربت میں ہوں میں وہ خانہ برباد چمن
سیکڑوں فرسنگ ہے انکھوں سے بنیاد چمن

اک حسین کی قبر پہ ہوں میں گلِ طاقِ مزار ... پوچھتی ہے اے صبا کیا مجھ سے روداد چمن
اب کہاں ہائے انقلابِ آسمانِ زود رس ... ساتھ کے کھیلے ہوئے وہ سرو و شمشاد و چمن
بن گئے آنکھوں سے ٹپک جائے نہ خونِ آرزو ... چٹکیاں دل میں نہ لے اے نشترِ یادِ چمن
ہائے وہ دن ہاں دستِ گلچیں مجھ پہ جب ٹوٹا نہ تھا ... ہائے وہ راتیں اتنا تھا صحرا میں آباد چمن

ہلکی ہلکی مجھ پہ پڑتی تھی قمر کی روشنی
دل کی ٹھنڈک تھی طباشیرِ سحر کی روشنی

کچھ عجب دلکش تھا میرا آغازِ حسنِ شباب ... منہ پہ نازک پتیوں کی ہلکی ہلکی تھی نقاب
لوریاں دے کر مجھے شب کو سلاتی تھی نسیم ... دیکھتا تھا پیار کی نظروں سے دل کو آفتاب
موجِ تحریکِ صبا بھی تھی نزاکت سے گراں ... دل کو بادِ تند کے جھونکوں سے تھا اک اضطراب
ہائے وہ میری نگاہِ شرمگیں چھپتی ہوئی ... وہ گلوں کے قہقہے، وہ میرا اندازِ حجاب
وہ کنارِ آبِ جو نظارۂ عکسِ شفق ... وہ سکوتِ شام میں کیفیتِ سیلانِ آب

صبح کو وہ طائرانِ خوشنوا کے زمزمے!
میرے شاخوں پہ وہ مرغانِ ہوا کے زمزمے

کالی کالی وہ گھٹائیں اور وہ ... کی ترنگ ... ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں بھینی بھینی وہ پھوار
آہ وہ ساون کے جھالے اور وہ لطفِ رنگِ گل ... ہائے وہ پانی کے جھرنے اور وہ کنجِ خوشگوار
وہ فضائے سبز رنگیں اور وہ جوشِ گل ... ہائے وہ پھولوں کے تختے وہ سہانا سبزہ زار
آہ وہ کوئل کی کوکو وہ پپیہے کی الاپ ... وہ شگوفوں کا چٹکنا اور وہ گلبانگِ ہزار
ہائے وہ اک دلکش تماشا ... ... چھاؤں میں تاروں کی گانا چھیڑ ... بلبلوں کا

آہ وہ ترتیبِ بزمِ عیش یارانِ چمن

ہائے! وہ جوش بہار سرو ریحانِ چمن

مجھ سے چھوٹا آہ! کیا میرا وطن اے آسمان / وادیٔ غربت میں لائی کھینچ کر قسمت کہاں
اب نہ رعنائی رہی مجھ میں وہ رنگ قبول / اک گل پژمردہ ہوں صحرا میں بے حسن جواں
اب کہاں وہ کنج دلکش اب کہاں وہ ہم نشین / پھر رہا ہے آہ! اب آنکھوں میں وہ اگلا سماں
توڑتا ہوں آہ! ویرانے میں دم میں بے نصیب / ہے شریک نالہ اب کوئی نہ کوئی نوحہ خواں
گھل رہا ہوں گل رہا ہوں مٹ رہا ہوں اب کہ میں / مختصر ہیں آہ! میری نرم و نازک پتیاں

ہو نہ محو حسن ظاہر۔ دیدۂ صورت پرست
عیش دنیا را بقائے نیست دنیا ہیچ ہست

گلِ خزاں دیدہ

خوشا وہ دن کہ میں آرائش صحن گلستاں تھا / خوشا! وہ دن کہ میرے فرق پر تاج زرفشاں تھا
خوشا وہ دن کہ شوق جامہ زیبی تھا گلستاں میں / شمیم ناز سے میرا معطر جیب گریباں تھا
بہار جلوۂ حسن ازل تھا پردۂ گل میں / وہ جگنو تھا کہ کاشانہ فروز صحن بستاں تھا
نگاہیں بلبل و گلچیں کی بے ڈھب مجھ پہ پڑتی تھیں / بہار حسن تھی جوش شباب فتنہ ساماں تھا
صبا گہوارہ جنباں قصہ گو بانگ عنادل تھی / مرا چھوٹا سا بستر خواب آسائش کا ساماں تھا
فضائے لالہ و ریحان و گل زیب محفل تھی / نسیم صبح کا جھونکا جو تھا تخت سلیماں تھا
شمیم خلد اترائی ہوئی پھرتی تھی گلشن میں / ہر اک گل اک طلسم جلوۂ نیرنگ امکاں تھا
ترنم ریز تھا شاخوں پہ میری طائر سدرہ / چمن کا میرے دست آموز مرغ نغمہ خواں تھا
جواب خطۂ کشمیر میرا کنج گلشن تھا / بہار سبزہ و گل تھی ہجوم سرو ریحاں تھا

ادھر سنبل کو تھا ناز اپنے گیسوئے مسلسل پر
ادھر نرگس کو گلشن میں غرور چشم فتاں تھا

کلی دوشیزۂ ناکتخدا اک تھی گلشن میں
شگوفہ جو چمن میں تھا عروس گل بداماں تھا

موافق مجھ سے تھی آب ہوائے دہر اے ہمدم
صبا تھی عطر آگیں ابر رحمت گوہر افشاں تھا

نہ تھا یوں منتشر شیرازۂ جمعیت اجزا
بہ رنگ بو نہ جھونکوں میں ہوا کے یوں پریشاں تھا

ارم خانہ تھا مجھکو آہ! کنج دلنشیں میرا
زمیں پر یوں نہ میلی خوردۂ ریگ بیاباں تھا

نہ یوں الجھے ہوئے تھے خار صحرا میرے دامن سے
نہ یوں ٹکڑے ہوا ہاتھوں سے اک تار گریباں تھا

گل خنداں تھا میں بھی باغ عالم کے ترقی میں
نہ میں حسرت کا پتلا تھا نہ میں تصویر حرماں تھا

نہ یوں نالہ کش بیتابی دل تھا بیاباں میں
نہ یوں شکوہ طراز گردش آشوب دوراں تھا

کہاں لائی اڑا کر آہ او باد خزاں مجھکو
کہیں خار مغیلاں تھے کہیں غول بیاباں تھا

یہ افسانہ ہے کل کا۔ کیا کہوں اے ہمنشیں تجھ سے
چمن میرا وطن تھا میرا کاشانہ گلستاں تھا

بہار عالم نیرنگ تھی ہر اک گھڑی میری
نہ تھا معلوم رنگ انقلاب دہر پنہاں تھا

حقیقت کھل گئی دور خزاں آیا جو گلشن میں
نہ تھا غازہ رخ گل رنگ خون شہیداں تھا

ضیائے ہستی موہوم موج شعلۂ خس تھی
شباب فتنہ زاد دو چار دن کا آہ مہماں تھا

مرا حسن تعیش سوز تھا رقص شرر گویا
چمن میں آہ میں گل شمع سر گور غریباں تھا

طلسم بے ثبات دہر تھا رنگ بقا میرا
بساط گوشۂ مرقد مری ہستی کا میداں تھا

تحیر زا تھا منظر آہ! اک اک باغ ہستی کا
وجود عالم امکاں مگر خواب پریشاں تھا

موسم سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول — اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن میں پھول
بیکس غریب فرقت احباب میں ملول — دھندلا سا اک چراغ سحر انجمن میں پھول

ہے کوئی غمگسار نہ ہمدم کوئی قریں — ہمچشم کے آشنا ہیں نہ وہ خاندان کے پھول
رخصت ہوئے چمن سے رفیقان ہمنشیں — بکھرے پڑے ہیں خاک پہ اب گلستاں کے پھول

ننھی سی آہ! کوئی کلی بھی نہیں قریب — ڈالے جو عکس پھول سے رخ کا غریب پر
کچھ درد دل کا حال کہے جس سے غم نصیب — جو اسکی آہ سرد کو سن کر ہو نوحہ گر

کملانے دونگا تجھکو میں تنہا شاخ پر — ڈر ہے نہ کنج میں تری مٹی خراب ہو
احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے بے خبر — جا تو بھی ان کے ساتھ ہم آغوش خواب ہو

کرنا نہ تھا زبان پہ فرقت احباب کا گلا — اب تیری پتیاں میں بچھاتا ہوں خاک پر
ہیں سو رہے جو بستر مرگ جہاں تیرے آشنا — تجھ کو بھی ان کے ساتھ سلاتا ہوں خاک پر

رخصت سفر اٹھاؤنگا میں بھی جہان سے جلد — احباب مجھ سے جب مرے ہو جائینگے جدا
چھپ جاؤنگا میں مر کے پس پردۂ نہاں جلد — تنہا کوئی جہاں میں جیا بھی تو کیا جیا

کیا لیجئے آہ! کوئی کرے عمر جاوداں
سالک تو ناہیں جب نہ رہے تیرا آب دار

یاران رفتہ کا ہے زیارت کدہ جہاں
میری بھی بیکسی کا بنے گا وہیں مزار

جب اٹھ گئے جہان سے یاران زندہ دل
جی کر غم فراق کے صدمے سہیگا کون

کڑیاں تری اٹھائیے کیا اے زر دوانِ سلف
اس غمکدہ میں زار اکیلا رہے گا کون

خزاں رسیدہ پھول

اڑا کے جنبش باد خزاں دریغ دریغ
کہاں سے تو مجھے لائی کہاں دریغ دریغ

میں اپنے کنج میں خوش تھا وطن سے آہ پرت
جدا کیا مجھے کیوں آسماں دریغ دریغ

ترا برا ہو چمن سے تری دورنگی نے
مٹا دیا مرا نام و نشاں دریغ دریغ

وہ موتیا وہ چنبیلی وہ نرگس وہ گلاب
کدھر گیا وہ مرا خاندان دریغ دریغ

وہ سبزہ کنج، وہ پھولوں کا آہ! گہوارہ
وہ موج نکہت عنبر فشاں دریغ دریغ

وہ جوش گل، وہ فضا وہ چمن وہ ابر بہار
وہ جوئبار وہ آب رواں دریغ دریغ

وہ لطف صحبت مرغان باغ وا ویلا!
وہ ان کے نغمۂ شکر فشاں دریغ دریغ

چٹک چٹک کے بجانا وہ آہ غنچوں کا
چمن میں صبح کو شہنائیاں دریغ دریغ

وہ رنگ روپ وہ شوخی وہ پھول سے رخسار
وہ سبز سبز ہری پتیاں دریغ دریغ

وہ جوش حسن وہ جوش بہار وا ویلا!
ہرا ہرا وہ مرا سبزہ زار وا ویلا!

رہا نہ آہ! وہ جوشِ بہار کا عالم — کہ تھا تبسمِ موجِ شرار کا عالم
چمن میں پھول سا چہرہ جو مسکراتا تھا — اب اس میں ہے گُلِ شمعِ مزار کا عالم
نظر کو جب تھا حسینوں کی دید کا لپکا — عجب مزے کا تھا وہ انتظار کا عالم
سمن بروں کے تصوّر میں ہائے وہ شبکو — کلی کلی میں دلِ بیقرار کا عالم
سحر کو گلبدنوں کے وہ باغ میں جلسے — غضب کا حسن وہ اسپرِ بہار کا عالم
وہ لالۂ زار وہ مہندی کی ٹٹیوں کی قطار — شفق میں آہ! وہ صبحِ بہار کا عالم
صبا کا آہ! وہ گلے سے میرے لپٹ جانا — وہ اختلاط وہ بوس و کنار کا عالم
نہ چاندنی ہے وہ نکھری ہوئی نہ صبحِ بہار — رہا نہ وہ میرے لیل و نہار کا عالم
خبر نہ تھی مجھے رنگینیِ بہار میں ہے — تلوّنِ چمنِ روزگار کا عالم

جہان کو میرے پر دردگار دیکھ چکا
خزاں کو دیکھ رہا ہوں بہار دیکھ چکا

سوزِ بیوگی

عجب رقت بھری اے چارہ گر! ہے التجا میری — جگر میں چٹکیاں لیتی ہے رہ رہ کر دعا میری
پسند آئی نہ آرائش مجھے او آسماں میری — اتاریں بدھیاں بیدرد توڑیں چوڑیاں میری
مبدّل غم سے شادی ہو گئی او جانِ جاں میری — کہ ٹپکی بن کے خون آخر شرابِ ارغواں میری
فلک نے چھین لیں مجھ سے شہابی چندریا میری — پہنتی سرخ جوڑا! ایسی قسمت تھی کہاں میری
کہاں کا شوق زینت جل رہی ہیں بتیاں میری — گراتی مجھ پہ برقِ ستم ہیں بجلیاں میری
ہوا کیا اے جوانی! وہ لڑکپن کا مزہ — کدھر ہے طوقِ منت اسکا کہاں ہیں ہنسلیاں میری

لگائی آگ آرائش کو آخر سوزِ نالہ نے ۔۔۔ اڑی ہونٹوں کی مسی نکلے آہ ہو دھواں میری
بہا جاتا ہے آنکھوں سے خون آرزو ہو کر ۔۔۔ یہ دردنا ہے رہیگی بیکسی یارب کہاں میری
بنایا ہے یکس کے رنگ نے ماتم نشیں مجھکو ۔۔۔ تمنا نالہ کش میری ہے حسرت نوحہ خواں میری

وہ نقش نامرادی ہوں سراپا درد ہوں غم ہوں
مرقع میں جہاں کے آہ! میں تصویر ماتم ہوں

وہ دکھیا ہوں نہیں دردِ نہاں کا رازداں کوئی ۔۔۔ وہ بیکس ہوں نہیں سنتا ہے میری داستاں کوئی
کرے رو رو کے کبتک شکوۂ دردِ نہاں کوئی ۔۔۔ بہائے تا کجا سیل اشک خون چکاں کوئی
بنایا ہے سراپا داغ حسرت سوزِ ہجراں نے ۔۔۔ پہنائے آہ! پھولوں کی مجھکو بدھنیاں کوئی
جگر سے آہ! تھم تھم کر دھواں اٹھتا ہی ہو نکلا ۔۔۔ جلاتا ہے کسیکو یوں بھی اے سوزِ نہاں کوئی
تقاضا لذت ذوقِ خلش کا ہے شب غم میں ۔۔۔ جگر میں آہ! رکھدے چیر کر نوکِ سناں کوئی
کلیجہ تو ہم ہی نے کر لیا ہوا اپنا جب پتھر ۔۔۔ تو ہو پھر خاک یارب شکوہ سنج آسماں کوئی
زمانہ ہو رہا ہو آہ جب تاریک آنکھوں میں ۔۔۔ سنوارے بام پہ کیا گیسوئے عنبر فشاں کوئی
سنبھال اے ضبط اٹھکر اضطراب اٹھتے ہیں ہو ۔۔۔ کہ نازک ہے زمانہ ہو نہ مجھ سے بدگماں کوئی
ہوئے کیا کیا نہ آنسو خاک میں پامال گر گر کر ۔۔۔ نہ نکلا قوم میں ان موتیوں کا قدرداں کوئی

جلایا چپکے چپکے آتشِ خاموشِ غم تو نے
بجھائی آہ! اک دل کی لگی پھر کر کرم تو نے

گھٹائیں چھا رہی ہیں آہ! دل پہ یاس و حرماں کی ۔۔۔ اٹھیں گی خون رلاتی ہیں شباب فتنہ ساماں کی
خلش ہے آہ! پھر تاروں میں سے چیر نوکِ مژگاں کی ۔۔۔ الٰہی خیر ہو دل کی جگر کی شہر گریباں کی
نہ دے بادِ صبا تکلیف گلگشتِ گلستاں کی ۔۔۔ کہ صورت ہے ہر اک گل میں ہاں زخمِ خنداں کی

میں وہ تصویر حسرت ہوں شکست رنگ ہے مانی کی
کہ مہندی کی نہ ہاتھوں میں نہ سرخی لب پہ پان کی

لگے سو وہ دن کمند شوق تھی جب پیش گیسو
درازی آہ اب ہاتھوں میں ہے شب ہائے ہجراں کی

پسینے ہے کس کا موسم باد صبا کیوں ہے ہوا
لپٹ کر رو رہی ہے خون سے جیب گریباں کی

نہ دیکھا پیرہن میں تار باقی دست وحشت نے
الٰہی شرم تیرے ہاتھ ہے اس جیب عریاں کی

دماغ عرض شرم آرزو ہے چارہ گر کس کو
نگہ کا کیوں ہے منت کش نہیں میں تجھ سے درماں کی

برا ہے جی کی وہ جانے کہ جیتا ہو تری جس کو
کسی کو کیا خبر ہو آہ میرے درد پنہاں کی

مرے درد نہاں کو آہ تو نے بد کیا افشا
گذرتی ہے جو مجھ پر دیکھیے وہ تیری بلا جانے

نشاط افزوں شادی تو ہے منعم بزم عشرت میں
بسر ہوتی ہے تیری شاہد مطرب کی صحبت میں

حمائل ہاتھ تیرے گردن مینا میں ہیں شب کو
کہ مست بیخودی ہے ذوق خواب ناز راحت میں

کسی گل پیرہن سے شب کو پہلو گرم ہے تیرا
بہار صبح جنت کا ہے جلوہ شام خلوت میں

گذرتے ہیں ترے دن لطف سے یاروں کی محفل میں
بسر ہوتی ہیں راتیں تیری تو آرام و راحت میں

سمجھتا ہے مآل زندگی تو عیش دنیا کو
کبھی ہے فکر سامان میں کبھی ہے عیش و عشرت میں

خبر کیا تجھ کو او دلدادہ ذوق تن آسانی
کہ اپنے ہی دیکھا کئے دن عیش و راحت میں

اثر ہے تجھ کو کیا یہ درد مجھ سے بیکسوں کا
نہ دلسوزی ہے فطرت میں نہ غمخواری طبیعت میں

تو تیغ چارہ گر درد نہاں کی کیا کرے کوئی
کہ ہمدردی نہیں ہوتا ہے ظالم تیری فطرت میں

کسی بلبل کا تو او بے وفا ہو سن ڈھونڈے گا کیا
کہ ہیں تیری نگاہیں رخنہ گرد امان عصمت میں

کہاں کی پردہ داری پاس ناموس وفا کیسا
تو شمع قوم کی ہے اٹھ گئی یار سیا گلا کیسا

اُجڑی ہوئی دُلہن

او عروسِ مہ لقا! او شاہدِ ماتم نشیں
آہ! او رنگیں ادا! او دل کی والی نازنیں

یاد آیا ہے کہ تھی تیری جوانی جوش پر
چٹکیاں لیتی تھی دل میں ہر ادائے دلنشیں

ہائے وہ راتیں کہ تھی تو شمعِ بزمِ ناز و دلکش
تیرے پروانے تھے ہم اے غیرتِ ماہِ مبیں

ہائے وہ دن کہ تو تھی جب حسرتِ ذوقِ نگاہ
نوکِ نشتر تھی رگِ جاں میں تیری چینِ جبیں

جلوہ گر تھی ہر مرقع میں تیری تصویرِ حسن
محفلِ ہستی میں تھی تو نقشِ نازِ دلنشیں

تا کمر لٹکی ہوئی وہ آہ! جعدِ خم بخم
الجھی الجھی دوش پر بکھری وہ زلفِ عنبریں

آہ! وہ عشوہ گری وہ گردشِ چشمِ سیاہ
ہائے وہ شرمیلی چتون وہ نگاہِ شرمگیں

قدِ موزوں پر پھبن کے وہ دوپٹے کی پھبن
سرو پر پھیلی ہوئی گویا تھی شاخِ یاسمیں

ابھرے سینے پر وہ آغازِ جوانی کے نشاں
تازہ بو کے پھول اور وہ عطرِ صندل کی زمیں

وہ تبسم ہائے شیریں وہ نوائے جاں نواز
وہ لبِ شکر شکن شکر فروش و شکریں

دوشِ نازک پر دوپٹے کا وہ آنچل سرخ سرخ
ہلکی ہلکی آہ! وہ رخ پر نقابِ ریشمیں

قد میں شوخی، خد میں رعنائی بھری تھی کوٹ کر
آنکھ میں تھا زہرِ قاتل لب میں قند و انگبیں

قیس آشفتہ تھی اک خلقِ خدا تیرے لئے
ہائے وہ راتیں کہ تھی تو لیلیٰ محمل نشیں

ہائے وہ طفلی کا عالم اور وہ جوشِ شباب
بھولی بھولی اف! وہ صورت وہ نگاہِ سرمگیں

آہ! وہ بوٹا سا قد وہ ننھی ننھی انگلیاں
آہ! وہ تیرے لڑکپن کی ادائے نازنیں

بالی کی پوری سی جنبش سوچ کر تکلم تھی تجھے
اور شمیمِ جاں فزائے خلد تھی خواب آفریں

پھول جھڑتے تھے لبِ رنگیں سے یوں وقتِ کلام
گل بداماں ہو چمن میں جیسے صحنِ یاسمیں

سر پہ میرے نظم کا تھا فرق پر تاج سخن | تعلق کے پھولوں کا جھومر زیب آغوش حسین
آسمان ناز سے عالم فریبی کے لئے | جھکے اتری تھی مگر تو حور فردوس بریں
تیر اسکے تھا رواں اے شاہزادی چار سو | یاد آیا مجھکو دلی تھی ترے زیر نگین
لیکن اب تجھ میں کہاں وہ جلوۂ شان عہود | جھڑ گئے سب آہ تیرے تاج شہرت کے نگین
چھا رہی ہے اب اداسی آسمان حسن پر | اب نہ وہ تاروں کا جھرمٹ ہے نہ وہ ماہ مبین
تیری آنکھوں میں کہاں وہ مستی حسن شباب | تیرے شیشوں میں کہاں وہ شراب آتشیں
اب کہاں وہ ذوق صہبائے سخن وہ بزم مے | اب کہاں وہ مجمع رندان میخانہ نشین
اب ہوا میں ہے پریشان تیری پروانوں کی خاک | تیرے دیوانے ہیں اب شہر خموشاں کے مکین
اب کہاں اگلی سی وہ کاشانہ افروزی تری | چشم حسرت حلقۂ در نقش عبرت نشین
جسکے دامن میں پلی تھی آہ تو آئے تھا | اب وہ انجم خواب آسائش میں ہیں زیر زمیں
گوش عبرت میں مزار خفتگان خاک سے | آ رہی ہے دھیمی دھیمی آہ فریاد حزیں

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

دنیا کی اجڑی ہوئی محفل

شب کہ تھا میں نقشبند عالم نیرنگ خواب
تھی ہم سرگرم صحبت چند یاران شباب
اک طرف آراستہ چھوٹی سی تھی اک بزم عیش
کھل رہا تھا اک طرف پھولوں کا تختہ لاجواب

اِک طرف چِھٹکی ہوئی تھی صاف ستھری چاندنی
بہ رہی تھی اک طرف اٹھکھیلیوں سے جوئے آب
اِک طرف تھے سبزہ پہ پھولوں کے گلدستے دھرے
اِک طرف گملوں میں تھا پھولا ہوا دیسی گلاب
اک طرف شاخوں پہ سرگرم ترنم تھے طیور
اک طرف تھا اہتمام نغمۂ چنگ و رباب
خندۂ گل اِک طرف گلبانگ بلبل اِک طرف
اِک طرف محفل میں ترتیب مے و نقل و کباب
جھومتے تھے اک روش پہ نونہالان چمن
اک کنارے سبزۂ بیگانہ تھا سرمستِ خواب
بھینی بھینی چل رہی تھی جانفزائی سے نسیم
عنبر افشاں ہر خیابان میں تھی بوئے عطرِ ناب
کس تکلف سے تھی شبنم صرفِ تزئینِ چمن
دیکے چھینٹے منہ پہ پھولوں کے چھڑکتی تھی گلاب
سرمہ آگیں تھی ادھر نرگس کی چشمِ سحر ساز
جعدِ مشکین کو ادھر دیتا تھا سنبل پیچ و تاب

جو شجر تھا فی المثل تھا انتخاب روزگار
پھول جو تھا اپنے اپنے رنگ میں تھا لاجواب
دیکھکر محفل میں پروانوں کو سرگرم جدال
شمع کہتی تھی بڑی ہے دولت کیا ہی اضطراب
الغرض جملہ مہیا تھے وہاں اسباب عیش
ساقی و جام و سبو و مطرب و چنگ و رباب

سامنے جھرمٹ پریزادوں کا تھا گرمِ ناز | جوش پر آیا ہوا اک اک کا تھا فرِ شباب
سب کے سب آفت کے پرکالے تھے سر تا پا تک | سب کے سب تھے عشوہ و ناز و ادا میں بے حجاب
جوشِ گل تھا انجمن تھی غنچۂ احباب تھا | چاندنی تھی رات اور گردش میں تھا جامِ شراب
دیکھ کر یہ عالمِ نیرنگ و سامانِ نشاط | چاہتا تھا شوق ہو مشغول میں جھک کر بار بار
اور لوٹے ان پریزادوں سے ہو کر ہمکنار | کھول کر دل بے تکلف دولتِ حسن و شباب
آگئی عقلِ نصیحت پیچ اتنے میں وہاں | لیکے چٹکی مسکرا کر یوں کیا مجھ سے خطاب
ہوش میں آ او شرابِ عشق کے ماتے ہوئے | ہو ہوائے شوق میں اتنا نہ گرمِ اضطراب
اک مرقع ہے یہ نیرنگِ فنونِ دہر کا | جسکو تو سمجھے ہوئے ہے بزمِ یارانِ شباب
یوں تو منظر ہے بظاہر اس کا اک اک دلفریب | یوں تو اپنے رنگ میں یہ انجمن ہے لاجواب
یوں تو ہے معمورۂ عیش و طرب یہ بزمِ ناز | یوں تو اک اک سینری ہے آہ اسکی انتخاب
یہ تماشا گاہ لیکن سیر کے قابل نہیں | اس مرقع کی ہر اک تصویر ہے تمثالِ سراب
ہے وہ حیرت خانۂ نیرنگ یہ صورتکدہ | ہے ہر اک پیکر گویا میں رنگِ انقلاب
سامنے جھرمٹ جو یہ پریوں کا ہے سرمستِ ناز | کھینچتی ہے دل کو جنکی شوخیِ حسن و شباب
صورتیں دنیا کی ہیں گرویدگی کی سبب آہ | مجھ سے سن لے تو حقیقت انکی اور غایت عجیب
نفسِ سرکش کے ہے ہاتھ میں انکی عنان | کجروی میں انکا یکتا ہے [illegible]
پیاری پیاری ہے اگرچہ انکی صورت موہنی | دیکھنے میں گو بظاہر ان کا دلکش ہے شباب
ان شبیہوں سے دلآویزی ٹپکتی ہے مگر | بے حقیقت ہیں یہ سب رنگ پیکرِ تصویرِ حباب
ان میں ہے دلفریب ہستی موہوم سے | ان کی شوخی انکی تمکین انکا حسن انکا شباب
انکی فطرت میں نہیں ہے پاسِ ناموس و وفا | شیوۂ عاشق کشی ہے انکی ملت میں ثواب

دین و دنیا سے گیا جو ان پہ گرویدہ ہوا — پھر نہیں رہتا کہیں کا آہ وہ خانہ خراب
آگیا جو حیف ان پریوں کے دام میں — ہاتھ سے بس اس نے کھو دی دولت عہد شباب
نوش دیکر اوّل اوّل عاشق جانباز کو — چاشنی اپنی چکھا دیتی ہے آخر زہر ناب
تو اگر فرزانہ ہے تو ان سے رہنا ہوشیار — رہزن دنیا و دیں ہیں آہ یہ خانہ خراب
دور رہنا دیکھ ان اصنام کی کوشش سے — ہیں یہ پریاں خانہ سوز طاعت و زہد و ثواب
کر چکی جب یوں نصیحت گستری عقل سلیم — مجھ سے بولی پھر اشارہ کرکے اے خانہ خراب
سامنے یہ جو دھرے ہیں شیشہ و جام و سبو — جن کے دلدادہ نظر آتے ہیں یاران شباب
نشۂ دنیائے دون سے سب کے سب معمور ہیں — زہر ہے ان میں بباطن ور بظاہر ہے شراب
یہ وہ مے ہے جس کی مستی ہے پیام خواب مرگ — نشۂ غفلت ہے جسمیں ہے یہ وہ صہبائے ناب
پھر کہا مجھ سے کہ او محو نشاط زندگی — سوچتا اتنا نہیں تجھکو ارے خانہ خراب
ہے وہ غافل کوس رحلت کی صدا اور ناک — جس کی تو سمجھے ہوئے ہے نغمۂ چنگ و رباب
آرہی ہے ہر طرف سے بانگ آواز جرس — کاروان منزل بمنزل جا رہی ہے با شتاب
خواب گاہ عیش دنیا نیند کے ماتے نہیں — تو سمجھ کر منزل ہستی میں ہو سرگرم خواب
تیری منزل ہے کہیں کھوٹی نہ غافل نیند میں — جھٹ چلی جاتی ہے او غافل چلا جاتا ہے آب
خواب غفلت میں نہ کھو سرمایۂ عمر عزیز — کام کر کچھ مغتنم ہے فرصت عہد شباب
بجگیا پیری میں جب نقارۂ کوس رحیل — پھر نہ کچھ آئیگا ہاتھ آئیگا کچھ جز خراب
کہہ کے اتنا ہوگئی رخصت ادھر عقل سلیم — اور ادھر محفل پہ چھایا آہ وا ایسا انقلاب
اڑ گیا پریوں کا جھرمٹ یکبیک مانند خواب — صبح دم آنکھ کھلتے اڑ جاتا ہے جیسے رنگ خواب
آفت جان جسکی تھی آن ادا و ناز و فریب — ہو گئیں وہ پیاری پیاری صورتیں مثال خواب

تھے سبُو گلرنگ سے لبریز جو شیشے ابھی — اب جو دیکھا اُنکو تو اُنمیں بھرا تھا خونِ ناب
چھا رہی تھی یوں اداسی بزم پر آب سر بسر — ڈھل کے رہ جائیگا جس طرح حسنِ شباب
لوٹتے تھے آگ پر کچھ پارۂ لختِ جگر — سوندھی سوندھی انجمن میں اب نہ تھی بوئے کباب
خاک اڑاتی تھی وہاں ہر سو سماں جانگزا — بہ رہی تھی جس جگہ اٹکھیلیوں سے جوئے آب
اب نہ تھی وہ تابشِ انوارِ حسنِ دل فروز — لے لیا تھا جھلملا کر شمع نے رُخ پہ نقاب
ایک جانب تھی پڑی محفل میں جو دانوں کی جاگ — تھرتھراتے تھے نہ اب فانوس پر خانہ خراب
اب تھی وہ ہلکی ہلکی چاندنی نکھری ہوئی — اب تھا پیشِ نظر پھولوں کا تختہ لاجواب
اب تھے شاخوں پہ مرغانِ چمن نغمہ سرا — اب آئی تھی صدائے نغمۂ چنگ و رباب
اب نہ تھی وہ گرمئی ہنگامۂ عیش و طرب — خاک پر یارانِ محفل اک طرف تھے محوِ خواب
دیکھکر یہ رنگ ششدر لعین تھا میں ناگہاں — سامنے آئی نظر محفل میں اک مثالِ خواب
قد میں تھی فتنہ گری آنکھوں میں سفاکی بھری — قہر آلودہ نگاہوں سے ٹپکتا تھا عتاب
دوش پر نیزہ کمر میں دشنۂ خونریز تھا — سر پہ تھا خونِ دو عالم ہاتھ میں تیغِ خوش آب
گوشۂ دامن لہو میں تھا اُدھر ڈوبا ہوا — خون کے چھینٹوں سے گلگوں تھا اُدھر طرفِ نقاب
تھی وہ کافر ترش تیغِ نگاہِ خشمگین — خونبہا جس کا نہ مانگے سے ملے روزِ حساب
بیمروت۔ بیوفا۔ غارتگرِ خلقِ خدا — فتنہ سامان آفتِ جان یار کُش خانہ خراب
سُرعتِ سیماب رگ رگ میں بھری تھی جائے خون — برق تھی یا تھی چھلاوہ شوخئ حسنِ شباب
کچھ عجب بانکی ادا سے شوخیاں کرتی ہوئی — آئی اُس اُجڑی ہوئی محفل میں ظالم بیحجاب
پھر وہاں پہنچی یکایک تیغ چمکاتی ہوئی — لمبی تانے جس جگہ سوتے تھے یارانِ شباب
کر گئے اک اک کو قتیلِ دشنہ ہائے خونچکاں — خاک کا گنبد بنا کر بھر دیا اُن سب کو داب

چھا گیا آنکھوں میں سب کے خوابِ نوشینِ اجل ۔۔۔ بن گئی شہرِ خموشاں اب وہ بزمِ لاجواب
یادگارِ رونقِ محفل نہ تھی اب کوئی چیز ۔۔۔ سامنے آنکھوں کے تھی تصویرِ رنگِ انقلاب
دستِ گلبن جس جگہ خمیازہ کش تھی ناز سے ۔۔۔ چھوٹتے تھے اُس جگہ فوارہ ہائے خونِ ناب
حسرت آگیں اک مرقعِ غم کا تھا پیشِ نظر ۔۔۔ ہو رہی تھی کچھ عجب رنگ سے تمثالِ خواب
دیکھ کر یہ رنگ آنکھوں سے رواں تھی جوئے خون ۔۔۔ دل سے آتی تھی صدا ظلم تھم کے او خانہ خراب
یہ نتیجہ آہ ہو جس عیش کا پایانِ کار ۔۔۔ تف ہے ایسے عیش پر اس سے بہتر ہے عذاب
حظِ دنیا کی بہت گرویدگی اچھی نہیں ۔۔۔ نوش کے قابل نہیں اے بوالہوس شہدِ ناب

دل لگانے کی جگہ دنیا نہیں ہے اے سرور
ساتھ دیتی ہے کسی کا آہ! کب خانہ خراب

شہر آشوب

نہ جوشِ گل ہے نہ وہ کنجِ خوشگوارِ چمن ۔۔۔ رہی نہ آہ! وہ رعنائی بہارِ چمن
کیا خزاں نے عجب رنگ سے نثارِ چمن ۔۔۔ رہا نہ آہ! کوئی پھول یادگارِ چمن

ہوا بدل گئی۔ بادِ صبا کے دن نہ رہے
برس رہی ہے اداسی گھٹا کے دن نہ رہے

وہ لالہ زار۔ وہ پھولوں کی انجمن ہے کہاں ۔۔۔ وہ جوشِ سنبل و ریحان و یاسمن ہے کہاں
نکیلی کلیوں میں وہ دلربا پھبن ہے کہاں ۔۔۔ وہ کمسنی کی ادائیں وہ بانکپن ہے کہاں

وہ رنگ و روپ عروسِ بہار کا نہ رہا
شباب ڈھل گیا۔ عالم ابھار کا نہ رہا

گلوں کی سرخ قبائیں کدھر گئیں ہے ہے — وہ بلبلوں کی صدائیں کدھر گئیں ہے ہے
وہ بھینی بھینی ہوائیں کدھر گئیں ہے ہے — وہ اودی اودی گھٹائیں کدھر گئیں ہے ہے
گلوں میں اگلی سی رعنائی جمال کہاں
فضائے باغ کہاں لطف برشگال کہاں

رہے نہ آہ! وہ ساون کے خوشنما جھالے — نہ وہ گھٹا ہے نہ بادل ہیں بجلیوں والے
نہال خشک ہیں پھولوں کے خشک ہیں تھالے — نسیم کی ہیں زبان پر جلے بھنے نالے
سموم دشت کی باد صبا میں ہے تاثیر
رگ شرار کی موج ہوا میں ہے تاثیر

شگفتہ پھوڑے گل میں ہیں سینکڑوں ناسور — چمن میں آبلۂ دل ہیں خوشۂ انگور
تپ دروں سے ہوئی زرد نرگس مخمور — لگی نہ کس کی نظر جو غریب ہے رنجور
رہی نہ آنکھوں میں کیف شراب کے ڈورے
کہ بہہ گئے مئے حسن شباب کے ڈورے

چمن میں آہ! وہ تختے گلاب کے نہ رہے — میان نہر وہ خیمے حباب کے نہ رہے
نظارے آہ! وہ سیلان آب کے نہ رہے — وہ ہلکے ہلکے کٹورے گلاب کے نہ رہے
رہیں نہ آہ! سوتوں میں شوخیاں باقی
کہ آب جو کا فقط رہ گیا نشان باقی

گلوں کے ساتھ گئی رونق بہار چمن — زمین دشت بنی تختۂ زمین چمن
نہ وہ شجر ہیں نہ وہ گل نہ برگ و بار چمن — نظر میں شہر خموشاں ہے اب دیار چمن
گلوں کے آہ! نہ رنگ اتنا انتخاب میں تھا

کہ اک چراغ تھے سوز غنا نصیب میں تھا

چمن میں خاک اڑاتی ہے اب نسیم بہار — وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں نہ بھینی بھینی بہار
رہی نہ آہ! وہ گلوں کی دلفریب قطار — نہ قمریوں کی صدائیں ہیں اب نہ بانگ ہزار

وہ لطف صحبت مرغان خوشنوا نہ رہا
کہ باغ میں کوئی مرغ غزل سرا نہ رہا

سواد صحن چمن ہے سیاہ خانۂ زاغ — کہ آشیانۂ بلبل ہے آشیانۂ زاغ
صدائے جغد ہے اور ہے ترانۂ زاغ — کہ شاخ گل پہ ہے شورش فسانۂ زاغ

خروش زاغ ہے خاطر شکن ہے سمع خراش
صدائے کرگس و بوم و زغن ہے سمع خراش

گیا بہار کا موسم خزاں کا دور آیا — شکست رنگ گل و ارغواں کا دور آیا
بہار رفت ہے صبا امتحان کا دور آیا — سکوت نالہ و ضبط فغاں کا دور آیا

کرے نہ شکوۂ صیاد بلبل دلگیر
نہیں اجازت نالہ نہ ہو بلند صفیر

ہوائے دہر کی بگڑی ہے کچھ عجب تاثیر — ریاض قوم ہے اب انقلاب کی تصویر
وہ طائران چمن زاد تھے جو خوش تقریر — ترانہ سنجی کے باعث ہوئے قفس میں اسیر

غریب قید میں شام و سحر تڑپتے ہیں
قفس میں بند ہیں بے بال و پر تڑپتے ہیں

فلک زدوں کا نہیں آہ دادرس کوئی — نہ ہمزبان ہے کوئی مونس نہ ہم نفس کوئی
ہے آہ! محو فغاں صورت جرس کوئی — پکارتا ہے بہ فریاد ہی قفس کوئی

اسیر کنج قفس آہ میں غریب ہوا
یہ خوشنوائی کا مجھکو صلہ نصیب ہوا

نسیم لیکے نہ غربت میں آئی بوئے وطن — کہ یاس بن کے رہی دلمیں آرزوئے وطن
رہی نگاہ کو ہر چند جستجوئے وطن — بنا نہ آنکھ کا سرمہ غبار کوئے وطن

میں وہ غریب ہوں میرا وطن چھٹا مجھ سے
وہ عندلیب ہوں میرا چمن چھٹا مجھ سے

قفس میں آہ ہوا میں غریب زندانی — نہ آئی خوش مری صیاد کو خوش الحانی
وطن سے ہو کے میں نکلا اسیر سلطانی — میرے نصیب میں تھی آہ خانہ ویرانی

تپاں ہوں صورت پروانہ انجمن کے لئے
کہ بیقرار ہوں غربت میں میں وطن کیلئے

ستم زدہ ہوں بیباکیاں کرے مجھ سے — سمجھ کے باد سحر شوخیاں کرے مجھ سے
صبا نہ دشت میں اٹکھیلیاں کرے مجھ سے — کہ ماجرائے وطن کچھ بیاں کرے مجھ سے

بہت دنوں سے وطن کی خبر نہیں آئی
کوئی رہائی کی صورت نظر نہیں آئی

ہوا نہ کچھ بھی مری فریاد کا اثر اب تک — کہ ہے پھری ہوئی صیاد کی نظر اب تک
یہ بدگمان کو کسی نے نہ کی خبر اب تک — کہ چیختا ہے وہ مرغ شکستہ پر اب تک

زباں پہ شور ہے فریاد صبح گاہی کا
کہ ہے قفس میں گلہ اپنی بے گناہی کا

بغیر جرم بغاوت کا ہی شکار غریب — خدا گواہ ہے [illegible] جاں نثار غریب

اگرچہ قید میں ہے خستہ و نزار غریب — وطن کی پھر بھی ہے حد سے سوا بیقرار غریب
زباں پہ اب بھی ہیں حب وطن کے گیت وہی
کہ دیس سے ہے بدیسی کو اب بھی پیت وہی

وہی وطن کا ہے سودا وہی ہے یاد وطن — کہ دشت میں بھی ہے پیش نظر سواد وطن
جگر خراش ہے غربت میں یہ فساد وطن — سنا ہے وقت خزاں ہیں گل مراد وطن
قبائے سبزۂ نورس ہے تا بداماں چاک
چمن میں لالہ و گل غم سے ہیں گریباں چاک

نہ آبرو ہی — نہ وہ رنگ و بو — نہ حسن قبول — کہ ہیں زمیں پہ پامال یہ وطن کے پھول
جہاں گلو نکلے تھے تختے وہاں اگے ہیں ببول — ہوئے دہر کا ہے آہ! کچھ عجب معمول
ہوا ہے وقف خزاں آہ! گلشن پنجاب
کہ بلبلوں سے ہے خالی نشیمن پنجاب

ادھر لگا نشتر خدنگ جفا کا ہے نخچیر — کمند غم میں ادھر بندۂ ماتم ہے اسیر
دکھا رہی ہے عجب رنگ گردش تقدیر — کہ پائے اہل قلم میں ہے آہنی زنجیر
الٰہی خیر ہو یہ شور دار و گیر ہے کیا!
یہ حال ملک کا اے دادرس تقدیر ہو گیا

ادھر اسیر ہے زنداں میں آہ! پنجابی — سرشک خون سے ہے آنکھ کا رنگ عنابی
ادھر ہے کشتی ہندوستاں بھی گردابی — محیط دہر کی گردش مگر ہے دولابی
یہی ہے حال تو ہے قوم کا خدا حافظ
فلک کمین میں ہے سر پہ قضا خدا حافظ

عجب طرح کا ہے طاری تو نیہ بیم و ہراس
ہر ایک بشر کے ہے لب پہ صدائے شکوۂ یاس
نہیں ہے قوم کے اعضا کے آہ ٹھیک حواس
کہ ہے دلوں پہ ہجوم الم برون قیاس

نہ ہے اجازت شیون نہ حکم نالوں کا!
شریک کون ہو یارب شکستہ حالوں کا

زوال کی نظر آتی ہے چار سو تصویر
یہ انقلاب ہے کیسا! یا نصیب! یا تقدیر!
نہیں ہے ملک کی حالت جو قابل تحریر
زبان خلق پہ فریاد ہے بجائے [illegible]

دلوں سے عیش گیا، رنج و غم کا ہو دور آیا
کہ سال نو نہیں آیا ستم کا دور آیا

اسیر طوق گراں ہیں وہ بدنصیب وکیل
جو آہ ملک کے محسن تھے قوم کے تھے کفیل
زباں پہ شکوۂ بیداد ہے نہ قال و قیل
عدو [illegible] ہے [illegible] سبیل

بلا کشوں پہ ہیں یہ سختیاں گراں کیسی
غضب کی ہیں کھلے بندوں اسیریاں کیسی

فضائے ہند پہ ہے بیم و ہراس کی طاری
ستم زدوں کی کرے آہ کون غمخواری
زباں پہ مہر [illegible] خود اختیاری
کہ آہ! قوم کا شیوہ ہوا اب عمل آزاری

فلک زدوں کا ہو کیا خاک چارہ جو کوئی
گلے لگا کے شہیدوں میں کیوں نہ ہو کوئی

ہوا ہائے کتنی ہی آفت زدہ چھپائے کوئی
پڑی ہی ہے کیا جو کسی کی لگی بجھائے کوئی
ہزار سوز حب غم سے تلملائے کوئی
پرائی آگ میں کیوں اپنا گھر جلائے کوئی

گرے جو برق تو کس کی مدد کرے کوئی

فلک جو ٹوٹے تو کیا عہد و پیمان کرے کوئی

کسی کے ظلم پہ جگر کو نہ تو گداز کرے
وفا جفا میں نہ ایسے قوم امتیاز کرے
نثار تجھ پہ کوئی کیا سر نیاز کرے
تیرے وفا پہ کوئی آہ! خاک ناز کرے

وفا کا حوصلہ تیری سرشت میں ہی کہاں
یہ لفظ آہ! تیری سرنوشت میں ہے کہاں

فدا ہے دل کے شوق آہ تجھ کو یارا نہ رنگ
نہ جوش حب وطن ہے نہ درد ہے نہ امنگ
بچا ہے تیغ حوادث سے تو جو ہے چور نام
کہ پاس وضع ہے تجھ کو نہ آہ غیرت و ننگ

دماغ پست خیالات پست ہیں تیرے
گلے اسیر کمند شکست ہیں تیرے!

جگر پہ کھائیں جو تیرے لئے سناں کا وار
انہیں پہ ہے تیری تیغ ستم شعار کا وار
کمر کا سینے کا پہلوئے ناتواں کا وار
ترے شہید بچائیں کہاں کہاں کا وار

تڑپ تڑپ کے نہ توڑیں غریب دم کیونکر
کہ ناتواں ہے یہ تیرے سہیں ستم کیونکر

تیرے لئے ہوں جو پابند حلقۂ زنجیر
تیرے لئے جو یہ شہر و دیار ہوں تشہیر
بنائیں جو تیرے فرزند کی آہ! تصویر
کریں عروج کی تیرے جو کوشش و تدبیر

انہیں کی جان کی خواہاں ستم شعار ہے تو
تجھے کے آہ! انہیں کے گلے کا ہار ہے تو

جگر فگار رہا دل ہے دردمند جدا
کہ قومیت کے ہیں پہلے کا بند بند جدا
روش جدا ہے طریقہ جدا پسند جدا
کہ ایک ایک کے ہے دریئے گزند جدا

یہ غیرت مرے پروردگار کیسی ہے
روش یہ قوم نے کی اختیار کیسی ہے

یہ آہ! قوم میں ہنگامۂ خروش ہے کیا — یہی وطن کی محبت کا آہ! جوش ہے کیا
یہ شور مجمع یاران کینہ کوش ہے کیا — کہ دار و گیر یہ چرخ ستم فروش ہے کیا

غضب کی ملک میں ہیں شورپشتیاں کیسی
کہ ہیں یہ قوم کے دنگل میں کشتیاں کیسی

عجب سکوت کے عالم میں ہیں اکابر قوم — کہ ہیں نگاہ میں وحشت فزا مظاہر قوم
ہیں اب کے سال عجب بدنما مناظر قوم — کہ فرد فرد ہے مجموعہ عناصر قوم

نفاق کی یہ تسلط دلوں پہ ہے تاثیر
عجب نہیں کہ نہ ہو امتزاج شکر و شیر

یہ انقلاب ہے کیا! آسمان ناہنجار — کہ سارا ملک ہے اب خانہ جنگیوں کا شکار
نفاق و بغض و حسد آہ! قوم کا ہے شعار — کہ ہیں عروج کے بدلے زوال کے آثار

ہر اک دیار میں بازار رستخیز ہے گرم
ہر اک شہر میں ہنگامۂ ستیز ہے گرم

چھپے ہوئے نہیں کچھ واقعات پار سال — کہ ہے عجب کشاکش میں مشرقی بنگال
غضب کا ملک میں ہلڑ مچا ہے اب کی سال — خلک زدوں کی مصیبت کا کچھ نہ پوچھو حال

ہزاروں دامن ناموس و ننگ چاک ہوئے
ہزاروں لاکھ کے گھر جل کے آہ! خاک ہوئے

چراغ امن و اماں تھا جو آہ! جلوہ فروش — وہ بجھ کے صرصر فتنہ سے ہو گیا خاموش

بہت غریب ہیں صحرا میں آہ خانہ بدوش ۔۔۔ صدائے نالہ کا پہنچا ہے آسمان پہ خروش

فلک زدوں کا نہیں آہ! غمگسار کوئی

کرے نہ شکوۂ بیداد روزگار کوئی

وہ نامراد ہیں ٹوٹے ہیں جن پہ قہر بہت ۔۔۔ کہ اک تختۂ مشق ستم ہیں شہر بہت

فلک نے اگلا ہے آفت زدوں پہ زہر بہت ۔۔۔ خلاف چل رہی ہے آب ہوائے دہر بہت

ابھر ابھر کے مٹے آہ! حوصلے اکثر

کہ ہیں کمند سے گھونٹے گئے گلے اکثر

شہید تیغ جفا کوئی غم نصیب ہوا ۔۔۔ عدو زمانہ ہوا۔ آسمان رقیب ہوا

اسیر خانۂ زندان کوئی غریب ہوا ۔۔۔ جدا وطن سے وطن کا کوئی حبیب ہوا

شکار تہمت بیجا ہے غم زدہ کوئی

اسیر طوق بلا ہے ستم زدہ کوئی

فلک کا طرز ستم آہ! ہوگیا ہے اصول ۔۔۔ ہر اک طرف ہے بلاؤں کا آسماں سے نزول

نہ پھول سا ہے وہ چہرہ نہ اب وہ حسن قبول ۔۔۔ کہ آہ! قوم کی حالت ہے اب بے ذلیل

کھلا دیا ہے تپ سوزش نہانی نے

کئے ہیں ظلم بہت دور آسمانی نے

مئے نفاق سے لبریز آبگینوں ہیں ۔۔۔ کہ جوش حب وطن اب کہاں نگینوں میں

کدورتیں ہیں دلوں میں عناد سینوں میں ۔۔۔ کہ تفرقہ ہے قیامت کا ہم نشینوں میں

نفاق و کینہ سے ایمان قوم دادیا

کہ شر و فرد ہیں ارکان قوم [illegible]

[illegible] تو تخم کا پیڑ ہے پار کیوں کر ہو　　نجات نہ [illegible] کیوں کر ہو
زمانہ ہے جو ہو سازگار کیوں کر ہو　　نہ باغیوں میں ہمارا شمار کیوں کر ہو

جبیں سے آہ! بغاوت کا نہ اک داغ مٹے
مٹے یہ جب کہ تعصب کا سبز باغ مٹے

پھر حشر دیکھئے کیا ہم سے روسیاہوں کا　　کہ گھونٹا ہے گلا جیتے جی بے گناہوں کا
شریک حال نہیں کوئی داد خواہوں کا　　دھواں فلک پہ ہے پہنچا ہمارے آہوں کا

پولیس کی آہ! خفیہ ہیں سازشیں کیسی
یہ بارلی کی ہیں ہم پہ نوازشیں کیسی

نہ ڈھنگ کرے صیاد اختیار نیا　　کہاں سے لائیگا ہر روز اک شکار نیا
چڑھا نہ تیر پہ پیکان آبدار نیا　　کہ روز روز ملے گا نہ جاں نثار نیا

بچا نہ ناوک بیداد سے اگر کوئی
ملیگا دوش پہ ڈھونڈے نہ تجھ کو سر کوئی

بدن میں تیرے لئے سر نکلے آہ دھڑ کہاں　　نگاہ نہ تیر کی یہ وقت امتحان کہاں
ترا خیال کدھر ہے تیرا گمان کہاں　　قیاس پہنچا ہے تیرا خدا کی شان کہاں

بنا جگر کو نشانہ نہ تیر کا کر صیاد
کہ طائران چمن ہیں شکستہ پر صیاد

چمن میں گیت انہیں آزادی کے گانے دی　　[illegible] صیاد انہیں [illegible]
[illegible] سبق ستمگر شدہ ست　　[illegible]

[illegible]

کرم! کہ دورِ غمِ شفقت پہ مرغ ہیں صیاد

خدنگِ غم سے ہیں مجروح دل جگر ہیہات — ترے اسیر ہیں صید شکستہ پر ہیہات
نثار قدموں پہ تیرے ہزار ہیہات — شہا ادھر بھی کوئی لطف کی نظر ہیہات

کرم! کرم!! کہ ہیں ہم ترے روزگاروں میں
کرم! کرم!! کہ ہیں تیرے وفا شعاروں میں

نیرنگ زمانہ

وہ بزم ہے نہ وہ ساقی نہ وہ مئے گلرنگ — وہ ساز ہے نہ وہ مطرب نہ شورِ نغمۂ چنگ
کہاں حسینوں کی وہ دلفریبیٔ تمثال — وہ ایشیا کا کہاں اب مرقعِ ارژنگ
نئے نئے نظر آتے ہیں روز و شب عالم — نئے نئے ہیں مناظر نئے نئے نیرنگ
مسوں کی آنکھوں پہ افسوں کچھ ایسا پھیلا — کہ بت نظر نہیں آتے ہیں عشوہ گر فرنگ
وہ لیڈیوں کے خدنگ نظر سے بسمل ہیں — جو دل حسینوں کی تیغ ادا سے تھے چورنگ
ہوا میں جو کوئی چیلا جس طرح اڑ آیا — اڑا اسے پھرتے ہیں دل ہوئی پریشان
جو ساڑی نے کیا غارت رنگ آرائش — کہ مہندی بھی ہوئی کہا ہے پان کا بد رنگ
اڑا دیئے دست زمانہ نے وہ ہجیان آنگی — وہ زیب بر جو حسینوں کی کرتیاں تھیں تنگ
ثبات سے نہ کہیں کھل کے شرم ہی لیکن — حجاب پردہ ہی اب ہند وشوں کو باعث ننگ
لباس ملک میں ہی اب نئی تراش خراش — نہ ہے نہ انگ سے قطع وہ پیدا کے وہ ڈھنگ
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

بلا یہ عام ہے اسلام ہی پہ کیا موقوف — بدل گیا ہے طبائع کا ہندوؤں کی بھی رنگ
نہ بتکدوں میں وہ ناقوس کی صدائیں ہیں — نہ لہر اگلی سی اشنان کی ہے اب لب گنگ
نیا لباس نئی وضع ہے حسینوں کی — وہ ہلکی ہلکی کہاں آہ ساریاں خوشرنگ
زمانہ دیکھ کے نشتر نے رنگ بدلا ہو — گلابیاں مئے یورپ کی اب ہیں کاسۂ بنگ
نہ وہ مذاق قدیم اب نہ وہ ہے ذوق سلیم — دکھا رہا ہے زمانہ نئے نئے نیرنگ
نئے نئے ہیں جوان اور نئے نئے ارمان — نیا شباب جوانی نئی نئی ہے امنگ
کلب میں کھیلتی ہے لیڈیوں سے تاش کوئی — مسوں کے ساتھ کوئی بال میں ہے ہم آہنگ
سبق پڑھایا ہے تعلیم نے ہمیں الٹا — اٹھا کے طاق پہ رکھ دی ہے عقل کی فرہنگ
وہ حسن و عشق کے درس وہ ادب کہاں اب — شب وصال کہاں اب حجاب شوخ و شنگ
ہوائے عشق مسوں کی نہ دل کو راس آئی — زمیں پہ ٹوٹ کے آخر کو گر گیا یہ پتنگ
انہیں جراحت پنہاں سے قوم کی مطلب — نگاہ ناز کے جو دل پہ کھا چکے ہیں خدنگ

سرور جس میں نہ حب وطن کا ہو احساس
وہ دل ہو چور کہ بہتر ہے اس سے پارۂ سنگ

حسرت شباب

نہ چال میں ہے وہ شوخی نہ قد میں رعنائی — کہ تیرے ساتھ گئی آہ شان برنائی
کہاں چھپا ہے تو اے محو جلوہ آرائی — بیا کہ باز بہ بینم چو پردہ بکشائی

زمیں پہ فرش رہ انتظار ہیں آنکھیں
کہ دیکھنے کو تجھے بیقرار ہیں آنکھیں

وہ صحبتیں ہیں نہ اگلی سی وہ ملاقاتیں　　مزے سے کٹتی تھیں رو رو کے ساتھ جب راتیں
بتوں سے ملنے کی اب سوجھتی نہیں گھاتیں　　کہ تیرے ساتھ گئیں حسن و عشق کی باتیں
لہو ٹپکتا ہے آنکھوں کے آبگینوں سے
کہ گرم صحبتِ مے اب کہاں حسینوں سے

نہ زور آہ ہے اب وہ نہ شور نالوں کا　　کہ سر میں اب نہیں سودا پری جمالوں کا
وہ خار غم نہیں پہلوؤں کے گہنے والوں کا　　رہا نہ ذوق خلش اب وہ دل کے چھالوں کا
کسی کی یاد میں بیخوابیاں کہاں شب کو
کہ اب وہ اگلی سی بیتابیاں کہاں شب کو

وہ ولولے وہ امنگیں وہ آرزو نہ رہی　　جگر کے داغ نہیں وہ سوز بھی نہ رہی بو نہ رہی
زباں پہ ساغر و مینا کی گفتگو نہ رہی　　کہ دل میں اب ہوس شیشہ و سبو نہ رہی
کہاں وہ آہ! شراب و کباب کے جلسے
کہ ختم ہو گئے عہد شباب کے سب جلسے

نہ چھیڑ مطرب رنگیں نوا ترانۂ عشق　　مجھے دماغ کہاں جو سنوں فسانۂ عشق
گیا شباب کے ہمراہ کارخانۂ عشق　　کہ مجھ سے چھوٹ گیا آہ! آستانۂ عشق
جگر میں وہ تپش درد جاں گزا نہ رہی
سوار سر پہ تھی جو عشق کی بلا نہ رہی

وہ بھینی بھینی نسیم سحر وہ باد وزاں　　مشام روح میں جھونکے تھے جس کی عطر فشاں
وہ مرغزار وہ صحرا وہ تختۂ ریحاں　　سحر کی اب وہ ہوا خوریوں کا لطف کہاں
وہ جھوم جھوم کے چلنا نسیم کا سن سے

سمن بروں کا نکلنا وہ بن کے دامن سے

وہ اودی اودی گھٹائیں وہ سبزۂ تر — وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ نور کا تڑکا
علی الصباح وہ قدرت کی دیکھنے کو فضا — نکل کے گھر سے وہ بے اختیار چل دینا
وہ سیر کرتے ہوئے دشت میں نکل جانا
پلٹ کے جانب دریا وہاں سے پھر آنا

وہ سطح آب وہ موجیں وہ جوش طغیانی — وہ آبشار وہ جھرنے وہ خوشنما پانی
وہ آفتاب کی کرنوں کی جلوہ افشانی — وہ طائران چمن زار کی زمزمہ خوانی
پری وشوں کا پنگھٹ پہ جوق جوق آنا
سبو وہ دوش پہ پانی کے بھر کے لے جانا

کہاں وہ صبح کی اگلی سی دلفریب فضا — کہ تیرے ساتھ ہوا خوریوں کا لطف گیا
نہ ناشتہ میں ہے لذت نہ چاشت میں ہے مزا — تیرے مذاق سے تھا آہ! ذوقِ شیر غذا
اُتر کے حلق سے لقمہ فرو نہیں ہوتا
پیوں تو زہرِ ہلاہل سے آبخورہ ہوتا

وہ رنگ روپ وہ شوخی وہ خط و خال کہاں — کہ اب وہ دورِ جوانی وہ حسن و سال کہاں
چمن میں غنچۂ یارانِ ہم خیال کہاں — وہ سیرِ باغ وہ اٹھکھیلیوں کی چال کہاں
چلوں نہ راہ میں کیوں میں نحیف رک رک کر
کہ تیر سا تھا جو قد ہو گیا کمان جھک کر

وہ دل بغل میں جو تھا شیشۂ مئے انگور — ہوا وہ سنگِ حوادث پہ گر کے چکنا چور
نہ سر پہ طرۂ کج ہے نہ وہ کلاہِ غرور — کہ بارِ خاطرِ نازک ہے اب قبائے سمور

گرائے دیتا ہے رعشہ زمیں پہ پیری کا
اجل سے کہہ دو کہ موقع ہے دستگیری کا
کہاں ہے آہ! تو عہدِ شباب! واویلا — کہ جلد یاں مجھے کر کے خراب واویلا
نہ یار ہے نہ شبِ ماہتاب واویلا — کہ تیرے ساتھ گیا لطفِ خواب واویلا
جو کھیل کود میں میرا سِنِ نمو گذرا
تو حسن و عشق کے جھگڑوں میں آہ! تو گذرا

رویائے اکبر

کیوں ہوئی چھوٹی سی شکن رخِ رنگیں پہ ہے — اشکِ گلگوں سے شفق پھولی ہوئی دامن پہ ہے
دل ہے جولانگاہِ رقصِ شعلۂ بیتاب کیوں — آہ! آتش زیرِ پا ہے آج یہ سیماب کیوں
ارغوانی رنگ ہے کیوں دیدۂ بیخواب کا — چشمِ پرخوں میں ہے کیوں عالم گلِ شاداب کا
کچھ تو ہو ارشاد لب پر مہرِ خاموشی ہے کیوں
چشمِ حیراں آہ! محوِ آئینہ پوشی ہے کیوں؟
سرگذشتِ سوزِ غمہائے نہانی کیا کہوں — تجھ سے اے دلسوز! اس غم کی کہانی کیا کہوں
ہوں سراپا آہ! تصویرِ حدیثِ درد و غم — ترجمانِ دل ہے تفسیرِ حدیثِ درد و غم
دیکھئے ہو جانشینوں کا مری انجام کیا — رنگ میرے بعد لائے چرخِ نیلی فام کیا
طرۂ شاہانہ کس کے فرق پر ہو دیکھئے — کس کے قبضہ میں مری تیغِ ظفر ہو دیکھئے
میری عظمت کا نشاں زیرِ زمیں ٹھنڈا نہ ہو
سر فگندہ خاک پر یارب مرا جھنڈا نہ ہو

میری نسلیں وارثِ تختِ نگیں ہوں میرے بعد — میرے پیرو آہ میری جانشیں ہوویں میرے بعد
سر پہ یارب غیر کے تاجِ جہانداری نہ ہو — میرے گلشن میں ہوائے چرخِ زنگاری نہ ہو
میں نے سینچا ہے انہیں خونِ جگر سے آسماں — میرے پھولوں کو نہ پہنچے آہ آسیبِ خزاں
دیکھئے ہوتی ہے میرے خواب کی تعبیر کیا — میری نسلوں کو دکھاتی ہے گردشِ تقدیر کیا

کیا کہوں دیکھا ہے وحشتناک میں نے خواب کیا
چارہ گر اب ذکرِ تسکینِ دلِ بیتاب کیا

دیکھتا کیا ہوں تجھے کو آہ اے غمخوارِ قدیم — دیکھتا ہے قہر آلودہ نگاہوں سے سلیم
تو نے گویا بھر کے جامِ کفر ہی اے غمگسار — شرک کی تجھکو پلا دی ہے مئے ناخوشگوار
پھر دکھایا طرفہ نیرنگِ فسوں تقدیر نے — کھینچ دی تصویرِ تجھ واژگوں تقدیر نے
اٹھ گئی جو ایک جانب چشمِ نظارہ پسند — ایک پہاڑی پر کیا تعمیر اک قصرِ بلند
یہ وہ مسجد تھا کہ جسمیں رسمِ طاعت تھی جدا — مسجد و بتخانہ سے شانِ عمارت تھی جدا
مسکنِ ایمان حضرت تھا یہ کاخِ دلنشیں — راستی و امن تھے گویا اسی گھر کے مکیں
واں عفو و کرم تھے خلق پر لیل و نہار — جھونکے آتے تھے نسیمِ خلد کے بے اختیار
دیکھ کر اس تیرہ قسمت کی عالی شان کو اے نکتہ‌داں — ہو رہا تھا دل میں خوش یاں در تو تھا شادماں
ایک طرف سے ناگہاں آئی صدائے قہقہہ — جس طرح بے ساختہ کوئی لگاتا ہے قہقہہ
پھر کیا پیدا طلسمِ خواب نے سامان نیا — یعنی چلا کر کسی نے یہ کہا دوران نیا
پھر نظر آیا عجب نظارۂ وحشت اثر — گر پڑا تو ہو کے مردہ یعنی بہ فرشِ خاک پر
میرا مرغِ روح بھی پھر کھا کے چنگالِ اجل — ہو گیا مغلوب شاہینِ قوی بالِ اجل
تھے مگر محوِ تماشا دیدۂ عبرت نگر — کیونکہ بعدِ مرگ بھی ہے ہستیِ سمع و بصر

تھا ابھی پیش نظر جو آہ! قصرِ استوار
جانشینوں نے مرے وہ ڈھا دیا انجام کار

اب نہ وہ گھر تھا وہ کاشانہ راحت فزا
ٹوٹے پھوٹے سامنے تھے کچھ کھنڈر عبرت فزا

اٹھ رہا تھا جس سے مظلوموں کی آہوں کا دھواں
جن میں پیوندِ زمیں تھے آہ! لاکھوں خستہ جاں

اب نہ تھی عدل و محبت آہ! اس گھر کے مکیں
تھی کسی اجڑی ہوئی منزل میں ویرانی نشیں

نقشِ عبرت اب مری اجڑی ہوئی تعمیر تھی
عظمتِ دیرینہ کی مٹتی ہوئی تصویر تھی

جی بھر آیا یہ طلسمِ رنگِ عبرت دیکھ کر
انقلابِ آسمانِ بے مروت دیکھ کر

ناگہاں مغرب سے اک بیگانہ قوم آئی نکتہ سنج
عدل گستر خلق پرور کیں نجان کس مرنج

آئی اور آ کر ہوئی مصروفِ تعمیرِ مکاں
کھنچ گئی پھر ہو بہو آنکھوں میں تصویرِ مکاں

راستی و امن و انصاف و محبت ہمنشیں
آ گئے پھر اس قصرِ دلکش میں ہو کے مسکن گزیں

اپنے مظلوموں کی چیخوں سے یہ گھر تھا گونجتا
نغمۂ آزادی سے اک اک بام و در تھا گونجتا

اب نہ تھی بیوؤں کی آہوں کی یہ خانہ نہیں آگ
اب ستیوں کی چتاؤں کی تھی میداں نہیں آگ

میں نے کہا! وہ تو ہیں جس کیلئے خون جگر
ہو گئی تکمیل اس مقصد کی قصہ مختصر

قومی نوحہ

ڈھا بچے ہیں قوم! تیری کچھ ہڈیاں ہیں باقی
اجڑے ہوئے چمن میں کچھ آشیاں ہیں باقی

اسلاف کے جہاں میں کچھ کچھ نشاں ہیں باقی
وہ جوہرِ شرافت تجھ میں کہاں ہیں باقی

تف تف ہے قوم! تیری حسرت نصیبیوں پر

ذلت نصیباں ہیں دولت نصیبیں ں پر

دل سرد ہیں رگوں میں گویا لہو نہیں ہے — حب وطن کی ہم میں وہ آہ! بو نہیں ہے
وہ ولولے نہیں ہیں وہ آرزو نہیں ہے — گم ہیں رہ طلب میں وہ جستجو نہیں ہے
گم کردہ کارواں ہیں جو میر کارواں تھے
بے نام و بے نشاں ہیں جو صاحب نشاں تھے

ہم فوق لیگئے تھے رفعت میں اک جہاں سے — اونچی زمیں ہماری تھی بام آسماں سے
موتی کبھی برستے تھے تاج زرفشاں سے — آنسو ٹپک رہے ہیں یا چشم خونچکاں سے
ٹکڑے جو لعل کے تھے لخت دل حزیں ہیں
جو شب چراغ تھے وہ فریاد آتشیں ہیں

محفل میں جھلملاتے ہیں کچھ چراغ اپنے — سب اٹھ گئے جہاں سے روشن دماغ اپنے
ہیں یادگار حسرت کچھ دل میں داغ اپنے — چھلکائے آسماں نے بھر کر ایاغ اپنے
اب آہ! وہ کہاں ہے بزم کہن کا نقشہ
بگڑا ہوا ہے یعنی اپنے وطن کا نقشہ

زاغ و زغن کا مسکن ہے آہ اب چمن میں — دھندلی سی شمع ہے اب یاروں کی انجمن میں
تیلا ہے بیکسی کا لپٹا ہوا کفن میں! — اڑتی ہے خاک حسرت اب کوبکو وطن میں
کیا وطن! وطن کا اک نام رہ گیا ہے
اس میکدہ میں باقی اک جام رہ گیا ہے

ہر داد کیا نگری یہ دی اوجن نے جنگ میں بھی — بھیشم سا سورما تھا جس جا پہ کہ میسر
ستی سے سمکی آنچا پرتاپ سا دلاور — میدان میں رہا جو ہر روز ہر لڑائی

گھر تھا دلاوروں کا کیا یہ وطن وہی ہے
سینچا گیا تھا خوں سے کیا یہ چمن وہی ہے
جو ہر وہی ہیں تجھ میں کیا او! وطن کی مٹی
رنگین ہے بہی خوں سے کیا تو چمن کی مٹی
برباد ہو رہی ہے بزم کہن کی مٹی
یاروں کی خاک اگل دے اے انجمن کی مٹی
نقشہ وہی نظر میں کھنچ جائے پھر وطن کا
پھر رنگ روپ نکھرے اجڑے ہوئے چمن کا
عالم خلک سے اونچا ہو پھر نشاں ہمارا
سارے جہاں میں ہم ہوں سارا جہاں ہمارا
عرش بریں کا زینہ ہو آسماں ہمارا
جنت نشاں بنے پھر ہندوستاں ہمارا
پھوٹیں نئے شگوفے پھر نخل آرزو میں
گرمی بڑھے دلوں میں سرعت بڑھے لہو میں

خاتمہ

ہے خاتمہ کا بھی دل میں کبھی خیال آیا
تمہارے لب پہ بھی ہے یہ کبھی سوال آیا
یہ ماہ و سال یہ دن سب کا خاتمہ ہوگا
شباب و شیب کا سن سب کا خاتمہ ہوگا
نہ یادگار یہ راتیں رہیں گی بچپن کی
نہ پیاری پیاری یہ باتیں رہیں گی بچپن کی
بقا پذیر نہیں دہر میں وجود بشر
کہ خاتمہ ہے کسی دن مآل بود بشر
وہ چیز کیا ہے کہ جو خاتمہ پذیر نہیں
اجل سے ہستی فانی کو کب گزند نہیں
ہماری عمر اگرچہ گراں بہا ہے مگر
یہ صید وہ ہے جو تیر اجل کی ہے زد پر
یہ آفتاب کا شام و سحر طلوع و غروب
ہے دیکھنے میں بظاہر اگرچہ خوش اسلوب

کشاں کشاں لئے جاتا ہے ہمکو سوئے اجل ‏ پہونچتے جاتے ہیں یعنی قریب کوئے اجل
یہ خاتمہ ہے وہ جس کی خبر نہیں ہم کو ‏ قضا کب آئیگی اسکی خبر نہیں ہم کو
گمان یہ کبھی دل میں بھول کر کرنا ‏ کہ عمر ہے ابھی کافی ابھی بسر کرنا
یہ ہے رکیک خیالی یہ فہم کی تقصیر ‏ نہیں ہے زیست میں گنجایش قلیل و کثیر
عجب نہیں ہے کہ سرمایۂ زیست کا کھو جائے ‏ چراغ عمر کا گل آج ہی کی شب ہو جائے
تن نحیف میں جان کے لئے قرار کہاں ‏ ثبات عرصۂ ہستیٔ مستعار کہاں
سمندِ جہد کو سرگرم مدعا رکھو ‏ کہ کل پہ کام نہ تم آج کا اٹھا رکھو
ہو کل کو تم کہ نہ ہو، اعتبار کل کا نہیں ‏ کہ وقت آہ! معین کوئی اجل کا نہیں

ہم ایسے وقت پہ ہونگے اجل کا آہ! شکار ‏ سفر کو ہوں گے نہ دنیا سے دو دن جب تیار
بفرض ہم نے نہ کی ہے کوئی غلط کاری ‏ نہیں ہے پھر بھی مکمل یہ آہ! تیاری
وہ کون ہے کہ جو اس خاتمہ کو ہے تیار ‏ بتاؤ سچ ہمیں، ہم بھی سنیں تو آخر کار
بدن سے روح دم نزع جب جدا ہوگی ‏ خبر ہے کس کو جو حالت میں فنا ہوگی
تہیۂ سفر عاقبت ضروری ہے ‏ یہ وہ سفر ہے کہ کوسوں کی جسمیں دوری ہے
عدم کو منزل ہستی سے جب گزر ہوگا ‏ نہ راہبر کوئی ہوگا نہ ہم سفر ہوگا
خبر نہیں کہ پس مرگ میرا حال ہو کیا ‏ سیاہ کار ہوں، بعد فنا مآل ہو کیا
بڑھا نہ میرے گناہوں کا طول عمر رواں ‏ گناہگار نہ کر، اے حصول عمر رواں
اجل سے مجھکو نہ شرمندہ سخت جانی کر ‏ سیاہ کار ہوں میں ختم عمر فانی کر
بہت قریب وہ دن ہیں کہ آہ! رب کریم ‏ کھڑا حضور میں ہونگا تر کے بحال سقیم

بس فنا نہ قیامت میں مضحکہ ہو مرا
یہ التجا ہے کہ بالخیر خاتمہ ہو مرا

بے ثباتیِ زمانہ

شب کو تھا میں عالمِ رؤیا میں نظارہ کناں
ناگہاں آیا نظر اجڑا ہوا اک بوستاں

ڈھل گیا تھا شاہدانِ باغ کا حسنِ شباب
زرد تھا ہر گل کا چہرہ صورتِ برگِ خزاں

چومتی تھی منہ نہ پھولوں کا نسیمِ عطر بیز
اب نہ تھیں شاخوں پہ بادِ صبحدم کی شوخیاں

ڈالیوں پہ تھے نہ مرغانِ چمن نغمہ سرا
شورِ گل رنگِ عنادل شاخِ گل پر تھا کہاں

شاخِ گل پہ ہر گلِ نورس تھا مرجھایا ہوا
اب نہ تھیں پیشِ نظر وہ حسن کی نیرنگیاں

کچھ نہ تھا دو چار تنکوں کے سوا اب یادگار
شاخِ گل پہ تھا جو باندھا بلبلوں نے آشیاں

شوخیاں کرتی نہ تھی اٹھلا کے اب بادِ بہار
تھی نہ شاخوں پر نسیمِ صبحدم عنبر فشاں

دیکھتی تھی دیدۂ عبرت سے انجامِ چمن
نرگسِ بیمار کی آنکھوں سے آنسو تھے رواں

اب نہ تھا قمری کی کوکو کا سماں وہ دلفریب
اب پپیہے کی وہ شاخوں پر نہ تھی پی پی کہاں

اب نہ بل کرتی تھی جعدِ سنبلیں عشاق سے
پھانسیاں دیتے نہ تھے اب گیسوئے عنبر فشاں

اب نہ آتے تھے پری وش نازنیں گلگشت کے
اب نظر آتا نہ تھا وہ جلوۂ حسنِ بتاں

چھوٹی چڑیاں نہ شاخوں پر ترنم ریز تھیں
اب نہ مرغانِ چمن کرتے تھے نغمہ سنجیاں

جھومتے پھرتے نہ تھے اب نوجوانانِ چمن
لالہ و گل کا نظر آتا نہ تھا اب کارواں

رنگ پھیکا پڑ گیا تھا سروِ سنجیدہ کا
نرگسِ بیمار کی آنکھوں [illegible]

پھول چننے کو حسین آتے نہ تھے اب باغ میں
اب مگر تتریاں پھرتی تھیں غنچوں میں نہیں وہ خوش نوا

اب نہ دیتے تھے نمونہ قد جاناں سے مثال
اب نہ تھیں وہ مستیِ سرو شمشاد میں موزونیاں

اب نہ آتی تھی نظر کیفیت سیلان آب
اب نہ تھیں پانی کی نہریں صحن گلشن میں رواں

اب نہ تھی غنچوں کے لب پر وہ صدائے قاہ قاہ
خندۂ گل کی نظر آتی نہ تھیں اب شوخیاں

ڈھل گیا تھا سبزۂ نورس کا سارا رنگ روپ
لہلہا کر اب نہ کرتا تھا اب جوش و خیان

سوکھے پودوں میں نہ تھی اب قوت نشو و نما
سینچتا تھا اب نہ پانی دیکے انکو باغبان

شاخ گل پر اب نہ تھا وہ عندلیبوں کا ہجوم
اب نہ تھیں نغمہ سرا سرو چمن پر قمریاں

تھا ہر اک کبک دری بیٹھا ہا تگاری پہ یوں
لوٹتا ہو خاک پر جیسے کوئی آتش بجان

منہ چھپ گئی تھی ہر کلی یوں شاخ گل سے ہائے ہائے
نزع میں آنکھیں کھولے جیسے کوئی خستہ جان

ساعد جانان کی شوخی پنجۂ گل میں نہ تھی
اب نہ تھیں اُسمیں یدِ قدرت کی وہ صناعیاں

تنکے چنتے تھے نہ اب گلشن میں مرغانِ چمن
باندھتے تھے اب نہ شاخوں پہ عنادل آشیاں

سونگتے تھے اب نہ پہولوں کو مسل کر نازنین
چومتے تھے اب نہ کلیوں کو بت رنگین دہان

بیل بوٹوں میں نہ تھے اب حسن کے نقش و نگار
اب نہ تھیں اُن میں یدِ قدرت کی رنگ آمیزیاں

منہ نکل آیا تھا کلیوں کا ذرا سا اترکر
گورے گالوں میں وہ سرخی کی جھلک تھی اب کہاں

رہ گیا میں دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر
نقش حیرت ہو گیا دیکھا جو یہ ہو کا سماں

نونہالانِ چمن کا دیکھ کر یہ حال زار
چپکے چپکے ہو گئے منہ پر میرے آنسو رواں

دل میں کہتا تھا یہ کیا نیرنگ ہے بار خدا
غنچہ و گل کا نظر آتا نہیں کوسوں نشان

دیکھ کر محوِ تحیر مجھکو عقل نکتہ سنج
یوں لب لعل شکر خا سے ہوئی شکر فشان

یہ چمن وحشت سرا ہے اس کا کیا ہے اعتبار
سیر کے قابل نہیں نادان گلزار جہاں

ہستی فانی نہیں ہے منزلِ آرام و عیش
ہر دم و ہر روز ہے حسرت برستی ہے یہاں

کب یہاں کی اوج و پستی کو بجا دے نادان ثبات
خاک کا تودہ ہیں دونوں کیا زمیں کیا آسماں

کون ٹھہرا ہائے اس وارفتا میں چار دن
گردشِ دوران ٹھہرنے دیتی ہے کس کو یہاں

چل بسے اس عالمِ فانی میں رہ کر چند روز
کیسے کیسے لعبتِ شیریں ادا شیریں زباں

کیا ہوئے وہ عاشق و معشوق اے دنیائے دوں
قیس و لیلیٰ اب کہاں فرہاد و شیریں ہیں کہاں

اب نظر آتے نہیں وہ ماہ سیما نازنیں
دفن ہیں وہ نور کے پتلے خدا جانے کہاں

کیا ہوا اُمنگا ہوا وہ نازنینوں کا شباب
کیا ہوئی وہ مہ جبینوں کی ادائے جانستاں

جن کے ایوانوں کی رفعت آسماں سے تھی بلند
اُنکی قبروں کا نظر آتا نہیں ہے اب نشاں

یہ لبِ گورِ غریباں بھی صدا دیتے نہیں
کس سے پوچھیں آہ یارانِ عدم کا ہم نشاں

کیسی منزل کیسی آوازِ جرس کیسا غبار
نقشِ پا ملتا نہیں کیسا سُراغِ رفتگاں

پیشوادی وہ کہاں ہیں وہ کہاں ہیں کیدہر
رفعتِ اہرامِ مصری کے وہ بانی ہیں کہاں

اب سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کیکاؤس ہے
لے گئی یہ ہستی فانی خدا جانے کہاں

سعدی و خاقانی و فردوسی نیچر طراز
وہ سخن کے اب پیمبر ہیں خدا جانے کہاں

اب وہ اندازِ غزل خوانی کہاں اے نکتہ سنج
بلبلِ شیراز کا خالی پڑا ہے آشیاں

کیا ہوئے یونان کے وہ فلسفہ دانِ اے فلک
اب وہ مردم خیز خطے ہیں خدا جانے کہاں

کب ہوا سقراط سا پیدا زمانے میں حکیم
ایک بھی گذرا نہ دنیا میں ارسطو سے زماں

اب پتہ ملتا نہیں بقراط و جالینوس کا
اب نظر آتا نہیں ہے وہ طبیبِ نکتہ داں

دفن ہیں کس سرزمیں میں ہائے اے چرخِ دنی
وہ منجم وہ مہندس وہ ادیبِ نکتہ داں

کس کو میدانِ قضا میں آہ ہے تابِ نبرد
ہو گئے چت گور کی بغلی سے کیا کیا پہلواں

نقش دیوار شکستہ کے سوا دا حسرتا — کچھ نہیں ملتا صفاہانِ عجم کا اب نشان
ہو گئے مٹی کے پتلے کیسے کیسے تاجور — اب فریدون ہے نہ دارا ہے نہ نوشیروان
تیری ہستی کیا ہے تو کیا چیز ہے او خود نما — مٹ گئے جب ایسے ایسے تاجداروں کے نشان
اصطبلیں گھوڑوں کا اب وہ قصر نوبار ہے — سلطنت شاہی تھی جو خواب آسایش جہاں
ہستیٔ فانی میں او خود بیں بقا کا ذکر کیا — کون آیا ہے عدم سے لیکے عمر جاودان
تشنہ لب آیا سکندر چشمۂ ظلمات سے — کسکو پینے کو ملا آب بقا اے نکتہ دان
اب پتہ ملتا نہیں کچھ تغلق و تیمور کا — اب نظر آتی نہیں ہے وہ نسلِ راجگان
ہستیٔ موہوم بھی طرفہ تماشا گاہ ہے — ایک پہلو پر نہیں جس کی کبھی نیرنگیاں
ہیں زمین کو گردشوں پر گردشیں لیل و نہار — یہ وہ گہوارہ ہے جسمیں خواب آسایش کہاں
توسنِ عمرِ رواں بھی ہے غضب کا بدلگام — ہے لگد کوب حوادث ہر بشر اے نکتہ دان
خلق کا مبدا ہی صناعِ بیچون ہی وہی — ہے بقا اسکو بجز ذاتِ خدائے دو جہان
علتِ اولیٰ ہر ایک شے کی وہ روح پاک ہے — اسکی وحدت سے یہ کثرت کا تماشا ہے عیان
ہے اسی کے نور عالمتاب کی ان میں ضیا — یہ جو اقمار و کواکب آسمان پر ہیں عیان
اس نے وحدت سے کیا کثرت کو پیدا کسطرح — کوئی کیا جانے بجز اسکے یہ اسرارِ نہان
کثرت و وحدت ہے دونوں سے عیاں انکا جلال — ہے وہ خلوت اسکی اور یہ اسکی بزم آرائیان
خاک کے ناچیز پتلے کو کیا کیا کیا عطا — لمس شم ذوق و بصر نطق و بیان کام و زبان
خاک کے پتلے کا ہے ربط عناصر سے وجود — اسکی حکمت کا ہے شاہد اختلاط جسم و جان
اسکی صنعت کا مرقع یہ طلسم دہر ہے — ذرہ ذرہ میں ید قدرت کی ہیں صناعیان
قطرۂ ناچیز سے پیدا کیا انسان کو — خاک کے پتلے میں اسنے پھونکدی روح روان

اُس کی سیاروں میں نمو ہو سکی نہ رنگیں چمک
اُس کے جلوہ گاہیں وہ دونوں ہیں زمین آسماں

ہستی فانی ہے کیا شئے اُنکی کیا ہی کائنات
ہے بقا کس کو بجز اُسکے یہاں آنکلے واں

بحر ہستی میں ہوئے لاکھوں شناور غرق آہ
کون نکلا بچکے سیلاب حوادث سے یہاں

یوں ہوئی مجھسے مخاطب پھر مری شعلہ سما
کر چکی جب نغمہ وحدت میں ترنم ریزیاں

میں نے دیکھے ایسے ویسے جانے کتنے انقلاب
محو حیرت ہو گیا تو دیکھکر رنگ خزاں

پھول بیچاروں کی ہستی کیا ہے یہ کیا چیز ہیں
مٹ گئے جب ایسے ایسے نامور لکتہ واں

ڈھل گیا جب نازنینوں کا شباب دلفروز
ہوگئے مٹی کے پتلے جب حسینان جہاں

ان کی بو انکی ہنسی ان کی صباحت انکا ناز
ان کا جوبن انکی شوخی انکی نکہت بیزیاں

ہیں یہ سب نقش خیالی انکی ہستی ہی ہی کیا
ان کے جلوہ کی جھلک ہے چاروں کی میہماں

ہے بھرا ہر پیکر تصویر میں رنگ فنا
ہر مرقع جلوۂ نقش تحیر ہے یہاں

چشم عبرت چاہیئے رنگ خزاں ہر گل میں ہے
اس چمن کے ہر شگوفے سے ہے نیرنگی عیاں

کیسی پھولوں کی نمائش کیا جوبن کیسا رنگ
کیسی گلگشت چمن کیسی فضائے بوستاں

اک گل بیچارہ ہی دیکھا نہ ہم نے ای سرور
اس چمن میں کیسی گلگشت بہار بےخزاں

نوجوان کا خواب

لیلی شب نے جو رکھدی کر کے تہ کالی قبا
صبح صادق نے دکھائے اپنے جلوے کی ضیا

بھینی بھینی وہ نسیم فرحت افزائے سحر
پیارے پیارے بیل بوٹے ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوا

وہ سحر کا وقت وہ پھولوں کی بھینی بھینی بو
وہ لہک سبزہ کی وہ شبنم کے قطرے واہ وا

چومتی تھی پیار سے پھولوں کا منہ باد سحر
گود میں لیکر کھلاتی تھی شگوفوں کو ہوا

بار ڈوں کو تو لگا رہی سوز گلشن رات بھر
سربسر گاتی شگوفوں میں تھی جو مرغان ہوا

جس کو تلووں سے حسینوں کے چھپائے تھی فضا
خاک پہ پھیلی ہوئی وہ رات کی باسی حنا

نور چھن چھن کر برستا تھا در و دیوار پر
ایک عالم تھا زمین پر لمعۂ انوار کا

تھیں کھلا کر ہنس رہا تھا غنچۂ صبح بہار
بھرتی تھی گلشن میں اترائی ہوئی باد صبا

دیکھ کر یہ صبح کا دلکش سماں بے اختیار
اپنے بستر سے اٹھا اور جانب صحرا چلا

ٹھنڈی ٹھنڈی سبزۂ صحرا کی دلکش تھی مہک
بھینی بھینی بوئے گل میں تھی بسی باد صبا

لے گئی عبرت مجھے گور غریباں کی طرف
ٹوٹی پھوٹی تربتیں دو تین دکھلا کر کہا

دیکھ تو کس پری کا روضۂ انوار ہے
یہ جو آغوش لحد میں ایک کمرا ہے بنا

نور بن بنکر برستی ہے در و دیوار سے
کسکے جلوے کی تجلی کسکے پرتو کی ضیا

کس کا شانہ صبح کو آ آ کر ہلاتی ہے نسیم
گدگداتی ہے کسے آہستہ آہستہ صبا

سو رہی ہے کون رکھکر بالش مٹی پہ سر
محو خواب ناز ہے یہ کسکی چشم نیم وا

پڑ گئی کس نازنیں کے حسن کے پھولوں پہ اوس
کس پری تمثال کا بوٹا سا قد کمھلا گیا

کسکے غم میں بھر رہی ہے ٹھنڈی سانسیں باد سحر
کس کا شیون کر رہے ہیں آہ مرغان ہوا

کس پری وش نازنیں کا عنبر افشاں ہے کفن
بھینی بھینی کس کے بالوں کی مہک ہے جا بجا

منتشر ہیں کس پریشاں نازنیں کے سر کے بال
کس کے رخساروں پہ ہے بکھری ہوئی زلف دوتا

اک حسین کے خواب راحت کا گہوارہ ہے یہ
میٹھی نیندیں سو رہی ہے اسمیں اک شیریں ادا

روضۂ پر نور ہے اک حور جنت کا یہ آہ
اک پری کی خوابگاہ ناز ہے ای خود نما

سو رہی ہے اس میں اک ناکتخدا دختر
محو آسائش یہاں ہے اک عروس مہ لقا

جلوہ گاہِ ناز ہے اک چاند کے ٹکڑے کی یہ
ہے یہ اک خاتونِ مستقل کی خلوت سرا

اب کہاں وہ دلفریبی ہے نگاہِ ناز میں
خواب آلودہ بہت دن سے ہے چشمِ سرمہ سا

اب نہ وہ اعجاز ہے اس میں نہ وہ جادو بھری
اب تبسم سے نہیں ہوتے لبِ تر آشنا

گو نظر آتی نہیں اب وہ نگاہِ دلفریب
دید کے قابل مگر پھر بھی ہے آنکھوں کی حیا

اب وہ اعجازِ تکلم کی کہاں ہیں شوخیاں
اب نزاکت سے نہیں ہوتے لبِ گلرنگ وا

قدِ موزوں میں کہاں اب حشر کی اٹھکھیلیاں
چال اب کرتی نہیں ہے فتنۂ محشر بپا

حشر اب توام نہیں ہے شوخیِ رفتار سے
گھنگروؤں کی اب نہیں کانوں میں آتی ہے صدا

مار بن کر دل کے ڈس جاتے ہیں اب گیسو نہیں
پھانسیاں دیتی نہیں عشاق کو زلفِ دوتا

حسن کے پھولوں میں اب وہ بھینی بھینی بو کہاں
گوشۂ مرقد میں ہے بوٹا سا قد نخلِ عزا

اب کہاں ہے عارضِ گلگوں پہ گلگونے کا رنگ
دستِ نازک میں نہیں اب شوخیِ رنگِ حنا

حشر اب اٹھتا نہیں ہے شوخیِ رفتار سے
قامتِ موزوں میں اب عالم ہے مدِ آہ کا

سرمۂ تسخیر کے آنکھوں میں ڈورے اب نہیں
نرگسِ بیمار ہے برسوں سے چشمِ نیم وا

یوں اداسی چاند سے مکھڑے پہ ہے چھائی ہوئی
جیسے چہرہ ہو کسی بیمار کا اترا ہوا

ہر در و دیوار پر چھائی ہوئی ہے بیکسی
دھیمی دھیمی آ رہی ہے کنجِ مرقد سے صدا

کون لایا کھینچ کر گورِ غریباں میں مجھے
کٹتے سو تیا خاک کرتے چیخ وہ دن کیا ہوا

کیا ہوا وہ ہائے نازوں کا پلا بوٹا سا قد
چھا رہا تھا سر سے پا تک جس پہ عالم حسن کا

لب پہ ہے مہرِ خموشی میں ہوں اور کنجِ مزار
اب نہ وہ موجِ تبسم ہے نہ ہنسنا بولنا

وہ جوانی کی امنگیں ہیں نہ وہ اٹھکھیلیاں
اب نہالِ قدِ موزوں میں کہاں نشوونما

کیا ہوئی وہ شوخیِ برقِ نگاہِ دلفریب
کیا ہوئی وہ تیری چشمِ سامری فن کی حیا

لبیاں لیتے نہیں اب طرۂ ہائے پرشکن — ایڑیوں تک بڑھ کے آتی نہیں زلف رسا
ایک دن وہ تھا رہے جلوۂ عشق تھا اک جہاں — یا یہ صورت ہے کہ اب کوئی نہیں ہے پوچھتا
چار آنسو کب بہاتی تو نے اے شمع مزار — تجھ سے کب آئی جگر سوزی کی بو بعد فنا
کب ہوا بیتاب سبزہ میرے غم میں خاک پر — میرے ماتم میں زمیں کا کب کلیجہ شق ہوا
لیکے کب وہ پھول آئی تو لحد پر بعد مرگ — تو ہی بتلا دے مجھے اے جنبش باد صبا
میرے غم میں کب ہوئے مرغان گلشن نالہ کش — کان میں آئی نہ اب تک شور بلبل کی صدا
پوچھنے والوں نے اتنا ہی نہ پوچھا بعد مرگ — تجھ سے کیوں ٹکرا اٹھا سر کا صدمہ فشار گور کا
جی ہے کیسا کس نے پوچھی آہ مجھ سے اتنی بات — منہ نکل آیا ہے کیوں کب کہنے والوں نے کہا
تجھ سے بھی آئی نہ ہمدردی کی بو اے بیکسی — تو نے چھاتی سے مری میت کو کب لپٹا لیا
کب جگایا مجھکو خواب ناز سے وقت سحر — تو نے شانہ کب ہلایا میرا اے باد صبا
تجھکو ہے مشاطگی کا کیا سلیقہ اے نسیم — تو نے شانہ کب مری زلف پریشاں میں کیا
میری مردہ ہڈیوں میں کس نے پھونکی روح آکے — عمر رفتہ نے دکھایا کب اثر اعجاز کا
کنج مرقد میں کیا کس نے مری میت کو پیار — کس نے لوٹا میرے جوبن کا مزا بعد فنا
کون آیا کاٹنے خواب عدم کی بیڑیاں — یاں تو کنج لحد میں میں نے سر ٹپکا تو کیا
میرے جیتے جی جدائی جنکو میری شاق تھی — چھوڑ کر مجھکو اکیلا چل دیئے وہ اقربا
ہاتھ اٹھایا میں نے کیا دنیا سے ہنگام سفر — حسرت و اندوہ کا چھاتی پہ پتھر رکھ لیا
یاس و حرماں کا سری بالین تھا کیا ہجوم — چھا رہا تھا جب مری آنکھوں میں عالم نزع کا
اقربا کا منہ وہ تکنا پیار کی نظروں سے ہائے — وہ نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھنا
سسکیاں بھر کر وہ رہ جانا کلیجہ تھام کر — رو کے ہونا ہائے وہ اپنے پرایوں سے جدا

یوں زبان حال سے کہتی تھی چشم سحر ساز
بند ہو کر اب نہ ہوگی گوشۂ مرقد میں وا

اب نہ آئیگا نظر مجھکو یہ قصر زر نگار
اب نہ دیکھوں گی میں یہ کاشانۂ نزہت فزا

مجھ سے چھٹتا ہے ہمیشہ کیلئے اورنگ تاج
اب نہ آئیگی نظر ایوانِ شاہی کی ضیا

اب نہ دیکھونگی میں دنیا کا طلسم دلفریب
اب نہ آئیگا نظر یہ جلوۂ حیرت فزا

خار حسرت ہو رہی ہے وہ نگاہ دلفریب
لوٹتی تھی جو کبھی پھولوں کے جوبن کا مزا

سیر کے قابل نہیں دنیا کا کوئی سین آہ!
ہے تماشاہ گاہ ہستی ہی عجب عبرت سرا

کون چن کر لے گیا وہ پھول اس گلزار سے
چار دن کلیوں سے ہنس کر دل جو بہلایا کیا

منہ مرا حسرت سے تکتی تھی نگاہِ واپسین
مند چلی تھی نزع میں کچھ کچھ جو چشم نیم وا

آرہا تھا سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال
حسرتوں نے دل میں کر رکھا تھا ہنگامہ بپا

بیکسی کہتی تھی چھوڑا تو نے کس پہ تخت و تاج
عقل سمجھاتی تھی کوئی جانشیں ہو تجھکو کیا

کیسا اورنگ شہی۔ کیسی شکوہِ سلطنت
کیسا ایوان مرصع۔ کیسا قصرِ دلربا

کیسی شان مملکت۔ کیسا جہانگیری کا خبط
چار دن فرمان روائی کی اگر تو نے تو کیا

کیسا جیغہ۔ کیسا طرہ۔ کیسی کلغی۔ کیسا تاج
تخت شاہی پھر کہاں جب آگئی سر پر قضا

لے گیا سر پر اٹھا کر افسر و اورنگ کون
چل بسے دار فنا سے سیکڑوں فرماں روا

وہ ملوک ہفت کشور۔ وہ شہِ والا نژاد
جن کی نصرت کا علم لہرا رہا تھا جا بجا

کانپتے تھے جنکی دولت سے زمین و آسمان
جنکی سطوت دیکھکر شیروں کا زہرہ آب تھا

جنکے در پہ بج رہا تھا روز و شب کوس ظفر
جنکے سر پہ تاج جہانداری کا سہرا سج رہا

س ۵ منظر۔

ہاتھ آیا ہستیٔ فانی سے کچھ بھی تا بہ مرگ؟
لے گئے دنیا سے کچھ بھی پاس حسرت کے سوا

لے گیا کچھ بھی سکندر وقت رحلت اپنے ساتھ
ہاتھ خالی دونوں تھے دار فنا سے جب چلا

ہیں یہ سب دنیا کے جھگڑے ورنہ غافل بعد مرگ
کون آیا دیکھنے کو تخت زرین کیا ہوا

جب جہانداری کا سہرا اٹھ گیا سر سے ترے
تجھکو کیا وارث ہو کوئی افسر و اورنگ کا

تجھکو کیا وہ شاہزادی اب کوئی ہو حکمران
تجھکو کیا تخت شہی پر ہو کوئی فرماں روا

اک کشاکش میں غرض تھی میری جان ناتوان
حسرت و اندوہ کا تھا ایک ہنگامہ بپا

حرص کہتی تھی لئے چلئے افسر و اورنگ ساتھ
اور یہ دولت کا تقاضا تھا نہ مجھکو چھوڑنا

عقل یوں کرتی تھی رہ رہکر نصیحت گستری
مال و دولت کون اس دار فنا سے لیگیا

کس کشاکش سے غرض آخر ہوئی تھی جان زار
روح قالب سے ہوئی کس یاس سے ملکر جدا

یاد ہے اب تک مجھے ہو جیسے کل کی سرگذشت
نزع کے عالم کا وہ افسانۂ حیرت فزا

ہیں تلے دیکھے مہد سے کیا کیا لحد تک انقلاب
اور ابھی یہ گردش دوران دکھائیگی تجھے کیا

میں یہ کب کہتی ہوں ہیں پہلو نازش نسل شہی
سایہ افگن چتر دولت سر پہ ہی لیکن رہا

میرے نازوں کا ہے گہوارہ وہ ڈولتا
کچھ نظر آتا نہ تھا جس میں بگولوں کے سوا

باد صرصر سے مسافر کا جھلستی تھی جہاں
چلنے دیتی تھی نہ رہرو کو سموم جانگزا

اک شرار آتشیں تھا ریت کا ذرہ تھا جو
یوں زمیں تپتی تھی ہو جلتا ہوا جیسے توا

پاؤں رکھنے کو نہ تھی کوئی اقامت کی جگہ
اور ٹھہرنے کو تھی کوئی وہاں نہ آسرا

مجھکو سونپا گور کو اس وادیٔ پر خار میں
مجھکو چھپتا خاک پر ہو مہر مادر کا جدا

جب کیا مجھکو کلیجہ سے جدا ماں باپ نے
دور کر چھاتی سے حسرت نے مجھے لپٹا لیا

لمعہ افگن یوں مرے جلوہ کی ضو تھی دشت میں
جیسے ٹکڑا چاند کا کوئی زمیں پر ہو پڑا

جوشِ مادر تھا نہ آغوشِ پدر کا تھا پتہ — دشت گہوارہ تھا دایہ تھی سمومِ جاں گزا
بیکسی کا لوٹتا ہو جیسے پتلا خاک پر — چھا رہا تھا مجھ پہ یوں عالم سراسر یاس کا
آگئی تھی بھوک سے ہونٹوں پہ ننھی سی جو جاں — رو رہی تھی چپکے چپکے میری بالیں پر قضا
سسکیاں بھر کر زمیں پر وہ بلکنا بار بار — بھوک کے مارے وہ ننھا سا انگوٹھا چوسنا
سر ٹپکتی تھی مری بالیں پہ رو کر بیکسی — کان میں آتی تھی یہ آہستہ آہستہ صدا
پھٹ گئی چھاتی نہ تیری ہائے بے مہر مادری — ننھے بچے کو کیا تو نے کلیجہ سے جدا
پھینکتا ہے کوئی کانٹوں پر مسل کر یوں بھی پھول — خاک میں یوں بھی ملاتا ہے کوئی درِ صفا
رکھ لیا چھاتی پہ پتھر تو نے بھی بے مہر یہ — تو نے بھی پوچھا نہ یہ اس ننھی جاں کو کیا ہوا
بیکسی تکتی تھی منہ حیرت سے میرا بار بار — باپ کا سایہ نہ تھا سر پہ نہ ماں کی مامتا
خاک کے اڑتے تھے صحرا میں بگولے ہر طرف — کچھ نظر آتا نہ تھا گردِ یتیمی کے سوا
مہدِ راحت تھی زمیں گہوارہ جنباں آسماں — گود میں لیکر کھلاتی تھی سمومِ جاں گزا
میں ادھر روتی تھی قسمت مسکراتی تھی ادھر — ایک عالم تھا نگاہوں میں سحاب و برق کا
مسکرا کر مجھ سے کہتی تھی کہ آئی وہ گھڑی — تھی لبِ نازک پہ یہ آہستہ آہستہ صدا
تاجِ شاہی میں جگہ دونگی تجھے میں ایک دن — ملنے دونگی خاک میں تجھکو نہ اے درِ صفا
چترِ دولت گھومتا ہو گا ترے سر پر کبھی — ہوگی اورنگِ شہی پر تو کبھی فرماں روا
لے چلونگی کاخِ دولت میں تجھے میں اپنے ساتھ — تجھکو دکھلاؤنگی میں شاہوں کے قصرِ پُربہا
تجھ سے ایوانِ شہی ہوگا منور اے پری — کوندتی ہوگی کسی دن تیرے جلوہ کی ضیا
سج رہا ہوگا ترے سر پہ جہانگیری کا تاج — تیرے دروازے پہ ہوگی کوسِ دولت کی صدا
فرشِ گل پر تجھکو سونا ہے ابھی اے سیمبر — تجھکو ہونا ہے ابھی شاہی حرم کی مہ لقا

تو نے دیکھا ہی ہے کیا اے ماہ سیما نازنین | دودھ کی بو منہ سے آتی تھی ابھی نام خدا
دیتی آنکھوں میں جگہ دونگی تجھے اے ماہ وش | تجھکو نظروں سے گرایا چرخ مادر نے تو کیا
مژدۂ جان بخش یہ مجھکو سنا کر پیار سے | میں جو روتی تھی تو دیتی تھی مجھے قسمت ہنسا
ناگہاں آیا نظر اک تاجروں کا کارواں | کارواں کیا تھا - تھی یہ بھی ایک شان کبریا
میری قسمت نے اٹھا کر مجھکو آخر ہاتھوں ہاتھ | کارواں سالار لشکر تک مجھے پہونچا دیا
چھٹ گیا غربت میں جب گہوارۂ دشت جنوں | پھر تو پہلوؤں میں مرا بوٹا سا قد پلنے لگا
رفتہ رفتہ ہو گیا بوٹا سا قد سرو رواں | اور ہی عالم نظر آیا نہال حسن کا
نخل قد میں پھر نکل آئے جوانی کے ثمر | ہو گیا پھر اور سے کچھ اور عالم حسن کا
ہر ادائے دلربا میں دلفریبی چھا گئی | ایک عالم تھا نظر میں لمعۂ انوار کا
اب نہ پڑنے دونگی نامحرم کی میں تجھپر نگاہ | اٹھ پردہ سے نکلنے دونگی کہتی تھی حیا
چلبلیاں لیتی تھی رہ رہکر جوانی کی امنگ | دل کا جو ارمان تھا پہلو میں تھا مچلا ہوا
وہ جوانی کی امنگیں اور وہ جوبن کا ابھار | چھا رہا تھا سر سے پا تک مجھپہ عالم حسن کا
دل مسلنے کا چھلاوہ شوخی مشق خرام | کاٹ کرنے کو قیامت برّش تیغ ادا
پار ہونے کو جگر میں ہر نظر نوک سنان | خون عاشق کو وہ منہ پر شوخی رنگ حنا
مار رہزن دل کے ڈسنے کو گیسوئے سیاہ | دونوں تلوار قضا دونوں بلا کے جانگزا
آئینہ کو میرے رخ پہ تاب نظارہ نہ تھی | دو بدو ہو مجھ سے دیدہ آرسی کا کب یہ تھا
رہنما ہی تھی جو قسمت کو مری مد نظر | رفتہ رفتہ قصر شاہی تک مجھے پہونچا دیا
جب الٹ دی قصر شیریں میں نے چہرہ سے نقاب | اک پری سی آئی ہے از کوہ قاف سے غل مچ گیا
ایک عالم لمعۂ انوار کا تھا ہر طرف | قصر شاہی میں تھا ٹوٹا اک ستارہ نور کا

گوہر شہوار تھی لیکن تھی ناسفتہ ابھی | یعنی تھی نام خدا دوشیزۂ ناکتخدا
چولی داماں کا تعلق تھا جو منظور نظر | مجھکو قسمت نے بنایا پھر عروس مقتدا
رفتہ رفتہ کردیا پھر شہ نے میرا ازدواج | شیر افگن سے جو تھا بنگال کا فرماں روا
دونوں مہر و ماہ پھر ایک برج میں رہنے لگے | خوب لوٹا ہم نے اپنے اپنے جوبن کا مزا
یاد ہے اب تک مجھے وہ لطف شبہائے وصال | ایک ہنگامہ تھا خلوت میں حجاب شوق کا
بے حجابی کی جو ضد تھی شوق دامنگیر کو | پردہ داری میری رکھ لیتا یہ کہتی تھی حیا
واں کسی کے دست نازک پائے آغوش شوق | یاں تھی گردن میں اک عالم ہلال عید کا
شوق دامنگیر کا گھونگٹ الٹ کر بار بار | مجھ سے کہنا وضع داری کی پڑی ہے تجھکو کیا
وہ حیا کا امتحان اور شوق کی وہ بیخودی | یاد ہے اب تک جوانی کی وہ راتوں کا مزا
رخ سے آہستہ کسی کا وہ الٹ دینا نقاب | وہ نگاہ شرمگیں وہ پردہ داری وہ حیا
کچھ دنوں آتا رہا خلوت میں یکجائی کا لطف | کردیا پھر بخت برگشتہ نے دونوں کو جدا
میرے شوہر پر غرض نازل ہوا شاہی عتاب | ہوگیا نذر اجل میدان میں وہ تیغ آزما
الغرض لائی گئی قصر شہی میں میں بہ زور | سامنے آیا وہی دن جس کا کھٹکا تھا لگا
کچھ نہ پوچھو مجھ سے شوہر کا برا ہوتا ہے غم | سال بھر تک میں نے پہنا آہ جوڑا سوگ کا
لوٹتا تھا سانپ چھاتی پر مرے بے اختیار | دکھ رہا تھا اک ستم دل پر اجڑنا مانگ کا
تھی جو بچپن سے طبیعت کیلئے وابستگی | مجھ سے شہ کا ازدواجانہ تعلق ہوگیا
رفتہ رفتہ مجھکو قسمت نے دکھایا پھر عروج | افسر و اورنگ مجھکو کردیا شہ نے عطا
سطوت شاہی رہی برسوں مگس راں تخت پر | چتر دولت جلوہ افگن مدتوں سر پر رہا
اٹھ گیا فرق شہی سے پھر جہانداری کا تاج | کھینچ کر لائی مجھے گور غریباں میں قضا

اک مرقع خواب کا تھا وہ طلسم دلفریب — کچھ بھی آتا ہے نظر اب یاس و حسرت کے سوا
اب نظر آتا نہیں وہ تختۂ رنگ حیف — کان میں آتی نہیں اب کوس دولت کی صدا
اک فسانہ خواب عبرت کا ہے میری سرگزشت — ہستی و فانی کی یہ ہے ابتدا یہ انتہا
لوح تربت پہ یہ کیا لکھا ہوا ہے دیکھ لو — دیدۂ عبرت کشا د بر بنگر انجام ما

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

متعلق بہ سرور آنجہانی

۱۔ نوحۂ سرور

آہ اے نو بادۂ باغِ سخندانی سرور — آج تیرے غم سے ہے عالم میں اک شور نشور
وہ گلِ خندان تھا اس باغ جہاں میں آہ تو — جس کی خوشبو سے معطر تھا زمانہ چار سو
کیوں نہ ہو افسوس تجھ سا شاعر جادو نگار — چھوڑنے پایا نہ کافی اپنے فن کی یادگار
دھوم تھی مضمون کی تیرے آج سارے ہند میں — شاعری کو تجھ سے رونق تھی دیار ہند میں
تیرے مضمون آفرینی پہ تھا اک عالم نثار — دل میں چبھ جاتی تھی تیری بندشِ اعجاز وار
دل سے بہاتا تھا ہر اک کو تیرا اندازِ بیان — خون رلاتا تھا ہر اک کو تیرا اندازِ فغان
دل کو تڑپا دیتی تھی جدت ترے اشعار کی — جان ہو جاتی تھیں نظمیں تیرے ہر اخبار کی
انتہائی سادگی پر وہ سخن سازی تیری — یاد آتی ہے ہمیں وہ نغمہ پردازی تیری
فخر حاصل ہر رسالے کو تھا تیری نظم سے — آہ کیا جلد اٹھ گیا تو شاعروں کی بزم سے

مٹ گئی تھی شاعری جو انقلاب دہر سے
روح تازہ ڈالدی تہہا تو نے اسکو سحر سے

خوبیاں کیونکر بیان ہوں ہمسے تیرے نظم کی
ساتھہ تیرے رونق شعر و سخن جاتی رہی

کون ہوگا اب زمانہ کے افق پر جلوہ گر
آسمان نظم پر کون ایسا چمکے گا قمر

کسکی باتیں لینگی اک عالم کے لیں چٹکیاں
کس کی عالم کو سمجھائیگی تازہ سمجھیاں

کس سے رونق پائیگی افسوس اب بزم ادیب
آہ کیا یوں ہوگئی محفل کی محفل بے نصیب

کل خطاب آزاد کے مرنے پہ تہا نوحہ لکھا
آج تیرے غم سے ہے عالم تیرا ماتم سرا

آہ اے چرخ فسونگر فتنہ پرداز کہن
تو نے برہم کرہی دی شعر و سخن کی انجمن

کچھہ نہ آیا رحم تجھکو کیا دیا یہ تو نے داغ
کردیا یوں شاعروں کی بزم کا گل جو چراغ

یوں تو مرنا ایک دن سب کو ہے دنیا میں ضرور
پر جوانی میں تیرا مرنا غضب ہے ای سرور

از منشی دولتچند صاحب

تاریخ وفات	وطن	تاریخ ولادت
سنہ ۱۹۱۰ء	پیلی بھیت	سنہ ۱۸۷۳ء

قطعہ تاریخ از منشی الٰہی بخش صاحب اعجاز لکھنوی

ترجمان خیال بوقلمون
آہ وہ گلہائے کامل فن

اُف ری رنگین بیانیاں تیری
جب جنہیں سنکے ہو ہزار چمن

طرز گفتار تہا دہ پاکیزہ
جسکے مداح تہے سب اہل سخن

بہر چھپیں تیری نظمیں نعت ثنا
کیوں نہ دیں جان اس پہ اہل فن

فکر تاریخ ہے اگر اعجاز
کہدے مرغوب شاعران زمن

شرر مہجور

آہ! اے مسند نشین محفل شعر و سخن
تیری چپ سے آہ! شمع مردہ ہے ساری انجمن

کیا ہوئے وہ آہ! تیرے نغمہ ہائے دلنواز
دلفریبانہ تھا پیدا جن سے رنگ سوز و ساز

آہ! اک خاموشی تری کیسی قیامت خیز ہے
ہے اداسی انجمن میں بزم حسرت خیز ہے

سوچ! اے ظفر جدید شاعری تو ہے کہاں
محشرستان آہ! تیرے غم میں ہے سارا جہان

خوش بیان اصفہان گلشن مہر بر لب ہو گئے
اک خموشی ہے تیرے خاموش ہونے سے سب پہ

ہم صفیروں کے بدن پر ہے لباس ماتمی
تیری فرقت میں ہوا قایم اساس ماتمی

آہ! اے شانہ کش گیسوے لیلائے سخن
آہ! اے رونق فزائے روئے زیبائے سخن

بلبل و گل کی سنائیگا کہانی کون اب
عشق و الفت کی دکھائیگا نشانی کون اب

تیرا اک لفظ تھا بزم تخیل کا شرر
شوخی گفتار تیرے تھی نمک پاش جگر

لذت تقریر میں سوز و گداز عشق تھا
تیرے ہر مصرعے میں پنہاں آہ! راز عشق تھا

آہ! تیرے شعر میں وہ جلوہ افشانی تیری
آہ! وہ ذہن رسا وہ فکر نورانی تیری

آہ! وہ کان فصاحت نظم برجستہ کہاں
طبع رنگین آہ! وہ پھولوں کا گلدستہ کہاں

آہ! وہ شان تکلم وہ ادائے گفتگو
طبع روشن سے ہوئے کیا کیا جلائے گفتگو

پیاری پیاری وہ زبان دلکش وہ انداز بیاں
تیرے دم سے تھی زمین شعر رشک آسمان

اس چمن میں خون سے صرف آبیاری کر دیا
شاعروں پہ تو نے تو اپنا اجارہ ہی کر دیا

دیر پا عظمت ہوئی حاصل جہان آباد کو
فخر تجھ پر ہے بجا اس عالم ایجاد کو

تری ذات مغتنم سے تھا کمال شاعری
حق یہ ہے اچھا ہوا آخر مآل شاعری

تیری باتیں مرنیوالے یاد آئینگی بہت
خون کے آنسو تیرے غم میں رلائینگی بہت

تو نہیں دنیا میں لیکن نقش تیرا دل میں ہے
شمع روشن جیسے اس اجڑے ہوئے محفل میں ہے

از سید محمد فاروق

سال وفات سرور جہان آبادی

عیاں سلخ ذیقعدہ بود وائے
کہ غیب اجل ماہ رویش نہفت

سن رحلتش لاؔ آبالی بہ ہجری
زباندان سرور از جہان رفت گفت
سنہ ۱۳۲۸ھ

آہ سال غم درگا سہائے سرور آہ
سنہ ۱۹۱۰ء

از جہاں رفت شاعر بے مثل
وقت آرایش بحور گزشت

چوں شنا لد کنوں عروس سخن
یعنے ہنگام جشن و سوز گزشت

عیسوی سال لاؔ آبالی دوش
گفتہ ام "وائے وائے وہ سرور گزشت"
سنہ ۱۹۱۰ء

فضل ستار لاؔ ابالی ۔ یچ ۔ پی